معانی الاخبار

تالیف

شیخ صدوق۔ابن بابویہ

ابی جعفر محمد بن علی بن حسین قمی

مترجم

دلاور حسین حجّتی

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر۔۱۵۹ سیکٹر بی ۲ نارتھ کراچی

معانی الاخبار

تالیف

شیخ صدوق۔ابن بابویہ

ابی جعفر محمد بن علی بن حسین قمی

مترجم

دلاور حسین جتّی

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر۔۱۵۹ اسیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	معانی الاخبار
مؤلف	شیخ صدوق علیہ الرحمہ
مترجم	دلاور حسین جتی
تزئین وتصحیح	سید فیضیاب علی رضوی
پیشکش	سید اشفاق حسین نقوی
قیمت	۲۲۵ روپے
اشاعت اوّل	ایک ہزار

جنوری 2005 ذالحجہ ۱۴۲۵ھ

الکساء پبلیشرز

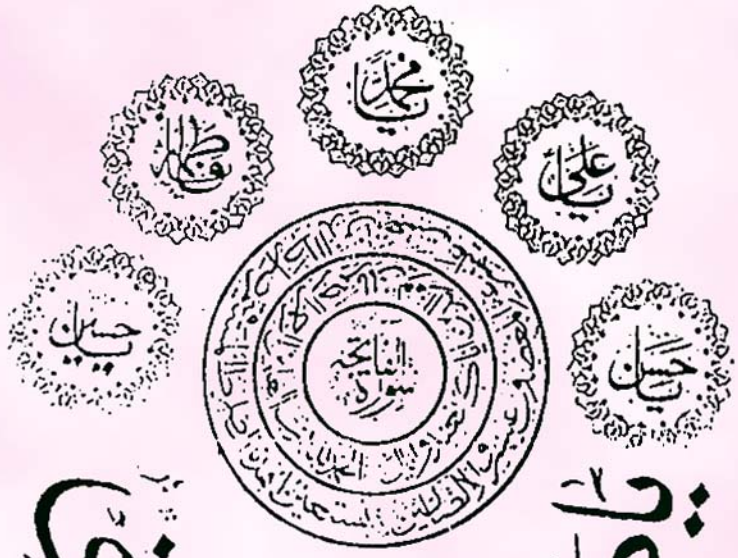
آر۔۱۵۹ اسیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

۷۸۶
لائبریری یادگار
آیت اللہ شہاب الدین مرعشی
قم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم



صاحب الزمان ادرکنی علیه السلام

اللهم صل علی محمد و آل محمد

انتساب

ان مومنین ومومنات کے نام

جو معصومین علیھم السلام کے ارشادات پر عمل پیرا

ھوکراپنی دنیا اور آخرت سدھارنا چاھتے ھیں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین، و صلّی اللہ علی محمد عبدہ و رسولہ و علی آلہ الطاہرین و سلّم تسلیماً (کثیرا).

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	انا للہ و انا الیہ راجعون	۲۹
	عرض ناشر	۳۰
	گفتارِ مترجم	۳۸
(۱)	وہ باب کہ جس کی وجہ سے اس کتاب کا نام ''کتاب معنی الاخبار'' رکھا گیا	۴۱
(۲)	اسم کے معنی	۴۲
(۳)	بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی	۴۲
(۴)	بسم اللہ کے معنی	۴۳
(۵)	''اللہ'' عزّ وجلّ کے معنی	۴۳
(۶)	واحد کے معنی	۴۴
(۷)	صمد کے معنی	۴۵
(۸)	ائمہ علیہم السلام کے قول: ''بیشک اللہ تبارک وتعالی شئے ہے'' کے معنی	۴۸
(۹)	سبحان اللہ کے معنی	۴۹
(۱۰)	توحید اور عدل کے معنی	۵۰
(۱۱)	اللہ اکبر کے معنی	۵۰
(۱۲)	الاول والآخر کے معنی	۵۱
(۱۳)	ان الفاظ کے معنی جو قران مجید اور روایات میں توحید کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں	۵۱
(۱۴)	اللہ تعالی کی رضا اور ناراضگی کے معانی	۵۷
(۱۵)	اللہ تعالی کی جانب سے ہدایت، گمراہی، توفیق اور بندوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کے معانی	۵۹
(۱۶)	لاحول ولاقوۃ الّا باللہ کے معنی	۶۰
(۱۷)	قران کے سوروں میں شروع میں آنے والے ''حروف مقطعات'' کے معانی	۶۱

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۸)	''استواء علی العرش'' کے معنی	۶۸
(۱۹)	عرش وکرسی کے معنی	۶۸
(۲۰)	لوح وقلم کے معنی	۶۹
(۲۱)	ان میزانوں کا مطلب جس کے ذریعے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا	۶۹
(۲۲)	صراط کے معنی	۶۹
(۲۳)	اذان اور اقامت کے حروف کے معنی	۷۵
(۲۴)	حروف تہجی کے معنی	۸۱
(۲۵)	مخفف حروف کے معنی	۸۴
(۲۶)	انبیا، رسولوں اور دوسروں کے ناموں کے معانی	۸۷
(۲۷)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [اور اہل بیت علیہم السلام] کے ناموں کے معانی	۹۰
(۲۸)	محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور ائمہ علیہم السلام کے اسماء کے معانی	۹۳
(۲۹)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' (میں جس کا مولا ہوں پس علی اس کے مولا ہیں) کے معنی	۱۰۵
(۳۰)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علی علیہ السلام کے لئے قول: ''انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الاّ انہ لانبیّ بعدی'' (تم مجھ سے ھارون کی موسیٰ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) کے معنی	۱۱۴
(۳۱)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وحسین علیہما السلام کے لئے فرمان کہ: ''تم میرے بعد مستضعفین ہو'' کے معنی	۱۱۹
(۳۲)	ان الفاظ کے معانی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں وارد ہوئے ہیں	۱۲۰
(۳۳)	ثقلین اور عترت کے معنی	۱۳۲
(۳۴)	آل، اہل، عترت اور امت کے معنی	۱۳۵
(۳۵)	امام مبین کے معنی	۱۳۷

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۶)	پیغمبرؐ کے فرمان کہ علیؑ عرب کے سردار ہیں کے معنیٰ	۱۴۴
(۳۷)	''نور کی ترویج نور سے'' کے معنی	۱۴۵
(۳۸)	ظالم لنفسه، مقتصد اور سابق کے معنی	۱۴۵
(۳۹)	''فاطمہؑ کی پاکدامنی و پاکیزگی کی وجہ سے اللہ نے آپؑ کی ذریت کو (جہنم کی) آگ پر حرام کر دیا ہے'' کے معنی	۱۴۷
(۴۰)	فاطمہ علیہا السلام کی شان میں روایت کیا گیا: آپؑ سیدۃ نساء العالمین ہیں- کا معنی	۱۴۹
(۴۱)	ان امانتوں کے معنی جن کو ان کے اہل تک پہنچانے کا اللہ عزّ وجلّ نے اپنے بندوں کو حکم کیا ہے۔	۱۴۹
(۴۲)	اس امانت کے معنی کہ جس کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوف زدہ ہو گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا	۱۵۰
(۴۳)	معطل کنویں اور مضبوط محل کے معنی	۱۵۳
(۴۴)	طوبیٰ کے معنی	۱۵۴
(۴۵)	اللہ عزّ وجلّ نے چار کو چار میں چھپایا ہے	۱۵۴
(۴۶)	اس ''ستون'' کے معنی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے [شب] معراج میں دیکھا جس کی بنیاد سفید چاندی کی، جس کا درمیانی حصہ یاقوت و زبرجد کا اور جس کا اوپر والا حصہ سرخ سونے کا ہے۔	۱۵۵
(۴۷)	نبوت کے معنی	۱۵۵
(۴۸)	شمس، قمر، زہرہ، فرقدین کے معنی	۱۵۶
(۴۹)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوات (بھیجنے) کے معنی	۱۵۷
(۵۰)	وسیلہ کے معنی	۱۵۷
(۵۱)	''حرمات ثلاث'' کے معنی	۱۵۹
(۵۲)	دو والد کی نافرمانی کرنا، دو مولا سے فرار اختیار کرنا اور دو گنہگاروں کو کھو دینا کے معانی	۱۶۰

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۵۳)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: میں جواں مرد ہوں، جواں مرد کا بیٹا ہوں اور جواں مرد کا بھائی ہوں- کے معنی	۱۶۱
(۵۴)	بزرگواری اور مروت کے معنی	۱۶۱
(۵۵)	ابوتراب کے معنی	۱۶۲
(۵۶)	امیر المؤمنین علیہ السلام کے فرمان: میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید بن کلاب ہوں- کے معنی	۱۶۲
(۵۷)	آل یاسین کے معنی	۱۶۴
(۵۸)	اس حدیث کے معنی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی گئی کہ: ''تم ایام سے دشمنی مت کرو ورنہ وہ تم سے دشمنی کریں گے''	۱۶۵
(۵۹)	اس درخت کے معنی جس سے آدمؑ اور حواء نے کھایا تھا	۱۶۶
(۶۰)	ان کلمات کے معنی جو آدمؑ نے اپنے ربّ سے سیکھے جن پر انہوں نے توبہ کی	۱۶۷
(۶۱)	''کلمات التقوی'' کے معنی	۱۶۸
(۶۲)	ان کلمات کے معنی جن کے ذریعے ابراہیمؑ کا ان کے ربّ نے امتحان لیا تو انہوں نے پورا کر دیا	۱۶۸
(۶۳)	''الکلمۃ الباقیۃ فی عقب ابراہیم'' کے معنی	۱۷۵
(۶۴)	عصمتِ امام کے معنی	۱۷۵
(۶۵)	نبیؐ جس صلب کے توسط سے نازل ہوئے، جس بطن نے آپؐ کو اٹھایا اور جس دامن نے آپؐ کی کفایت کی اس پر (جہنم کی) آگ حرام ہے- کے معنی	۱۸۰
(۶۶)	ان کلمات کے معنی کہ جس میں اللہ عزّ وجلّ نے آدم علیہ السلام کے لئے تمام خیر کو جمع کر دیا ہے	۱۸۱
(۶۷)	''ایسا کفر جو شرک کی حد تک نہیں پہنچتا'' کے معنی	۱۸۱
(۶۸)	رِجس کے معنی	۱۸۲
(۶۹)	ابلیس کے معنی	۱۸۲
(۷۰)	ابلیس کا سرمہ، ابلیس کا معجون اور ابلیس کی خوشبو کے معنی	۱۸۲
(۷۱)	رجیم کے معنی	۱۸۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۷۲)	کنز الحدیث کے معنی	۱۸۳
(۷۳)	حفاظت کرنے والی چیزوں کے معنی	۱۸۳
(۷۴)	سید الاستغفار کے معنی	۱۸۴
(۷۵)	امام صادق علیہ السلام کے قول: تم ''منانین'' ہونے سے بچو'' کے معنی	۱۸۵
(۷۶)	مکافاۃ اور شکر کے معنی	۱۸۵
(۷۷)	اس علم کے معنی جس سے جاہل رہنے سے کوئی نقصان نہیں اور جس کو جاننے کا کوئی نفع نہیں ہے	۱۸۵
(۷۸)	منافق کے معنی	۱۸۶
(۷۹)	مرض میں شکوئی کے معنی	۱۸۶
(۸۰)	ریحِ منسیہ اور ریحِ مسخیہ کا معنی	۱۸۷
(۸۱)	امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: لوگ دو قسم کے ہیں: ایک راحت پہنچانے والے اور دوسرے راحت پانے والے- کے معنی	۱۸۷
(۸۲)	سِرّ اور انھیٰ کے معنی	۱۸۷
(۸۳)	نبطی کے اعرابی بننے اور اعرابی کے نبطی بننے کے معنی	۱۸۸
(۸۴)	اس روایت کے معنی جس میں کہا گیا کہ عورت کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی نہ تو نیک عورت کی اور نہ ہی بدعورت کی	۱۸۹
(۸۵)	اللہ عزّ وجلّ سے مشورے کے معنی	۱۸۹
(۸۶)	حرج کے معنی	۱۸۹
(۸۷)	ناموں میں سب سے سچا اور اچھا نام- کے معنی	۱۹۰
(۸۸)	غیب اور شہادت کے معنی	۱۹۱
(۸۹)	''خائنۃ الاعین'' کے معنی	۱۹۱
(۹۰)	قنطار کے معنی	۱۹۱
(۹۱)	''بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام'' کے معنی	۱۹۲

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۹۲)	عتل اور زنیم کے معنی	۱۹۳
(۹۳)	شرب الھیم کا معنی	۱۹۳
(۹۴)	دو چھوٹی چیزیں، دو بڑی چیزیں اور دو کیفیتوں کے معنی	۱۹۴
(۹۵)	نعمت کا احترام- کے معنی	۱۹۴
(۹۶)	سیاء کے معنی	۱۹۵
(۹۷)	قلیل کے معنی	۱۹۵
(۹۸)	قلیل کے دوسرے معنی	۱۹۶
(۹۹)	اس روایت کے معنی کہ جس میں بیان کیا گیا کہ بدبختی تین چیزوں میں ہے: عورت، سواری اور گھر	۱۹۶
(۱۰۰)	قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جو مرد (مرتے وقت) دو دینار چھوڑے تو یہ دونوں اس کی آنکھ کے درمیان داغ ہوں گے کے معنی	۱۹۷
(۱۰۱)	زکاۃِ ظاہرہ اور زکاۃِ باطنہ کے معنی	۱۹۷
(۱۰۲)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتے وقت دو دینار چھوڑ جانے والے شخص کے لئے فرمان کہ ''کثیر چھوڑ کر گیا'' کے معنی	۱۹۸
(۱۰۳)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکاۃ میں نو قسموں کے علاوہ میں معافی دی ہے کا معنی	۱۹۸
(۱۰۴)	جماعت، فرقہ، سنت اور بدعت کے معنی	۱۹۹
(۱۰۵)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک شخص کے لئے کہنا کہ: تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے- کے معنی	۲۰۰
(۱۰۶)	منقلبین کے معنی	۲۰۰
(۱۰۷)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: عورتوں کے لئے سراۃ الطریق نہیں ہے کے معنی	۲۰۱
(۱۰۸)	یوم التلاق، یوم التناد، یوم التغابن اور یوم الحسرۃ کے معنی	۲۰۱
(۱۰۹)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: میرے اصحاب کی مثال تم میں ستاروں کی مانند ہے- کے معنی	۲۰۱

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۱۰)	پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول: میری امت کا اختلاف رحمت ہے- کے معنی	۲۰۲
(۱۱۱)	کذب مفترع کا معنی	۲۰۳
(۱۱۲)	اللہ عزّ وجلّ کے قول: میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے- کے معنی	۲۰۳
(۱۱۳)	معادن، اشراف، اہل بیوتات اور مولد طیّب کے معنی	۲۰۳
(۱۱۴)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول: بنی اسرائیل کے متعلق بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے- کے معنی	۲۰۴
(۱۱۵)	''فقیہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا'' کی روایت کے معنی	۲۰۵
(۱۱۶)	سُمَیط، سُعَیدہ، اُنثی اور ذکر کا معنی	۲۰۵
(۱۱۷)	جہاد اکبر کے معنی	۲۰۵
(۱۱۸)	اول النعم اور بادی ءالنعم کے معنی	۲۰۶
(۱۱۹)	''مردوں میں سے اولی الاربہ''- کے معنی	۲۰۷
(۱۲۰)	اربعاء اور نطاف کے معنی	۲۰۷
(۱۲۱)	اس خب ء کے معنی کہ جس سے زیادہ اللہ کے نزدیک کوئی عبادت محبوب نہیں ہے	۲۰۸
(۱۲۲)	مرد کا اپنے آپ کو سلام کرنے کے معنی	۲۰۸
(۱۲۳)	استیناس کے معنی	۲۰۸
(۱۲۴)	امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول: ''کرامت کو ناپسند نہیں کرتا مگر گدھا'' کے معنی	۲۰۹
(۱۲۵)	طینۃ خبال کے معنی	۲۰۹
(۱۲۶)	عقدین کے معنی	۲۱۰
(۱۲۷)	دعابہ کے معنی	۲۱۰
(۱۲۸)	ابوذرؓ رحمۃ اللہ علیہ کے قول: تین چیزوں سے لوگ بغض رکھتے ہیں مگر میں ان سے محبت کرتا ہوں- کے معنی	۲۱۰
(۱۲۹)	امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: جھوٹ روزے کو توڑ دیتا ہے- کے معنی	۲۱۱

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۳۰)	پڑوسی اور پڑوس کی حد کے معنی	۲۱۱
(۱۳۱)	''جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ایسے مقام میں ہے کہ اس پر کوئی عیب نہیں لگائے گا پس وہ اللہ تبارک وتعالی کا خالص ہے۔''اس روایت کے معنی	۲۱۱
(۱۳۲)	اکراہ اور اجبار کے معنی	۲۱۲
(۱۳۳)	نومہ کے معنی	۲۱۲
(۱۳۴)	سبیل اللہ کے معنی	۲۱۳
(۱۳۵)	''صلعاء'' میں مبتلا ہونے کے معنی	۲۱۳
(۱۳۶)	صلیعاء اور قریعاء کے معنی	۲۱۴
(۱۳۷)	مردوں کے پیچھے سوار ہونے۔ کے معنی	۲۱۵
(۱۳۸)	وصمہ اور باردہ کا معنی	۲۱۵
(۱۳۹)	حج کے معنی	۲۱۵
(۱۴۰)	امام صادق علیہ السلام کا اللہ عزّ وجلّ کے قول: انّہ شاء کے سلسلے میں قول: اس نے ارادہ کیا مگر پسند نہیں کیا اور راضی نہیں ہوا۔ کے معنی	۲۱۶
(۱۴۱)	اغلب اور مغلوب کے معنی	۲۱۶
(۱۴۲)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اس اعرابی کے معاملہ میں قول کہ جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ اے علی اٹھو اور اس کی زبان قطع کرو۔ کے معنی	۲۱۶
(۱۴۳)	اپنے اہل اور مال کے موتور کے معنی	۲۱۷
(۱۴۴)	مُحَدَّث کے معنی	۲۱۷
(۱۴۵)	سوء کے معنی	۲۱۸
(۱۴۶)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان: ''جو شخص اس (سانپ) کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو وہ ضرر پہنچائے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔''۔ کے معنی	۲۱۸
(۱۴۷)	سامہ، ھامہ، عامہ اور لامہ کے معنی	۲۱۹

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۴۸)	رم کے معنی	۲۱۹
(۱۴۹)	توبہ نصوح کے معنی	۲۱۹
(۱۵۰)	حسنۃ الدنیا اور حسنۃ الآخرہ کے معنی	۲۲۰
(۱۵۱)	دنیا کا قرضہ اور آخرت کا قرضہ۔ کے معنی	۲۲۰
(۱۵۲)	تشہد میں نمازی کا کہنا: ''اللہ کے لئے وہ چیز ہے جو پاکیزہ اور طاہر ہے اور جو خبیث ہے وہ اس کے غیر کے لئے ہے''۔ کے معنی	۲۲۱
(۱۵۳)	نماز میں سلام پڑھنے کے معنی	۲۲۱
(۱۵۴)	دارالسلام (سلامتی کا گھر) کے معنی	۲۲۲
(۱۵۵)	ان سات کلمات کے معنی کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے ایک شخص دوسرے کے پیچھے سات سو فرسخ تک گیا	۲۲۳
(۱۵۶)	اشراف الامہ کے معنی	۲۲۳
(۱۵۷)	قول نبیؐ: نہ ہی آسمان کسی پر سایہ فگن ہوا اور نہ ہی زمین پر کسی نے قدم رکھا ہے جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔ کے معنی	۲۲۴
(۱۵۸)	امام صادق علیہ السلام کا قول: جس نے ریاست طلب کی وہ ہلاک ہوا۔ کے معنی	۲۲۵
(۱۵۹)	امام صادق علیہ السلام کا قول: جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ وہ نادانوں سے جھگڑا کرے یا علماء کے مقابلے میں اپنے آپ پر فخر کرے یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں تو وہ جہنمی ہے۔ کے معنی	۲۲۶
(۱۶۰)	علم کو ذریعہ معاش بنانے کے معنی	۲۲۶
(۱۶۱)	''جو تصویر بنائے گا یا کتے کی ذمہ داری اٹھائے گا وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جائے گا۔'' والی روایت کے معنی	۲۲۷
(۱۶۲)	ابوجعفر امام باقر علیہ السلام سے منقول: ''جب تم معرفت حاصل کر لو تو جو چاہو عمل کرو۔''۔ کے معنی	۲۲۷

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۶۳)	جزاک اللہ خیرا- کے معنی	۲۲۸
(۱۶۴)	قولِ امیر المؤمنین علیہ السلام کے معنٰی کہ جب آپؑ سے کسی نے کہا تھا کہ میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ اپنے لئے جامۂ فقر تیار کرلو!	۲۲۸
(۱۶۵)	ارشاد امام صادق علیہ السلام: کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور پھر لوٹ آئے جبکہ اس نے اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا تھا تب (بھی) اُس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔ کے معنی	۲۲۹
(۱۶۶)	موجبتین کے معنٰی	۲۲۹
(۱۶۷)	اس روایت کے معنٰی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مرد کی سعادت مندی اس کی ڈاڑھی کے کم ہونے میں ہے	۲۲۹
(۱۶۸)	سنت خدا عزوجل اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنتِ ولی علیہ السلام کے معنٰی	۲۳۰
(۱۶۹)	غیبت اور بہتان کے معنٰی	۲۳۰
(۱۷۰)	دورخ اور دوزبانوں والا (دوغلہ) ہونے کے معنٰی	۲۳۱
(۱۷۱)	نسبت اسلام کے معنٰی	۲۳۱
(۱۷۲)	اسلام اور ایمان کے معنٰی	۲۳۲
(۱۷۳)	صبغۃ اللہ کے معنٰی	۲۳۳
(۱۷۴)	خلق عظیم کے معنٰی	۲۳۴
(۱۷۵)	ائمہ علیہم السلام کے اس ارشاد کے معنٰی کہ ہماری حدیثیں دشوار اور مشکل ہے	۲۳۴
(۱۷۶)	شہر محصون کے معنٰی	۲۳۴
(۱۷۷)	امام محمد باقرؑ کے قول کے معنٰی کہ جس میں آپؑ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک حقیقت ایمان کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے نزدیک موت زندگی سے زیادہ، تنگدستی ثروت سے زیادہ اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب نہ ہو۔	۲۳۵
(۱۷۸)	قران اور فرقان کے معنٰی	۲۳۵

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۷۹)	اس روایت کے معنٰی جو امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس میں آپؑ نے فرمایا تھا: کوئی شخص قران کے بعض حصہ کو اس کے دیگر بعض حصہ سے مخلوط نہیں کرتا مگر یہ کہ اس نے کفر کیا	۲۳۶
(۱۸۰)	الحال المرتحل کے معنٰی	۲۳۶
(۱۸۱)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے معنٰی کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر رات ایک تہائی قران پڑھے	۲۳۷
(۱۸۲)	مکارم الاخلاق کے معنٰی	۲۳۷
(۱۸۳)	کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کے معنٰی	۲۳۸

جلد دوم

(۱۸۴)	غایات کے معنی	۲۴۱
(۱۸۵)	اس خزانہ کے معنی جو دو یتیم لڑکوں کی دیوار کے نیچے تھا (جس کا تذکرہ سورۂ کہف میں ہے)	۲۴۶
(۱۸۶)	مستضعفین کے معنی	۲۴۶
(۱۸۷)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: ''میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ان میں اکثریت سادہ لوح افراد کی ہے۔'' کے معنی	۲۴۹
(۱۸۸)	ناکثین، قاسطین اور مارقین کے معنی	۲۴۹
(۱۸۹)	قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''جو شخص مجھے آزار کے خروج کی بشارت دے گا اس کے لئے جنت ہے۔'' کے معنی	۲۵۰
(۱۹۰)	علی علیہ السلام کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول: ''اے علی! تمہارے لئے جنت میں خزانہ ہے اور تم جنت کے ذوالقرنین (دونوں طرف کے مالک) ہو۔'' کے معنی	۲۵۱

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۹۱)	عربیہ کے معنی	۲۵۳
(۱۹۲)	لئیم اور کریم کے معنی	۲۵۳
(۱۹۳)	قانع اور معتر کے معنی	۲۵۴
(۱۹۴)	ابراہیم علیہ السلام کے قول: بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے تمام سے دریافت کر کے دیکھو اگر یہ بول سکیں۔ کے معنی ابراہیم علیہ السلام کے قول: میں بیمار ہوں۔ کے معنی اس قول کے معنی جو یوسف علیہ السلام نے منادی کو: ''اے قافلے والو تم چور ہو'' ندا دینے کے لئے کہا	۲۵۵
(۱۹۵)	اس ملک کبیر کے معنی کہ جس کا تذکرہ اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں کیا ہے	۲۵۶
(۱۹۶)	ازرام کے معنی	۲۵۷
(۱۹۷)	غلول (غنیمت میں خیانت) اور سحت (مال حرام) کے معنی	۲۵۷
(۱۹۸)	قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم: تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ حاصل کیا اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا۔ کے معنی	۲۵۸
(۱۹۹)	مبارک کے معنی	۲۵۸
(۲۰۰)	تُرَتُرَ حمران اور مطمر کے معنی	۲۵۸
(۲۰۱)	باغی اور عادی کے معنی	۲۶۰
(۲۰۲)	اوقیہ اور نشّ کے معنی	۲۶۰
(۲۰۳)	امام جعفر صادق کے قول: رضاعت سے حرام کا حکم نہیں آتا سوائے اس کے کہ جو مجبور ہو۔ کے معنی	۲۶۰
(۲۰۴)	اغناء اور اقناء کے معنی	۲۶۱
(۲۰۵)	اللہ عزّ وجلّ کی اپنی مخلوق پر توبہ	۲۶۱
(۲۰۶)	الورقه ، الحبّه اور ظلمات الارض اور الرطب اور اليابس کے معنی	۲۶۱
(۲۰۷)	مال کے اس ''حصّہ'' کے معنی کہ جس کی کوئی مرد وصیت کرتا ہے	۲۶۲
(۲۰۸)	آدمی مال میں سے ''شئی'' کی وصیت کرے تب ''شئی'' کے معنی	۲۶۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۲۰۹)	مال میں سے ''جزء'' کے معنی کہ جس کی کسی آدمی نے وصیت کی ہو	۲۶۳
(۲۱۰)	مال میں سے کثیر کے معنی	۲۶۴
(۲۱۱)	غلاموں میں قدیم کے معنی	۲۶۵
(۲۱۲)	حبیس کے معنی	۲۶۵
(۲۱۳)	صدود کے معنی	۲۶۶
(۲۱۴)	تتبیر کے معنی	۲۶۷
(۲۱۵)	احقاب کے معنی	۲۶۷
(۲۱۶)	مشارق ومغارب کے معنی	۲۶۷
(۲۱۷)	عضباء والجدَ عاء کے معنی	۲۶۸
(۲۱۸)	شرفاء، خرقاء، مقابلہ، مدابرہ کے معنی	۲۶۸
(۲۱۹)	فرار الی اللہ عزوجل کے معنی	۲۶۹
(۲۲۰)	محصور اور مصدود کے معنی	۲۶۹
(۲۲۱)	''جو شخص بار برداری کے جانور پر سوار ہو اور پھر اس سے گر جائے اور مر جائے تو وہ (جہنم کی) آگ میں جائے گا۔'' کے معنی	۲۷۰
(۲۲۲)	العج اور الثج کے معنی	۲۷۰
(۲۲۳)	دباء اور مزفّت اور حنتم اور نقیر کے معنی	۲۷۱
(۲۲۴)	ضحک کے معنی	۲۷۱
(۲۲۵)	نافلہ کے معنی	۲۷۲
(۲۲۶)	قطّ کے معنی	۲۷۲
(۲۲۷)	کواشف، دواعی، بغایا اور ذوات الازواج کے معنی	۲۷۲
(۲۲۸)	الفقیہ حقاً کے معنی	۲۷۳
(۲۲۹)	بلوغ الاشدّ والاستواء کے معنی	۲۷۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۲۳۰)	خریف کے معنی	۲۷۴
(۲۳۱)	فلق کے معنی	۲۷۴
(۲۳۲)	''شر الحاسد اذا حسد'' کے معنی	۲۷۵
(۲۳۳)	امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول ''موسم سرما مومن کی بہار ہے'' کے معنی	۲۷۵
(۲۳۴)	قران کی بہار کے معنی	۲۷۵
(۲۳۵)	''الافق المبین'' کے معنی	۲۷۶
(۲۳۶)	لوگوں میں سے افق کے معنی	۲۷۶
(۲۳۷)	اسودین کے معنی	۲۷۶
(۲۳۸)	تمام النعمہ کے معنی	۲۷۷
(۲۳۹)	''لوگوں کی مطلوب چیزوں'' کے معنی	۲۷۷
(۲۴۰)	قول ناقوس کے معنی	۲۷۸
(۲۴۱)	انبیاء علیہم السلام کے قول، جب انہیں قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ: تمہیں قوم کی طرف سے تبلیغ کا کیا جواب ملا تو وہ کہیں گے: ہم کوئی علم نہیں رکھتے - کے معنی	۲۷۹
(۲۴۲)	''مرد مسلم کے لئے تین دوست ہوتے ہیں'' کے معنی	۲۷۹
(۲۴۳)	اس قرین کے معنی کہ جسے انسان کے ساتھ دفن کیا جائے گا جو کہ زندہ رہے گا جبکہ انسان مر چکا ہوگا	۲۸۰
(۲۴۴)	عورتوں کی عقلیں اور مردوں کے جمال کے معنی	۲۸۱
(۲۴۵)	سلمان - رضی اللہ عنہ - کے قول کے معنی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں کون ہے کہ جس نے عمر بھر روزے رکھے؟ تم میں کون ہے کہ جو رات بھر (عبادت کیلئے) جاگتا ہو؟ تم میں کون ہے کہ جو روزانہ قران ختم کرتا ہو'' تو ان تمام کے جواب میں سلمانؓ نے کہا کہ: ''میں''	۲۸۲
(۲۴۶)	زمین کے حصّوں میں سے "منتقمہ" کے معنی	۲۸۳
(۲۴۷)	قولِ صالح اور عملِ صالح کے معنی	۲۸۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۲۴۸)	اس روایت کے معنی کہ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ : جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ عزّ وجلّ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے	۲۸۴
(۲۴۹)	اس روایت کے معنی جس میں کہا گیا ہے کہ ''بیشک نماز زمین میں اللہ کی ڈھال ہے''	۲۸۵
(۲۵۰)	حاقن، حاقب اور حازق کے معنی	۲۸۵
(۲۵۱)	مجنون کے معنی	۲۸۵
(۲۵۲)	حمیۃ (پرہیز) کے معنی	۲۸۶
(۲۵۳)	دبقا کے معنی	۲۸۶
(۲۵۴)	خائف کے معنی	۲۸۷
(۲۵۵)	کفو کی معنی	۲۸۷
(۲۵۶)	مسلم، مؤمن، مہاجر، عربی اور مولیٰ کے معنی	۲۸۷
(۲۵۷)	عقل کے معنی	۲۸۸
(۲۵۸)	اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ کے معنی	۲۸۸
(۲۵۹)	عبادت کے معنی	۲۸۹
(۲۶۰)	سائبہ کے معنی	۲۸۹
(۲۶۱)	کبر کے معنی	۲۸۹
(۲۶۲)	اس تزکیہ کے معنی کہ جس سے [اللہ نے] منع فرمایا	۲۹۱
(۲۶۳)	اس عُجب (خود پسندی) کے معنی کہ جو عمل کو فاسد کر دیتا ہے	۲۹۲
(۲۶۴)	حسد کے معنی	۲۹۲
(۲۶۵)	فقر کے معنی	۲۹۳
(۲۶۶)	بخل اور شحّ کے معنی	۲۹۳
(۲۶۷)	برے حساب کے معنی	۲۹۵

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۲۶۸)	نادانی کے معنی	۲۹۵
(۲۶۹)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: ''حجامت کتنی اچھی عادت ہے'' کے معنی	۲۹۵
(۲۷۰)	حجامتِ نافعہ، مغیثہ اور منقذہ کے معنی	۲۹۶
(۲۷۱)	وضو میں احداث کے معنی	۲۹۶
(۲۷۲)	علی بن حسین علیہما السلام کے اس قول کے معنی کہ ''ویل ہے اس کیلئے جس کی اکائیاں اس کی دھائیوں پر غالب آجائیں۔	۲۹۷
(۲۷۳)	صاع اور مد کے معنی، پانی کے صاع اور اس کے مد میں فرق، کھانے کے صاع اور مد میں فرق	۲۹۷
(۲۷۴)	نامصہ، منتصہ، واشرہ، مستوشرہ، واصلہ، مستوصلہ، واشمہ، اور مستوشمہ کے معنی	۲۹۸
(۲۷۵)	واصلہ اور مستوصلہ کے دوسرے معنی	۲۹۹
(۲۷۶)	کلام کو پاکیزہ بنانا، کھانا کھلانا، سلام پھیلانا، ہمیشہ روزہ رکھنا، رات کو نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ کے معنی	۲۹۹
(۲۷۷)	زہد کے معنی	۳۰۰
(۲۷۸)	لوگوں میں سے صاحب ورع کے معنی	۳۰۱
(۲۷۹)	حسن خلق کے معنی اور اس کی تعریف	۳۰۱
(۲۸۰)	اخلاق اور خلق کے معنی	۳۰۲
(۲۸۱)	مرض سے شکایت کے معنی	۳۰۲
(۲۸۲)	العالم علیہ السلام کا قول: جو شخص حمام میں داخل ہو تو چاہیئے کہ اس پر اس کا اثر نمودار ہو۔ کے معنی	۳۰۲
(۲۸۳)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''طاعون سے فرار اختیار کرنا دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکر جرار سے فرار اختیار کرنے کی مانند ہے۔ کے معنی	۳۰۳
(۲۸۴)	العالم علیہ السلام کے اس قول کے معنی کہ مومن کی پوشیدہ چیز مومن پر حرام ہے	۳۰۳
(۲۸۵)	سخاء اور اُس کی حد کے معنی	۳۰۴
(۲۸۶)	سماحہ کے معنی	۳۰۵

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۲۸۷)	جواد کے معنی	۳۰۵
(۲۸۸)	مروت کے معنی	۳۰۶
(۲۸۹)	سبحۃ الحدیث اور تحریف کے معنی	۳۰۷
(۲۹۰)	ظاہر قران اور باطن قران کے معنی	۳۰۸
(۲۹۱)	ایسا فقر کہ جو سرخ موت ہے۔ کے معنی	۳۰۸
(۲۹۲)	اس حدیث کے معنی جو روایت کی گئی ہے کہ جب زکاۃ نہیں دی جائے گی تب فقیر اور غنی کا حال خراب ہو جائے گا	۳۰۹
(۲۹۳)	اس کے معنی جو روایت کی گئی ہے کہ جو اللہ عزوجل سے کم رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے کم عمل پر راضی ہو جائے گا	۳۰۹
(۲۹۴)	اللہ عزوجل پر توکل، صبر، قناعت، رضا، زہد، اخلاص اور یقین کے معنی	۳۰۹
(۲۹۵)	اس کے معنی جو روایت میں ہے کہ صدقہ حلال نہیں ہے غنی کے لئے، اور نہ ہی درمیانی رتبے والے کے لئے اور نہ پیشہ ور کے لئے اور نہ طاقت ور کے لئے	۳۱۱
(۲۹۶)	نبیؐ کے قول کے معنی کہ ہر حساب دینے والے پر عذاب ہوگا	۳۱۱
(۲۹۷)	اس مٹی کے معنی جس کے کھانے کو (اللہ) نے حرام کیا ہے	۳۱۱
(۲۹۸)	اس روایت کے معنی کہ: ایک ہی دفعہ میں تین طلاق والی سے بچو کیونکہ وہ شوہر دار عورتیں ہیں	۳۱۲
(۲۹۹)	رشتہ داری کے بوجھ بن جانے کے معنی	۳۱۲
(۳۰۰)	اس قاتل کے معنی جو مرے گا نہیں	۳۱۳
(۳۰۱)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے معنی کہ خدا لعنت کرتا ہے جو حدث پیدا کرے یا محدث کو پناہ دے	۳۱۳
(۳۰۲)	ہجرت کے بعد اعرابی بن جانے کے معنی	۳۱۴
(۳۰۳)	غفلت کی گھڑی کے معنی	۳۱۴

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۰۴)	اِمّعہ کے معنی	۳۱۴
(۳۰۵)	اس خبر کے معنی جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پرسکون رہو جب تک آسمان اور زمین پرسکون ہیں	۳۱۵
(۳۰۶)	امیر المؤمنین کے قول: تمہارے دل میں لوگوں کی محتاجی اور ان سے بے نیازی جمع ہونا چاہیئے۔ کے معنی	۳۱۵
(۳۰۷)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی روایت کے معنی کہ آپؐ نے فرمایا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے	۳۱۶
(۳۰۸)	امیر المؤمنینؑ کے قول ''کرامت سے کوئی انکار نہیں کرتا مگر گدھا'' کے معنی	۳۱۶
(۳۰۹)	آدم علیہ السلام کے لئے جبرائیل علیہ السلام کے قول: -حیّاک اللہ وبیّاک- کے معنی	۳۱۷
(۳۱۰)	ان گناہوں کے معنی جو نعمتوں کو تبدیل کرتے ہیں، جو ندامت کا سبب بنتے ہیں، جو عذاب نازل کراتے ہیں، جو (خدا کے) عطیہ کو روکتے رہتے ہیں، جو ناموس کو بٹہ لگاتے ہیں اور جو بلاء نازل کراتے ہیں، اور جو دشمن کو غلبہ دلاتے ہیں، اور جو فناء کو جلدی لاتے ہیں اور جو امید کو منقطع کر دیتے ہیں اور جو فضا کو تاریک بنا دیتے ہیں، اور جو پردوں کو کھول دیتے ہیں، اور جو دعاؤں کو رد کراتے ہیں اور جو آسمان سے بارش کو روک دیتے ہیں	۳۱۸
(۳۱۱)	عُرس، خرس، عذار، وکار اور رکاز کے معنی	۳۱۹
(۳۱۲)	کلالہ کے معنی	۳۲۰
(۳۱۳)	حَمیل کے معنی	۳۲۰
(۳۱۴)	امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان کہ اسلام میں جلب، جب اور شغار نہیں ہے- کے معنی	۳۲۱
(۳۱۵)	نکاح میں ادلا بدلی کی ممانعت- کے معنی	۳۲۲
(۳۱۶)	اقیال العباهلہ، تیعہ، تیمہ، سیوب، خلاط، وراط، شناق، شغار اور اجباء کے معنی	۳۲۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۱۷)	محاقلہ، مزابنہ، عرایا، مخابرہ، مخاضرہ، منابذہ، ملامسہ، بیع الحصاۃ اور اس کے علاوہ دوسری منع شدہ چیزوں کے معنی	۳۲۵
(۳۱۸)	سکینہ کے معنی	۳۳۲
(۳۱۹)	حضرت ابوطالب کا جمل کے حساب سے اسلام قبول کرنے اور تریسٹھ (۶۳) تک ہاتھوں سے حساب لگانے کے معنی	۳۳۳
(۳۲۰)	''الذاہد فی الدنیا'' کے معنی	۳۳۳
(۳۲۱)	موت کے معنی	۳۳۴
(۳۲۲)	خسبطی کے معنی	۳۳۸
(۳۲۳)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے معنی کہ: مونچھوں کو مونڈو، داڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کے مشابہ نہ بنو	۳۳۸
(۳۲۴)	سکۃ المابور اور مھرۃ المامورہ کے معنی	۳۳۹
(۳۲۵)	حج کے معلوم مہینوں کے معنی	۳۴۰
(۳۲۶)	رفث، فسوق اور جدال کے معنی	۳۴۱
(۳۲۷)	اللہ عزّ وجلّ نے حج میں لوگوں پر جو شرط رکھی ہے اور جو ان کے حق میں شرط رکھی گئی ہے اس کے معنی	۳۴۱
(۳۲۸)	حج اکبر اور حج اصغر کے معنی	۳۴۲
(۳۲۹)	ایام معلومات اور ایام معدودات کے معنی	۳۴۳
(۳۳۰)	مکاء اور تصدیہ کے معنی	۳۴۴
(۳۳۱)	اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے اذان کے معنی	۳۴۴
(۳۳۲)	شاہد اور مشہود کے معنی، وہ دن کہ جس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے۔ کے معنی	۳۴۵
(۳۳۳)	مکاعمہ اور مکامعہ کے معنی	۳۴۶

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۳۴)	بعال کے معنی	۳۴۷
(۳۳۵)	اقعاء کے معنی	۳۴۷
(۳۳۶)	مُطیطاء کے معنی	۳۴۸
(۳۳۷)	لباس قسی کے معنی	۳۴۸
(۳۳۸)	شجنہ کے معنی	۳۴۸
(۳۳۹)	جُبار کے معنی	۳۵۰
(۳۴۰)	اسجاح کے معنی	۳۵۱
(۳۴۱)	حوأب اور جمل الادبب کے معنی	۳۵۱
(۳۴۲)	روزہ خور روزے دار کے معنی	۳۵۲
(۳۴۳)	قمیص، رداء، تاج، شلوار، ازار بند، جوتے اور عصا کے معنی کہ جن کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعظیم کی جب آپؐ کا صلبِ عبدالمطلب سے پروردگار نے اخراج کیا	۳۵۲
(۳۴۴)	امیر المؤمنینؑ کا عثمان سے فرمانا کہ اگر میں کہوں گا تو نہیں کہوں گا سوائے وہ بات جو تم کو ناپسند ہے اور تمہارے حق میں میرے پاس نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو تمہیں محبوب ہے	۳۵۴
(۳۴۵)	ان الفاظ کے معنی جن کو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے نخیلہ میں دیے ہوئے خطبہ میں بیان کیا ہے کہ جو شہر انبار کے عامل حسان بن حسانؑ کے قتل کی خبر پہنچنے پر ارشاد فرمایا	۳۵۵
(۳۴۶)	رسولوں کے قول کے معنی کہ جب انہیں قیامت کے دن کہا جائے گا: ''تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے: ہمیں کوئی علم نہیں''	۳۵۹
(۳۴۷)	عقل کے نفس، اس کی روح، اس کا سر، اسکی آنکھیں، اس کی زبان، اس کا منہ، اس کا دل اور وہ چیز جس سے وہ قوی ہوتی ہے۔ کے معنی	۳۵۹
(۳۴۸)	ان (الفاظ) کے معنی جو ''ذھب'' اور ''فضہ'' کی لغت میں آئے ہیں	۳۶۰
(۳۴۹)	درجات، کفارات، ہلاک کرنے اور بچانے والوں کے معنی	۳۶۱

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۵۰)	رمضان کے معنی	۳۶۲
(۳۵۱)	لیلۃ القدر کے معنی	۳۶۲
(۳۵۲)	خضراء الدمن'' کے معنی	۳۶۳
(۳۵۳)	جامع مُجمع، ربیع مُربع، کربٌ مُقمع اور غلٌ قَمِل کے معنی	۳۶۴
(۳۵۴)	غنیمت، غرام، ودود، ولود، عقیم، صخابہ، ولاجہ اور حمازہ کے معنی	۳۶۴
(۳۵۵)	شہرۃ لشہرۃ، نہرۃ، ھیدرۃ اور لفوت کے معنی	۳۶۵
(۳۵۶)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس قول معنی کہ جو آپؐ نے جب کسی کو ماہ رمضان میں حجامت کراتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''حجامت کرنے والا اور حجامت کروانے والا دونوں نے افطار کرلیا۔''	۳۶۶
(۳۵۷)	قواعد، بواسق، جون، خفو، ومیض اور رحا کے معنی	۳۶۶
(۳۵۸)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: [لبکو] جنّت کے باغوں کی طرف- کے معنی	۳۶۸
(۳۵۹)	اونٹ کے سلسلے میں جو آیا ہے کہ یہ ''اعنان الشیاطین'' ہیں اور اس کی اچھائی نہیں آتی مگر نحوست کے ساتھ- کے معنی	۳۶۸
(۳۶۰)	مؤمن کو خوشخبری دینے میں جلد بازی کے معنی	۳۶۹
(۳۶۱)	عرفاء اہل جنّت کے معنی	۳۷۰
(۳۶۲)	نجات پانے والے ایک فرقہ کے معنی	۳۷۰
(۳۶۳)	امام صادق علیہ السلام کا قول: جسے چار عطا کئے گئے اس کے لئے چار حرام نہیں ہیں- کے معنی	۳۷۰
(۳۶۴)	اس چیز کے معنی کہ جس کی جڑ زمین میں اور شاخ آسمان میں ہے	۳۷۱
(۳۶۵)	آخرت کی زینت کے معنی	۳۷۱
(۳۶۶)	دنیا سے حصہ- کے معنی	۳۷۲
(۳۶۷)	لکع کے معنی	۳۷۲

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۶۸)	انواء کے معنی	۳۷۳
(۳۶۹)	وہ اونٹ جو زکات میں لئے جاتے ہیں ان کی عمر کے معنی	۳۷۳
(۳۷۰)	موضحہ، سمحاق، باضعہ، مامومہ، جائفہ اور منقلہ کے معنی	۳۷۵
(۳۷۱)	نہر غوطہ کے معنی	۳۷۵
(۳۷۲)	حیوف، زنوق، جواض اور جعظری کے معنی	۳۷۶
(۳۷۳)	صلاۃ الوسطیٰ کے معنی	۳۷۶
(۳۷۴)	تحیۃ المسجد کے معنی، صلاۃ اور ان چیزوں کے معنی جو پوری حدیث میں ان کے ساتھ متصل ہیں	۳۷۸
(۳۷۵)	قاع القرقر اور شجاع الاقرع کے معنی	۳۸۱
(۳۷۶)	عرق اور الابتین کے معنی	۳۸۲
(۳۷۷)	تفث کے معنی	۳۸۴
(۳۷۸)	جہد البلاء (مصیبت کی انتہاء) کے معنی	۳۸۶
(۳۷۹)	اللہ عزّ وجلّ کے مخادعہ کے معنی	۳۸۷
(۳۸۰)	ھاویہ کے معنی	۳۸۷
(۳۸۱)	مغبون کے معنی	۳۸۸
(۳۸۲)	کفات کے معنی	۳۸۹
(۳۸۳)	ایسی چیز کے معنی جو سزاوار ہے کہ اس کے اوّل سے پرہیز کیا جائے اور اس کے آخر سے خوفزدہ ہوا جائے	۳۸۹
(۳۸۴)	کمر توڑنے والی تین چیزوں کے معنی	۳۹۰
(۳۸۵)	بوار الایّم (رنڈوا اور بیوہ کی ہلاکت) کے معنی	۳۹۰
(۳۸۶)	ان خصلتوں کے معنی کہ جس میں تمام خیر ہیں	۳۹۰
(۳۸۷)	زبر کے معنی	۳۹۱

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۳۸۸)	نبر کے معنی	۳۹۱
(۳۸۹)	سعادت اور شقاوت کی حقیقت۔ کے معنی	۳۹۱
(۳۹۰)	اقیس کے معنی	۳۹۲
(۳۹۱)	امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: ''ہم اور آل ابی سفیان دو ایسے خاندان والے ہیں کہ جن کے درمیان اللہ عزّ وجلّ کے سلسلے میں ایک دوسرے سے عداوت ہے۔ کے معنی	۳۹۳
(۳۹۲)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا معاویہ سے کتابتِ وحی کے سلسلے میں مدد طلب کرنے کے معنی	۳۹۳
(۳۹۳)	تخصیر کے معنی	۳۹۵
(۳۹۴)	مسیح علیہ السلام کے قول: آخری پتھر جو معمار رکھتا ہے وہی بنیاد ہے۔ کے معنی	۳۹۵
(۳۹۵)	آمین کی تفسیر	۳۹۶
(۳۹۶)	''تم لوگ الرجس من الاوثان سے اجتناب کرو، اور قول الزور اور لهو الحديث کے معنی	۳۹۶
(۳۹۷)	حنیفیہ کے معنی	۳۹۷
(۳۹۸)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام (کے وزن) کو اٹھالیا اور علی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اٹھانے سے عاجز رہے۔ کے معنی	۳۹۷
(۳۹۹)	سلیمان علیہ السلام کے قول: پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ ایسی میرے بعد کسی ایک کے لئے بھی سزاوار نہ ہو، بیشک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ کے معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: اللہ رحم کرے میرے بھائی سلیمان پر وہ کتنے بخیل تھے۔ کے معنی	۴۰۰
(۴۰۰)	مریض کے ''آہ'' کہنے کے معنی	۴۰۲
(۴۰۱)	فاطمہ علیہا السلام کی جانب سے اپنی بیماری کے درمیان مہاجرین اور انصار کی عورتوں سے کی جانے والی گفتگو۔ کے معنی	۴۰۲
(۴۰۲)	زبی اور طبین کے معنی	۴۰۶
(۴۰۳)	شفر اور فیض النفس کے معنی	۴۰۷
(۴۰۴)	امیر المؤمنین علیہ السلام کے خطبہ کے معنی	۴۰۹

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۴۰۵)	التین ،الزیتون ،طور سینین اور البلد الامین کے معنی	۴۱۴
(۴۰۶)	نشہ کی اقسام کے معنی	۴۱۵
(۴۰۷)	ناصب کے معنی	۴۱۵
(۴۰۸)	ایام اللہ عزّ وجلّ کے معنی	۴۱۶
(۴۰۹)	شدید ترین اور قوی ترین کے معنی	۴۱۶
(۴۱۰)	عبادت کے افضل ترین اجزاء (حصّے) کے معنی	۴۱۶
(۴۱۱)	دو عجیب وغریب باتیں جن کو صبر سے برداشت کرنا ضروری ہے۔ کے معنی	۴۱۷
(۴۱۲)	پہلے والی امتوں کی بیماری جو اس امّت کی طرف سرایت کر گئی ہے۔ کے معنی	۴۱۷
(۴۱۳)	اللہ عزّ وجلّ ،فرشتے اور مؤمنین کی جانب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ''صلاۃ'' اور تسلیم کے معنی	۴۱۷
(۴۱۴)	لعنت کے مقامات کے معنی	۴۱۸
(۴۱۵)	اس مضبوط رسّی کے معنی جس کے ٹوٹنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے	۴۱۸
(۴۱۶)	صبر ،مصابرہ اور مرابطہ کے معنی	۴۱۹
(۴۱۷)	دعاء میں رغبت ،رھبت ،تبتّل ،ابتہال ،تضرع اور بصبصہ کے معنی	۴۱۹
(۴۱۸)	اخلاص کے ساتھ لا الہ الاّ اللہ کے معنی	۴۲۰
(۴۱۹)	اللہ عزّ وجلّ کا قلعہ کے معنی	۴۲۰
(۴۲۰)	اللہ عزّ وجلّ کے قلعہ کے دوسرے معنی	۴۲۱
(۴۲۱)	بندوں کا اللہ کے عہد کو پورا کرنا اور اللہ عزّ وجلّ کا بندوں کے عہد کو پورا کرنے کے معنی	۴۲۲
(۴۲۲)	ربوہ ،قرار اور معین کے معنی	۴۲۳
(۴۲۳)	صفح الجمیل کے معنی	۴۲۳
(۴۲۴)	خوف اور طمع کے معنی	۴۲۴
(۴۲۵)	اس نیکی کے معنی جو بندہ کو جنت میں داخل کراتی ہے	۴۲۴

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۴۲۶)	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین دفعہ: میرے معبود! میرے خلفاء پر رحم فرما- فرمانے کے معنی	۴۲۴
(۴۲۷)	کامل خوراک کے معنی	۴۲۵
(۴۲۸)	اس تحریر کے معنی جو ام سلمٰی نے عائشہ کی جانب لکھا جب انہوں نے بصرہ کی طرف خروج کا ارادہ کیا	۴۲۵
(۴۲۹)	نوادر و کمیاب کے معانی	۴۲۹

اناللہ وانا الیہ راجعون

بلاشبہ خداوندِ عالم نے انسان کو عبث پیدا نہیں کیا۔ البتہ یہ توفیق بھی اسی ربِ جلیل کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو انسان کو اپنے مقام اور ذمہ داری سے آگاہ کرتی ہے۔ اور پھر اس انسان آگاہ کو استطاعتِ مالی وجسمانی بھی اسی بے نیاز کی بارگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ اپنی ذمہ داری سے ایک آگاہ شخصیت سید اشفاق حسین نقوی بھی تھے۔ یہ فقرہ کہ ''اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے'' ان پر بجا طور پر صادق آتا ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ضخیم کتابوں کے تراجم کی اشاعت ایسا کام ہے جس کی ہمت صرف بڑے اشاعتی ادارے یا دینی سوچ رکھنے والے مالی طور پر مستحکم افراد ہی کر سکتے ہیں لیکن کتابت، طباعت، جلد بندی کی نگرانی اور بعض صورتوں میں تصحیح کا کام بھی انہوں نے تن تنہا انجام دیا اور تمام مالی اخراجات خود برداشت کئے۔

ایک بایقین مسلمان کو ہر وقت اپنی موت کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ غالب کے بقول دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے کام ہو رہے ہیں ان کی وجہ یہی ہے کہ انسان کو اپنی موت کے وقت کا پتہ نہیں، چنانچہ کہتے ہیں:

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

مرحوم کے لاشعور میں بھی یہ بات یقیناً موجود تھی چنانچہ وہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ تراجم رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے اقوال سے دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ''خصال'' اور ''ثواب الاعمال اور عقاب الاعمال'' نامی دو کتابیں تو صرف تین مہینے کے وقفے میں سامنے آگئیں۔ ''معانی الاخبار'' نامی موجودہ کتاب موصوف کی زندگی میں مکمل ہوگئی تھی اور اس سلسلے میں لکھی جانے والی ''عرض ناشر'' ان کی آخری تحریر ہے۔ جن مزید تراجم پر موصوف نے کام شروع کرا دیا تھا ان میں سے ایک تو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ''عیونِ اخبارِ رضاؑ'' ہے دوسری میرزا محمد تنکابنی کی ''قصص العلماء''۔

دعا فرمائیں کہ جس عظیم کام کی ابتداء مرحوم نے کی تھی وہ اسی طرح آگے بڑھتا رہے۔ قارئین سے یہ بھی التماس ہے کہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔

والسلام

فیضیاب رضوی

۷۸۶

عرض ناشر

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پیدا کرنے اور پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اس کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔ وہ رحیم ہے۔ کریم ہے، سبحان ہے، رحمٰن ہے۔ اُس کی تعریف کرنے سے انسان عاجز ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار تو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اُن کی آلِ پاکؑ پر درود وسلام نازل کر جو درود وسلام نازل کرنے کا حق ہے، جن کے صدقے میں تو نے کُل کائنات خلق فرمائی ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار تو محمدؐ اور آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر تا قیامت لعنت کر خاص طور پر اُس ملعون پر جس نے تیرے حکم کے خلاف اپنا حکم جاری کیا۔ تیرے رسولؐ کی شان میں گستاخی کی۔ اہلبیتؑ پر ظلم وستم کیا۔ اِن کو تکلیف اور اذیت پہنچائی۔ جن لوگوں نے اُس ملعون کے حکم کو تسلیم کیا، اس پر راضی رہے اور عمل کیا اُن سب کو (زندہ، مردہ) تو اندھا اور کوڑھی کر دے۔ لاعلاج امراض میں مبتلا کر دے اور آخرت میں جہنم کے بدترین مقام میں پھینک دے اور اُن کو دکھ دینے والا عذاب دے۔

یہ حقیقت ہے کہ پروردگارِ عالم کے ہم پر اتنے اور ایسے احسانات ہیں کہ ہم نہ ان کا شمار کر سکتے ہیں نہ ادراک اور نہ ہی اِن کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ وہ ایسا رحیم ہے جو اپنے بندوں کو خود شعور مرحمت فرماتا ہے اور خود ہی توفیق عطا کر کے حیران کرتا رہتا ہے اور خود ثواب بھی دیتا ہے، حالانکہ اس میں بندے کا نہ کوئی اختیار ہوتا ہے اور نہ ہی استحقاق۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں صاحبِ توقیر بنا دیتا ہے جس کی خود اپنی نظروں میں کوئی وقعت وعزت نہیں ہوتی۔ وہی کارساز ہے جو کمزوروں اور ناتوانوں سے وہ کام لے لیتا ہے جس کی توقع صرف صاحبانِ علم اور اہل دانش اور صاحبانِ ثروت وطاقت وقوت کے حامل افراد سے کی جا سکتی ہے۔ اسی ربِّ کریم نے ہم جیسے بے رضاعت افراد سے وہ کام لے لیا جو صرف اہل علم وثروت کے بس کا تھا۔ اسی ربِّ جلیل کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں وہ شعور اور استطاعت عطا کی اور مذہبِ حقہ کی بنیادی کتاب کے ساتھ شیخ صدوقؒ کی دیگر معرکتہ الآرا کتب جو عربی زبان میں تھیں اردو زبان میں ترجمہ کروا کر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم نے اب تک جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف کردہ مندرجہ ذیل کتب کا اردو میں ترجمہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۔ علل الشرائع (جس میں شریعت کے اسباب بتائے گئے ہیں)

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ (کُتبِ اربعہ میں سے ایک ہے)

۳۔ کمال الدین وتمام النعمہ (غیبت پر امامِ عصرؑ کے حکم پر لکھی جانے والی واحد کتاب)

۴۔التوحید (اللہ کی وحدانیت کے بارے میں معصومین کی گفتگو)

۵۔خصال (انسان کی عادتوں کے بارے احادیث)

۶۔ثواب الاعمال وعقاب الاعمال (انسان کے اعمال کی جزاوسزا کے بارے میں احادیث)

۷۔معانی الاخبار (احادیث کی تشریحات ائمہ کی زبانی) (زیرِ نظر کتاب)

زیرِ نظر کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱۶ پر ایک بہت مشہور ومعروف حدیث ہے جس کی طرف میں عوام الناس کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ حدیث یہ ہے۔

۱۔ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا افریقی نے، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب میری امّت میں وہی کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا بالکل ویسا ہی اور یقیناً وہ لوگ بہتر (۷۲) ملّتوں میں متفرق ہو گئے تھے اور عنقریب میری امّت ان سے ایک زیادہ تہتر (۷۳) ملّتوں میں متفرق ہو جائے گی، یہ تمام کے تمام (جہنم کی) آگ میں ہوں گے سوائے ایک کے۔'' راوی کہتا ہے: کہا گیا: یارسول اللہؐ! یہ ایک کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ وہ ہے کہ جس پر آج ہم ہیں میں اور میرے اصحاب۔''

مذکورہ حدیث پر اُمت کے تمام فرقے جو آپس میں شدید فقہی اختلاف رکھتے ہیں مگر اس حدیث پر سب کا اجماع ہے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔اس حدیث کو مسلمانوں کے تمام فرقے (شیعہ، سنّی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث وغیرہ وغیرہ) جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور اپنے اپنے فرقے کو ناجی (نجات پانے والا) اور باقی تمام فرقوں کو جہنمی اور دوزخی گردانتے ہیں۔اور اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے کہ درحقیقت حضور اکرمؐ نے کس فرقے کو ناجی (نجات پانے والا) کہا ہے۔اگر ہم اپنے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے اصحاب کی حیات طیّبہ پر نظر ڈالیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے والے فرقے کو ناجی (نجات پانے والا) کہا ہے۔اس سلسلے میں چند ثبوت پیش کر رہا ہوں۔

۱۔کلمہ شہادت انسان جب تک نہیں پڑھتا وہ مسلمان نہیں بن سکتا۔کلمہ یہ ہے۔اِشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ عَلِيًّ وَلِيُّ اللّٰهِ وَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ خَلِيْفَتُهُ بِلَا فَصْلٍ.

(میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ مومنین کے سردار اور متقیوں کے امام ہیں۔اور اللہ کے ولی اور رسول اللہؐ کے وصی اور خلیفہ ہیں بغیر فاصلے کے)

کلمہ میں جس بات کی گواہی دی جاتی ہے وہ حرف بہ حرف سچ اور حق ہے۔ اس میں رتی برابر بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا حکم سچ بولنے اور اس پر قائم رہنے کا ہے۔ اگر انسان کلمہ پر قائم نہیں رہے گا تو وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائے گا۔

۲۔ حضورِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ میں (پیدائش سے وفات تک) کبھی جھوٹ نہیں کہا اور حق و صداقت پر قائم رہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے تمام اہلِ مکہ سے اپنے صادق اور امین ہونے کی گواہی لے لی۔ اس حقیقت کا اقرار آپؐ کے بدترین دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ کفارِ مکہ نے دشمنی میں بہت سے الزام (مجنوں، شاعر، کاہن وغیرہ وغیرہ) لگائے مگر جھوٹ بولنے کے شائبہ کا بھی اظہار نہیں کیا اور نہ آپؐ کے صادق و امین ہونے سے انکار کی جسارت کر سکے۔

۳۔ پروردگارِ عالم نے اپنی کتاب محکم میں سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم ہے۔" یایھا الذین آمنو ا اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین "
"اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" (سورۃ توبہ: آیت ۱۱۹) انسان سچ بول کر ہی سچوں کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ جھوٹا سچوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ جیسے کہ

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

۴۔ ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام ہمیشہ سچ بولتے رہے اور سچ پر قائم رہے چاہے ان پر کیسا ہی کڑا وقت پڑا ہو۔ یاددہانی کے لئے کربلا کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت امام حسینؑ نے پروردگارِ عالم سے عالمِ ارواح میں وعدہ کیا تھا کہ اے میرے پروردگار اگر تیرے دین پر کوئی برا وقت پڑا تو میں اپنی جان پر کھیل کر تیرے دین کو بچاؤں گا۔ اور اپنا مال و اسباب، اولاد کی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے تیرے دین پر آنچ نہ آنے دوں گا۔ آپؑ نے دیکھا جب یزید ملعون نے اسلام کی دھجیاں بکھیرنی شروع کیں تو امام حسینؑ نے اسے روکا اور درمیان میں آ گئے اور اسے اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیا اور دینِ اسلام کو بگڑنے سے بچا لیا۔ اور اللہ سے عالمِ ارواح میں کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ یعنی سچ پر قائم رہے۔

اب میں قرآن شریف کے چند حوالے اردو میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یوں تو بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر طوالت کی وجہ سے صرف چند حوالے پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ (سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۱۷۷) ترجمہ: نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو۔ نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن اور تمام فرشتوں اور تمام کتب اور تمام انبیاء پر ایمان لایا ہو اور خدا کی محبت میں مال، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور (کنیزوں، غلاموں) کی گردنیں آزاد کرانے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور تنگ دستی اور مصیبت میں، جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں یہی لوگ وہ ہیں، جنہوں نے (عملاً) سچ کر دکھایا

اور یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

۲۔ (سورۃ الزمر۔آیت:۳۳) ترجمہ: اور جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

۳۔ (سورۃ الاحزاب۔آیت:۲۴) ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔ اور اگر چاہے تو منافقوں کو عذاب دے یا ان کو توبہ کی توفیق دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

آج تک میری نظر سے ایسی کوئی حدیث یا آیت نہیں گزری جس میں کہا گیا ہو کہ سچ بولنے والا جہنم میں جائے گا۔ اگر کسی کے علم میں ایسی کوئی حدیث یا آیت ہو تو براہِ کرم میرے علم کے اضافے کے لئے مجھے ضرور بتایئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی کوئی حدیث کسی جھوٹے سے جھوٹے حدیث گھڑنے والے نے نہیں گھڑی ہوگی۔ ہاں ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی ریاکاری، مکاری، حرام کاری، حرام کھا کر، یتیم و بیواؤں کا مال غصب کر کے، جھوٹ بول کر نماز پڑھے یا روزہ رکھے، حج کرے، زکوۃ و خمس ادا کرے، یا دیگر نیک اعمال کرے وہ، جہنم میں جائے گا۔

گناہانِ کبیرہ کے بارے میں تو سب جانتے ہیں کہ کون کونسے گناہ ہیں اہلِ علم و دانش اور صاحبانِ منبر اپنی اپنی تقریروں اور تحریروں میں وقتاً فوقتاً ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں یہ گناہ شرک، کفر، نفاق، قتل، زنا، شراب خوری، والدین کی نافرمانی، غیبت، یتیم و بیواؤں کا مال کھانا وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مگر آج تک کسی نے یہ نہیں بتایا کہ گناہِ اکبر یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ لوگ جانتے ہی نہ ہوں یا پھر پھر جان بوجھ کر چھپاتے ہوں اس لئے کہ شاید وہ لوگ خود اس گناہِ اکبر کا ارتکاب کرتے ہوں۔ بہر حال میں عوام الناس اور طالبعلموں کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جھوٹ بولنا گناہِ اکبر ہے۔ یہ تمام برائیوں کی ماں اور جڑ ہے اسے امّ الخبائث بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی سزا لعنت ہے جو اللہ نے اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی شیطان پر کی ہے۔ پروردگارِ عالم کا ارشاد گرامی ہے۔ ترجمہ: ''اے ابلیس تجھے کیا ہو گیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ (شیطان نے) کہا میں ایسا نہ تھا کہ ایسے بشر کو سجدہ کرتا جس کو تو نے سڑے ہوئے کیچڑ کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ (اللہ نے) کہا پھر تو اس جگہ سے نکل جا۔ بیشک تو مردود ہے۔ اور بیشک تجھ پر قیامت تک لعنت پڑے گی''۔ (سورۃ الحجر: آیت ۳۲۔۳۵)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''پھر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں''۔ (سورہ آلِ عمران۔آیت:۶۱)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ان کے دلوں میں (روحانی) مرض ہے۔ پس اللہ نے ان کے مرض کو بڑھنے دیا اور ان کے جھوٹ بولتے رہنے کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا''۔ (سورہ بقرۃ۔آیت:۱۰)

ایک اور جگہ ربِ العزت کا ارشاد ہے: ''بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جن لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا ان کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے''۔ (سورہ فرقان: آیت ۱۱)

ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر پروردگارِ عالم نے جھوٹ بولنے والوں کے لئے عذاب کی وعید دی ہے، جو ہم مضمون کے طویل

ہونے کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں اور اتنے ہی پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان اور جھوٹ بولنے والے دونوں ہی گناہِ اکبر کا ارتکاب کر کے لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اس طرح یہ دونوں لعنتِ خداوندی کی وجہ سے آپس میں لعنت زاد بھائی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی سوائے ان تین مقامات کے جو یہ ہیں: نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے ۔ ا۔ جنگ میں (دشمن سے) بہانا کرنا ۲۔ اپنی بیوی سے وعدہ میں ۳۔ لوگوں کی اصلاح (کرنے) میں۔ تین مقامات پر سچ بولنا برا ہے۔ ا۔ (کسی کی) چغلی (کرنے) میں ۲۔ عورت کی بدکاری میں اس کے شوہر کو خبر دینا ۳۔ کسی اور آدمی کی بات جھٹلانا (حوالہ: خصال اردو ترجمہ۔ جلد اول۔ باب نمبر ۳۔ حدیث نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۴۷)۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ ابنِ ابی مالک نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) علیہ السلام سے عرض کیا کہ سارے دین کے آداب سے آگاہ فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا: ا۔ حق بات کہنا ۲۔ عادلانہ فیصلہ کرنا ۳۔ اپنے عہد (وعدہ) کو پورا کرنا۔ (حوالہ: خصال اردو ترجمہ۔ جلد اول ۔ باب نمبر ۳۔ حدیث نمبر ۷۹ صفحہ نمبر ۶۱)۔

صاحبانِ محراب و منبر اور اہل علم و دانش حضرات اگر عوام الناس کی رہنمائی کرتے تو شاید زبان سے کلمہ پڑھنے اور دکھاوے کے لئے نماز روزہ کرنے والے سچے مسلمان ہو جاتے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ اور اگر یہی حال رہا تو پاکستان میں کبھی اسلامی نظام نہیں آ سکتا۔ بہر حال ناامیدی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول کر ہم گناہگاروں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ لوگ صرف زبان سے کلمہ پڑھ کر اور اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی سرسری پابندی کر کے مسلمان تو کہلا سکتے ہیں مگر حقیقت میں مسلمان نہیں بن سکتے۔ عوام الناس گناہ اکبر (جھوٹ) کا ارتکاب اس قدر اور اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا معاذ اللہ حکم دیا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ جھوٹ بولنے سے انسان کے تمام نیک اعمال اس طرح ختم ہو جاتے ہیں جیسے سوکھی ہوئی لکڑی کو آگ جلا کر ختم کر دیتی ہے۔ لوگ جھوٹ بولنے کے لئے بہت سے جواز پیش کرتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ جھوٹ بولے بغیر اس زمانے میں کام نہیں چلتا، سچ بولنے سے آدمی ذلیل و خوار ہو کر بھوکا مر جاتا ہے، جھوٹ کو عقلمندی اور ذہانت کا درجہ دیا جاتا ہے، سچ بولنے والے کو بے وقوف اور احمق کہا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے سے شاید وقتی طور پر کچھ فائدہ ہو جاتا ہو مگر اس کا نقصان دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہوتا ہے۔ دنیا میں جھوٹ کھل جانے پر انسان سب کی نظروں میں قابلِ نفرت اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور قیامت میں جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔ میں ایسے لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کا حکم دے کر معاذ اللہ غلطی کی ہے؟ کیا حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی سچ پر قائم رہ کر اور سچ بول کر معاذ اللہ غلطی کی ہے؟ کیا امام حسین علیہ السلام نے اللہ سے عالم ارواح میں کیا ہوا عہد پورا کر کے معاذ اللہ غلطی کی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ سچ بولنے والے کو پروردگار عالم ذلیل و خوار کر کے بھوکا مارے اور جھوٹ بولنے والے کو عیش و عشرت میں رکھے اگر

ایسا کہیں دیکھنے میں آتا ہے تو اس کی وجہ کچھ اور ہوگی۔ پروردگارِ عالم تو ایسا رحیم و کریم ہے جو اپنے دشمنوں کو بھی جو جھوٹے، مکار، ریاکار، کافر، مشرک، منافق ہیں ان سب کو روزی دیتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سچے کو روزی بمعہ برکت نہ دے۔ پروردگار پر اس قسم کے الزامات لگانے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑ سکتا ہے بلکہ انسان خود اپنے کافر، مشرک، ملعون ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ اللہ پر توکل کم ہوجاتا ہے۔ ایمان ختم ہوجاتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں وہ تمام خواتین وحضرات جو اہلبیت علیہ السلام کی مودت کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے اپنے ہاتھ اپنے اپنے سروں اور سینوں پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے خدا کو حاضر ناضر جانو سوچیں اور اس بات کا فیصلہ کریں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کس حد تک پورے اترتے ہیں۔ ہر شخص اپنے بارے میں خوب جانتا ہے اور خود ہی صحیح فیصلہ کرسکتا ہے۔ ایسے وقت میں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ پروردگارِ عالم دلوں کے بھید بہتر جانتا ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی دوسرا کسی کے بارے میں تنقید کرے تو وہ برا مان کر لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ اسلئے میں یہ فیصلہ قارئینِ کرام پر چھوڑتا ہوں مجھے یقین ہے کہ سب کا فیصلہ اثبات میں ہوگا مگر اگر خدانخواستہ جواب نفی میں ہو تو اس بات کا پتہ سوائے آپ خود اور اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہوگا۔ تو آپ اس لمحہ اپنے پروردگار کے روبرو صدقِ دل سے توبہ کریں، اور سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کا عہد کریں۔ یقیناً وہ غفور و رحیم ہے وہ آپ کی توبہ قبول کرے گا۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھول کر ہم پر بڑا احسانِ عظیم کیا ہے۔ انشاءاللہ آپ ناجی فرقہ میں شامل ہوجائیں گے۔

جو خواتین وحضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ جھوٹ بولنے کی عادت اتنی پختہ ہوگئی ہے کہ ختم نہیں ہوسکتی۔ ان کے لئے عرض ہے کہ اللہ کی ذات سے ناامیدی کفر ہے ایسے افراد کیلئے ایک نسخہ تجویز کر رہا ہوں ان شاءاللہ عمل کرنے سے کامیابی حاصل ہوگی۔

''گر قبول افتد زہے عزّ و شرف''

''آپ ہر نماز کے بعد کم از کم ایک تسبیح (یعنی ۱۰۰ مرتبہ) سورۃ آلِ عمران کی آیت ۶۱ کے آخری حصہ کا ورد کریں چاہے عربی میں پڑھیں چاہے اردو میں۔'' لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ '' (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت)۔ اور جو نماز نہیں پڑھتے ہوں وہ لوگ صبح سے شام تک کسی بھی وقت کم از کم ۵۰۰ مرتبہ اس کا ورد کریں۔ اس طرح سے یہ فائدہ ہوگا کہ جس وقت آپ کے منہ سے جھوٹ نکلے گا تو آپ کو یہ خیال آئے گا کہ میں خود ۵۰۰ مرتبہ جھوٹوں پر لعنت کرتا ہوں اور خود جھوٹ بول رہا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی آپ یقیناً گناہِ اکبر کا ارتکاب کرنے سے بچ جائیں گے۔ اس طرح ان شاءاللہ کچھ عرصے بعد اس عمل کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے۔ آپ کے تمام نیک اعمال قبول ہونا شروع ہوجائیں گے۔ گھر سے نحوست اور پریشانیاں چلی جائیں گی اور برکت اور آسانیاں آنا شروع ہوجائیں گی۔ آپ کی جائز دعائیں قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے گا اور نیک اعمال کے مواقع فراہم کرے گا۔ اس سے آپ کو اتنے اور ایسے فوائد حاصل ہوں گے جن کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ صرف اس جگہ استاد قمر جلالوی کی ایک غزل کا ایک شعر نذر کر رہا ہوں۔

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے

جگہ تلک نہ رہی میرے آشیانے کو

یہاں ایک بات واضح کردوں تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے اور وہ یہ کہ سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا ہے اور سچ پر قائم رہنا ہے۔ موقع محل کی نزاکت کو دیکھ کر جھوٹ بولنے سے منافق اور مشرک بن جانے کا امکان ہے۔ کیونکہ سچ بولنا اللہ کا حکم ہے اور جھوٹ بولنے میں ہماری مرضی ہے۔ اس طرح اللہ کی مرضی میں ہماری مرضی شریک ہو کر ہم کو مشرک بنا دے گی۔ اور ایسا سچ انسان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ جس طرح دس من پاک اور طاہر دودھ میں پیشاب کا ایک قطرہ ڈالنے سے سارا دودھ نجس اور ناپاک ہو جاتا ہے اور استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ اسی طرح برسوں کا سچ بولنا اور اس پر قائم رہنا اس وقت بیکار ہو جاتا ہے جب کسی بھی وجہ سے انسان جھوٹ بولتا ہے۔

بہت سے مقامات پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچوں کی پہچان کرائی ہے۔ یاد دہانی کے لئے واقعہ مباہلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب اہل نجران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی دن تک بحث کرتے رہے اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا: ''ہم اپنے بچوں کو لاتے ہیں تم اپنے بچوں کو لاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ پھر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں''۔ (سورۃ آلِ عمران: آیت ۶۱)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ بچوں کو میدان مباہلہ میں لا کر بتلا دیا کہ سچے افراد کون ہیں؟ اور وہ پنجتن پاک ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) جناب رسولِ خداؐ (۲) امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام (۳) جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا (۴) حضرت امام حسن علیہ السلام (۵) حضرت امام حسین علیہ السلام۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجی (نجات پانے والا) ہوگا اور باقی تمام فرقے جہنم میں جائیں گے۔ اور وہ فرقہ سچ بولنے والا اور سچ پر قائم رہنے والا فرقہ ہوگا چاہے وہ کسی مسلک کا پیروکار ہو۔ باقی تمام کے تمام فرقے جہنم میں جائیں گے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔

''وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ''

کتاب کی ضخامت کم رکھنے کے لئے ہم نے عربی متن شامل نہیں کیا البتہ جہاں ناگزیر تھا وہاں عربی متن بھی تحریر کر دیا ہے۔ ہم قوم کے باشعور طبقے کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے ہماری کاوشوں کو سراہا ہے۔ بہت سے کرم فرماؤں نے ہمارے لئے ایسے تعریفی کلمات لکھے جن کے لئے شاید ہم اہل نہیں تھے مگر یہ ان کی محبت اور حوصلہ افزائی ہے۔ ہم ان سب افراد کا دل کی گہرائی سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام حضرات کے لئے پروردگار سے دعا گو ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ان تمام حضرات کے درجات کو دنیا اور آخرت میں بلند فرما، ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت فرما، سوائے غمِ حسینؑ کے انہیں کوئی غم نہ دے۔

حرفِ آخر کے طور پر عرض ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ وہ چاہے کتنی ہی عرق ریزی کر لے مگر غلطیوں اور خامیوں سے پاک کوئی

کام انجام نہیں دے سکتا۔ بہر حال ہم نے پروردگار عالم سے یہ بھی دعا کی ہے اور اپنی طرف سے اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ، کتابت اور طباعت کے سلسلے میں کسی قسم کی غلطی نہ ہونے پائے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو یا ہوگئی ہو تو ہم پیشگی معذرت خواہ ہیں۔ اور قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری توجہ اس جانب ضرور مبذول کرائیں تا کہ آئندہ کی اشاعت میں شکریہ کے ساتھ ان کا ازالہ کیا جا سکے۔

ہم اپنی اس حقیری کوشش کو امامِ عصرؑ جو ہمارے آقا و مولا بھی ہیں اور دینِ اسلام کے سرپرست بھی ہیں کے توسط سے تمام معصومینؑ کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے پروردگارِ عالم سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کا ثواب ہمارے والدین جنہوں نے ہماری پیدائش کو حلال بنایا اور کل مومنین و مومنات کو عطا کر اور جملہ قارئینِ کرام کو احکاماتِ معصومینؑ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہم پروردگارِ عالم سے مزید دعا گو ہیں کہ تو محمدؐ آن کی آلِ پاک کے دشمنوں کو، اسلام کے دشمنوں کو، مشرکوں کو، کفار کو، یہود و نصاریٰ کو، قران پاک کے احکام کے خلاف حکم جاری کرنے والوں کو، اور ان احکام کو ماننے اا اور عمل کرنے والوں (زندہ، مردہ) کو دنیا و آخرت دونوں جگہ سزا دے۔ دنیا میں اذیت ناک اور لا علاج امراض میں مبتلا کر اور آپس میں لڑا کر تباہ و برباد کر دے اور آخرت میں دردناک عذاب عطا کر۔

''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو''

خاکپائے اہلبیت

سید اشفاق حسین نقوی

گفتارِ مترجّم

الحمد لله ربّ العالمین و الصلاۃ و السلام علی سیّدنا محمدؐ و علی آله الطیبین الطاهرین المعصومین المظلومین۔

کتاب ''معانی الاخبار'' کے مؤلف شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں جن کی ولادت کے لئے ۳۰۵ ہجری کا سال بیان کیا جاتا ہے اور آپ غیبت صغریٰ کے زمانہ کے ممتاز علماء میں سے ایک ہیں جو اپنے زمانہ کے مرجع وقت اور ایک کامل مجتہد تھے۔ آپ کی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کتب اربعہ میں شامل ہے۔ آپ کی دیگر کئی کتابیں اردو ترجمہ کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جن کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی تالیفات کو پیش کرنا بغیر توفیق پروردگار اور بغیر نگاہِ خصوصی معصومین علیہم السلام ممکن نہیں ہے۔

آپ علم و عمل اور قول و کردار کے ایسے روشن نشان تھے کہ آپ کی صداقت کی کثرت نے آپ کو صدوق کے نام سے موسوم کر دیا۔ آپ کی وفات ۳۸۱ ہجری میں ہوئی اور اس اعتبار سے آپ نے ۷۶ سال کی عمر پائی مگر جیسے کہ معروف ہے اور صحیح بھی ہے کہ عالم کی زندگی اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک اس کا علم جاری و ساری رہتا ہے، شیخ صدوقؒ ایک ہزار سال گذر جانے کے باوجود آج بھی اپنی تالیفات کے ذریعے سے اسی طرح علوم آلِ محمدؐ کی تشہیر کر رہے ہیں جس طرح سے انہوں نے اپنے زمانہ حیات میں کی تھی۔

شیخ صدوقؒ کی یہ کتاب جو ''معانی الاخبار'' کے نام سے معروف ہے اس اعتبار سے ممتاز و بے مثل ہے کہ اس میں کلام معصومؑ کو کلام امامؑ کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک معصومؑ کے کلام کی وضاحت دوسرے معصومؑ کے کلام سے ہو جاتی ہے اور اگر کوئی حدیث معصومؑ سے غلط منسوب کر دی گئی ہو یا اس میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو تو دوسرے معصومؑ اس کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں کہ میرے جدؑ نے یہ نہیں فرمایا تھا یا میرے جد نے اس طرح نہیں بلکہ اس انداز سے فرمایا تھا۔ یہاں باتوں کا کیا اختلاف ہوگا جہاں اول بھی محمدؐ ہے، اوسط بھی محمدؐ، جہاں آخر بھی محمدؐ ہے بلکہ کل کے کل محمدؐ ہیں۔ شیخ صدوقؒ نے تقریباً ہر معصومؑ سے روایت کو نقل کیا ہے۔

اُس زمانہ میں جب کہ وسائل کی انتہائی کمی تھی ان راویانِ حدیث نے بستی بستی سفر کر کے کلام معصومؑ کو یکجا کیا اور آج ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان پر عمل پیرا ہوں تا کہ ان کی محنتوں کا عملی ثمرہ ظاہر ہو۔

زمانہ قدیم کی طرح اب حصول علم کا وہ رجحان نہیں رہا اور نہ ہی ویسے بلند و بالا مینار سامنے آتے ہیں سوائے چند گنے چنے افراد کے۔ موجودہ دور میں مادی وسائل کے اعتبار سے ہم کسی حد تک آگے نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں مگر علمی اعتبار سے زوال کا شکار ہو گئے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر کیوں ہمارے خاندان بغیر علماء کے نظر آتے؟ کیا ایسا ہونا ممکن ہے کہ آل محمدؐ کے چاہنے والوں کا خاندان ہو اور اس خاندان میں ایک بھی علوم آل محمدؐ کا حامل نہ ہو۔ ہم نے علم کی روح کو ترک کر دیا اور لفاظی کو علم کا نام دے دیا۔ علمی عروج کا وہ زمانہ تب ہی پلٹ کر آ سکتا

ہے جب ہر گھر یا کم سے کم ہر خاندان یہ طے کر لے کہ اس کے گھر میں بھی ایک شیخ صدوق کی مانند عالم ہو۔

اس کتاب کا اردو میں ترجمہ اس لئے بھی مشکل تھا کہ اس کتاب میں کئی مقامات پر عربی الفاظ کی دیگر عربی الفاظ کے ذریعے وضاحت کی گئی ہے(۱) اور اس کے ترجمہ کو واضح کرنے کے لئے درمیان میں عربی الفاظ کو لانا ضروری تھا، پھر بھی کوشش یہی کی گئی ہے کہ ترجمہ اس انداز سے ہو کہ عربی زبان سے ناواقف افراد کو روانی سے مطالعہ کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ البتہ یہ بات تو واضح ہے کہ یقیناً کوتاہی رہی ہوگی اس لئے قارئین اور خاص طور سے اہل علم سے گذارش ہے کہ جہاں پر متوجہ ہوں وہاں پر ہمیں بھی متوجہ کر دیں تا کہ آئندہ کے ایڈیشن میں اصلاح کر لی جائے۔

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ معصومین علیہم السلام کے صدقے میں اس کتاب کے مؤلف شیخ صدوق علیہ الرحمہ کو، اس کے ناشر جناب اشفاق صاحب کو اور اس کتاب کی تیاری کے مراحل میں ہاتھ بٹانے والے دیگر تمام افراد کو بشمول اس ناچیز کے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر:
دلاور حسین محتی
مدرس: جامعہ علمیہ،
ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی۔

(۱) کتاب کی ضخامت کم رکھنے کے لئے عربی متن شامل نہیں کیا گیا البتہ جہاں ناگزیر تھا وہاں عربی متن بھی تحریر کر دیا گیا ہے۔ (ادارہ)

جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین، و صلّی اللہ علی محمد عبدہ و رسولہ و علی آلہ الطاھرین و سلّم تسلیماً (کثیرا).

(۱) ☆وہ باب کہ جس کی وجہ سے اس کتاب کا نام ''کتاب معنی الاخبار'' رکھا گیا☆

شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ، فقیہ، قمّی، ری سے آنے والے، اس کتاب کے مصنف - رضی اللہ عنہ وقدّس روحہ - فرماتے ہیں:

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید - رضی اللہ عنہما - نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ؛ عبداللہ بن جعفر حمیری؛ احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطّار - رحمھم اللہ -، نے ان تمام نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسان واسطی نے، اس شخص سے کہ جنہوں نے ان سے ذکر کیا داود بن فرقد سے، انہوں نے کہا کہ ہم نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''تم لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھ دار اس وقت ہو جب تم ہمارے کلام کے معنی کو پہچان لو، بیشک کلام کو کئی معانی کی طرف پھیرا جا سکتا ہے، پس اگر انسان چاہے تو اپنے کلام کو جس طرف چاہے پھیر دے جبکہ وہ جھوٹ (بھی) نہیں بول رہا ہوتا۔''

۲۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے برید الرزّاز سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپ نے فرمایا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اے بیٹے! تم شیعوں کے منازل و مقام کو ہماری روایتوں اور ہماری معرفت کے ذریعے پہچانو، بیشک معرفت ہی روایت کو (کما حقہ) سمجھنا ہے اور روایتوں کو سمجھنے کی وجہ سے مؤمن ایمان کے انتہائی درجہ تک بلند ہوتا ہے، یقیناً میں نے علی علیہ السلام کی کتاب میں نگاہ کی تو اس میں پایا کہ: ہر آدمی کی قیمت اور قدر اس کی معرفت ہے، بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں سے دنیا میں ان کو عطا کردہ عقلوں کی مقدار کے مطابق حساب لے گا۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرورؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد ابن عامر سے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابراہیم الکرخی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''ایک حدیث کہ جس کو تم سمجھ لیتے ہو ان ایک ہزار احادیث سے بہتر ہے کہ جن کو تم روایت کرتے ہو۔ اور تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک کہ ہمارے کلام کے مختلف اطراف اور زاویوں کی معرفت حاصل نہ کر لے: بیشک ہمارے کلام میں سے

ہر کلمہ ستر تعبیروں کی طرف پھیرا جا سکتا ہے اور ہمارے لئے ان میں سے ہر معانی نکالنے کے لئے راہ کھلی ہوئی ہے۔''

(۲)☆اسم کے معنی☆

۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے حسین بن عبداللہ سے، انہوں نے محمد ابن عبداللہ، موسیٰ بن عمر اور حسن بن علی بن ابی عثمان سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے ''اسم'' کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(یہ) موصوف کے لئے صفت ہے۔'' ﴿یعنی اسم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے ذریعے سے موصوف - چاہے وہ شخص ہو یا کوئی چیز - کی حالت و کیفیت و خصوصیات اور اسے کس نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ - مترجم۔﴾

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے اسی اسناد کے ساتھ، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا اللہ عزّ وجلّ مخلوقات کو خلق کرنے سے پہلے اپنے نفس کی معرفت رکھتا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: کیا وہ اسے دیکھتا تھا اور اس کی باتیں سنتا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ اس بات کا محتاج ہی نہیں تھا چونکہ وہ ایسا نہیں تھا کہ اپنے نفس سے کسی چیز کا سوال کرے اور نہ اس سے کسی چیز کو طلب کرتا تھا، وہ اس کا نفس ہے اور اس کا نفس (ہی) وہ خود ہے، اس کی قدرت نافذ و موثر ہے، پس وہ محتاج ہی نہیں تھا کہ اپنے آپ کا کوئی نام رکھے مگر اس نے دوسروں کی خاطر اپنے کچھ نام رکھے تا کہ وہ اُسے ان ناموں کے ذریعے پکاریں، چونکہ جب نام کے بغیر پکارا جاتا ہے تو پہچان نہیں ہو پاتی، تو پہلا نام کہ جس کو اس نے اپنے لئے پسند فرمایا وہ ''العلی العظیم'' ہے چونکہ وہ تمام کی تمام چیزوں سے بلند ہے، پس اس کی ماہیت و حقیقت ''اللہ'' ہے اور اس کا نام ''العلی العظیم'' ہے اور یہ اس کے ناموں میں سب سے پہلا نام ہے چونکہ وہ ہر چیز پر بلند و بالا ہے۔''

(۳)☆بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس میں ''الباء بهاء الله'' (حرف با کا مطلب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی)، ''السین سناء الله'' (سین سے مراد اللہ تعالیٰ کی بلندی)، ''المیم مجد الله'' (میم سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت) - بعض نے روایت کیا ہے ''ملک الله'' (اللہ تعالیٰ کی بادشاہت) - اور اللہ سے مراد ہر چیز کا

پروردگار اور رحمٰن تمام عالم کے لئے (رحمت کے معنی میں) ہے اور رحیم (یعنی وہ رحمت جو) صرف مؤمنین کے لئے خاص ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جنہوں نے ان سے بیان کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام سے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''با سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، سین سے مراد اللہ تعالیٰ کی بلندی و رفعت، میم سے مراد اللہ تعالیٰ کا ملک و سلطنت۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: اللہ سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''(اللہ کے لفظ میں) الف سے مراد ''آلاء'' نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات پر ہماری ولایت کے ذریعے سے نازل فرمائی ہے، (اللہ کے لفظ میں) لام سے مراد اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنی مخلوق پر ہماری ولایت کا لازم کر دینا ہے۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: لفظ اللہ میں ''ھا'' سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''(اس سے مراد) ھوان (پستی و رسوائی) ہے ان لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے محمدؐ و آل محمد صلوات اللہ علیہم کی مخالفت کی۔'' میں نے عرض کیا: الرحمٰن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''تمام عالم کے لئے (رحمت)'' میں نے عرض کیا: الرحیم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''صرف مؤمنین کے لئے خاص طور سے (رحمت)''۔

(۴) ☆ بسم اللہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی بنی ھاشم کے غلام احمد بن محمد بن سعید نے، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام سے ''بسم اللہ'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کہنے والے کے قول 'بسم اللہ' یعنی (میں) اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کے سمات میں کسی ''سمۃ'' کے ذریعے نشان لگاتا ہوں، اور یہ عبادت ہے۔'' راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے عرض کیا: ''سمۃ'' سے کیا مراد ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''علامت''۔

(۵) ☆ ''اللہ'' عزّ وجلّ کے معنی ☆

۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسی بن جعفر الکاظم علیہما السلام سے، راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام سے ''اللہ'' عزّ وجلّ کے معنی کے متعلق سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ غلبہ رکھتا ہے ان تمام چیزوں پر کہ جو دقیق اور چھوٹی

اور جلیل اور بڑی ہیں۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم جرجانی مفسرؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابوالحسن علی بن محمد بن سیار نے اور یہ دونوں امامیہ شیعوں میں سے تھے، ان دونوں نے اپنے اپنے والد سے، انہوں نے امام حسن بن علی بن محمد عسکری علیہم السلام سے اللہ تعالی کے قول ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ وہ ہے کہ جس کی جانب اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں تمام مخلوقات آہ وزاری کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ہر ایک سے جب امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں اور (جب) اسکے علاوہ سب کے سب اسباب وذرائع قطع ہو جاتے ہیں، تم کہتے ہو ''بسم اللہ'' یعنی میں اپنے تمام امور میں اس اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے سوائے اس کے، جو فریاد کو پہنچتا ہے جب فریاد کی جائے، وہ کہ جو جواب دیتا ہے جب پکارا جائے، اور یہ وہی بات ہے کہ جب کسی شخص نے صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ: فرزند رسولؐ! اللہ کے سلسلے میں میری رہنمائی کریں، وہ کیا ہے؟ کیونکہ اکثر اوقات بحث کرنے والے میرے ساتھ بحث کرتے ہیں اور مجھے حیرت میں ڈال دیتے ہیں، اس سے امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے بندۂ خدا! کیا تو کبھی کشتی پر سوار ہوا ہے؟'' اس نے کہا: ہاں، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ کشتی ٹوٹ گئی ہو اور کوئی (دوسری) کشتی ایسی نہ ہو جو تجھے نجات دلا دے اور نہ کوئی ماہر تیراک ہو کہ جو تجھے بچا لے؟'' اس نے کہا: ہاں، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا اس وقت تیرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ چیزوں میں سے کوئی چیز اس بات پر قادر ہے کہ جو تجھے تیری اس ہلاکت سے نجات دلا دے؟'' اس نے کہا: ہاں، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''یہی چیز وہ اللہ ہے کہ جو اس مقام پر نجات دلانے پر قادر ہے کہ جہاں کوئی راہ نجات نہ ہو اور وہ اس جگہ پر اعانت و مدد پر قادر ہے کہ جہاں پر کوئی فریاد رس نہ ہو۔''

(۶) ☆ واحد کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابوھاشم جعفری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر الثانی امام محمد تقی علیہ السلام سے سوال کیا کہ واحد کا معنی کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ کہ جس پر تمام زبانیں وحدانیت کے ساتھ یکجا ہو جائیں۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب بن نصر بن عبدالوھاب بن عطاء بن واصل السجزی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن ضمرۃ الشعرانی عمّاری نے جو کہ عمار ابن یاسرؓ کی اولاد میں سے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد عبیداللہ بن یحییٰ بن عبدالباقی اذنی نے اذنہ میں، انہوں نے ابوالمقدام ابن شریح بن ھانی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ جنگ جمل کے دوران ایک اعرابی امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا: یا امیر المؤمنینؑ! کیا آپ کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے؟ راوی کہتا ہے کہ اس وقت لوگ اس شخص پر حملہ آور ہوئے اور کہنے لگے: اے اعرابی! کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ امیر المومنین علیہ السلام دل کے

افتراق (اور جنگ کی شدت) کی کس صورت حال میں مبتلا ہیں؟ (یہ کونسا وقت ہے سوال کرنے کا)، اس موقع پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، یقیناً جس چیز کا اعرابی نے ارادہ کیا ہے یہ وہی چیز ہے کہ جس کو میں اس قوم سے چاہ رہا ہوں؟ (یعنی اس جنگ سے ہدف اصلی یہی ہے کہ لوگ حق کے بارے میں سوال کریں)، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اعرابی! بیشک اس قول میں کہ اللہ ایک ہے چار قسمیں ہیں: ان میں سے دو قسمیں اللہ عزّ وجلّ کے سلسلے میں جائز نہیں ہیں اور دو قسمیں اس میں ثابت ہیں۔

جہاں تک تعلق ان دو قسموں کا ہے کہ جو اس کے سلسلے میں جائز نہیں ہیں (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) جب کہنے والا ''ایک'' کہے اور اس کی مراد گنتی والا ایک ہو تو یہ جائز نہیں ہے چونکہ اس کا کوئی دوسرا نہیں ہے (اور اس وجہ سے) وہ گنتی والے ایک میں داخل نہیں ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اس کو ''تین کا تیسرا'' (۱) کہنے والوں کو کافر قرار دیا ہے، اور (دوسری قسم کہ جو جائز نہیں ہے یہ ہے کہ) کہنے والا کہے کہ وہ لوگوں میں سے ایک ہے اور مراد اس کی جنس میں سے ایک نوع ہو تو یہ جائز نہیں ہے چونکہ یہ تو پروردگار کو تشبیہ و شباہت دینا ہے اور ہمارا پروردگار اس سے بلند و اعلیٰ ہے۔

اور وہ دو قسمیں کہ جو اس کے سلسلے میں جائز ہیں (اس میں سے پہلی یہ ہے کہ) جب کہنے والا کہے کہ وہ ایسا ایک ہے کہ چیزوں میں اس کا مشابہ نہیں ہے، تو ہمارا پروردگار ایسا ہی ہے (اور دوسری قسم یہ کہ) اور کہنے والا کہے ''بیشک اللہ عزّ وجلّ احدی المعنی ہے'' یعنی وہ ایسا یکتا ہے کہ نہ تو اس کو اس کے وجود میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عقل میں اور نہ ہی وہم میں، ہمارا عزّت و جلالت والا پروردگار ایسا ہی ہے۔''

(۷) ☆ صمد کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ربیع بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس وقت سنا کہ جب آپؑ سے صمد کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''صمد اسے کہتے ہیں کہ جس کے لئے کوئی (کھوکھلا پن اور) کمی نہ ہو۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاقؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب نے، انہوں نے علی بن محمد سے، انہوں نے سہل بن زیاد سے، انہوں نے محمد بن ولید۔ اور ان کا لقب شباب الصیرفی ہے۔ سے، انہوں نے داود بن القاسم الجعفری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ علیہ السلام کا فدیہ قرار پاؤں، صمد کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ایسا سردار جس کی جانب ہر کم اور ہر زیادہ کے سلسلے میں رجوع کر کے بے نیاز ہوا جائے۔''

(۱) امام علیہ السلام کا اشارہ سورۂ مائدہ کی آیت ۳۷ کی طرف ہے۔ مترجم۔

۳۔ ہم سے بیان کیا ابو محمد جعفر بن علی ابن احمد الفقیہ القمی ثم الایلاقی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو سعید عبدان بن فضم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن یعقوب بن محمد بن یونس بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے خجندہ کے شہر میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوبکر محمد بن احمد بن شجاع الفرغانی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو محمد الحسن بن حماد العنبری نے مصر میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن عبدالجلیل برقی نے، انہوں نے ابو بختری وھب بن وھب قرشی سے انہوں نے ابو عبداللہ الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''صمد اس چیز کو کہتے ہیں جس کے لئے کوئی (کھوکھلا پن اور) کمی نہ ہو، صمد وہ ہے کہ جس کے ساتھ تمام بلندی اور سرداری انتہا کو پہنچتی ہو، صمد وہ ہے کہ جو نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے؛ صمد وہ ہے کہ جو سوتا نہیں ہے؛ اور صمد وہ ہے کہ جس کے لئے نہ ماضی میں زوال تھا اور نہ حال و مستقبل میں زوال ہے۔ (یعنی وہ ثابت تھا، ہے اور رہے گا)۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: محمد بن حنفیہ۔ قدس اللہ روحہ۔ فرمایا کرتے تھے: صمد وہ ہے کہ جو اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو اور دوسروں سے بے نیاز ہو، اور ان کے علاوہ دوسرے نے فرمایا ہے: صمد وہ ہے جو کون و فساد (۱) سے بلند و برتر ہے اور صمد وہ ہے کہ جس کو تغیر و تبدیل ہونے والی چیزوں کے ذریعے سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: صمد وہ سردار ہے کہ جس کی ایسی فرماں برداری کی جاتی ہے کہ اس سے بلند و بالا کوئی حکم کرنے والا اور منع کرنے والا نہیں ہے۔

فرمایا: علی بن حسین زین العابدین علیہما السلام سے ''صمد'' کے بارے میں سوال کیا کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''صمد وہ ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ اسے چیزوں کی حفاظت مشقت اور پریشانی میں ڈالتی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ ہے۔''

وھب بن وھب قرشی کہتے ہیں کہ زید بن علی علیہ السلام نے فرمایا: ''صمد وہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو کہے ''کن فیکون'' (ہو جا، تو ہو جاتا ہے)؛ صمد وہ ہے کہ جس نے چیزوں کو خلق کرنے کی ابتداء کی (جبکہ اس کے پاس پہلے سے کوئی نمونہ نہیں تھا)، پس اس نے ان چیزوں کو ایک دوسرے سے مختلف، ہم شکل اور جوڑی بنا کر خلق فرمایا اور وہ یکتا ہونے میں ایسا منفرد ہے کہ نہ کوئی اس کے مدمقابل ہے، نہ وہ شکل رکھتا ہے اور نہ کوئی مثل اور نہ کوئی ہم نشین۔''

وھب بن وھب قرشی کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''فلسطین سے ایک وفد امام باقر علیہ السلام کی

(۱) کون یعنی ہونا یعنی پروردگار اس بات سے بلند ہے کہ اس کے لئے کون کی صفت لگائی جائے کہ نہیں تھا پھر ہوا اور پھر نہیں ہوگا، اور فساد سے مراد حالتوں کی تبدیلی اور کیفیتوں کا فاسد ہونا یعنی پروردگار کی ذات اس بات سے بلند ہے کہ اس کی حالت و کیفیت میں کوئی تبدیلی و فساد واقع ہو کہ پہلے بچہ تھا پھر جوان ہوا اور پھر بوڑھا ہو۔

وغیرہ۔ مترجم۔

خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے چند مسائل کے متعلق سوالات کئے تو امام باقر علیہ السلام نے ان کو جوابات دیئے پھر ان لوگوں نے (سورۂ اخلاص میں موجود لفظ) ''الصمد'' کے بارے میں سوال کیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کی تفسیر یوں ہے کہ ''الصمد'' میں پانچ حروف ہیں، پس اس میں جو الف ہے وہ دلالت کرتا ہے اس کی ''انیت'' (ذات کی نشاندہی) پر، جیسا کہ اللہ عزّ وجل کا فرمان ہے: ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ'' (خدا گواہی دیتا ہے کہ یقیناً کوئی معبود نہیں ہے اس کے سواء۔) ﴿سورۂ آل عمران: آیت-۱۸۔﴾ اور اس میں تنبیہ اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حواس اسے درک نہیں کر سکتے (اور وہ حواس خمسہ سے غائب ہے، نہ اسے دیکھا جا سکتا ہے، نہ سنا جا سکتا ہے، نہ چکھا جا سکتا ہے، نہ چھوا جا سکتا ہے اور نہ ہی سونگھا جا سکتا ہے)، الصمد میں ''لام'' اس کی الٰہیت و معبود ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ معبود وہی اللہ ہے۔

اور الصمد کے ''الف-لام'' ادغام ہو جاتے ہیں (جب ہم سورۂ اخلاص میں اللہ الصمد کو ملا کر پڑھتے ہیں) اور زبان سے ظاہر نہیں ہوتے اور نہ ہی سننے میں واقع ہوتے ہیں صرف یہ دونوں لکھنے میں آتے ہیں، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کی معبودیت اپنے لطف کی وجہ سے مخفی ہے اور حواس اسے درک نہیں کر سکتے اور نہ وہ کسی صفت بیان کرنے والے کی زبان پر واقع ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی سننے والے کے کان پر، چونکہ ''الہ'' کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ایسا ہے کہ مخلوق اس کے ماہیت و کیفیت کو اپنے حواس کے ذریعے سے یا اپنے وہم و گمان کے ذریعے سے سمجھنے کے متعلق حیران و سرگرداں ہے۔ نہیں بلکہ وہی وہم و گمان کو وجود بخشنے والا ہے اور وہی حواس کا خالق ہے (تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ وہم و گمان جو کہ خود مخلوق ہے اس میں خالق کی ماہیت کا وہم آ سکے اور وہ حواس جس کو حواس جس خالق نے بنایا اسے وہی محسوس کرنے لگے)۔

اور الصمد کا الف-لام لکھتے وقت فقط اس لئے ظاہر ہوتا ہے تا کہ یہ دلیل بن جائے اس بات پر کہ اللہ سبحانہ کی ربوبیت و سلطنت مخلوقات کے وجود میں آنے کے زمانہ سے بالکل واضح ہے، اور پروردگار نے لطیف روحوں کو لوگوں کے کثیف اور موٹے جسموں کے ساتھ مرکب کر دیا کہ جب بندہ اپنے نفس کی طرف دیکھتا ہے تو اپنی روح کو نہیں دیکھ پاتا جس طرح ''الصّمد'' کے تلفظ کے وقت لام ظاہر نہیں ہوتا اور نہ تلفظ کے وقت یہ لام حواس خمس میں سے کسی حس میں داخل ہوتا ہے، پس جب بندہ لکھائی کی طرف نگاہ کرتا ہے تو اس کے لئے مخفی اور لطیف دونوں ہی ظاہر ہو جاتے ہیں۔

یہی صورت حال ہے جب بندہ پروردگار کی ماہیت اور کیفیت کے سلسلے میں غور و فکر کرتا ہے تو اس بارے میں اپنے آپ کو قاصر پاتا ہے اور حیرانی کی حالت میں رہتا ہے اور اس کی فکر کسی ایسی چیز کا احاطہ نہیں کر پاتی کہ جس کو وہ پروردگار کے سلسلے میں تصوّر کرے چونکہ اللہ عزّ وجلّ ہی صورتوں کا خالق ہے (تو پھر اس کی صورت کیسے ذہن میں آ سکتی ہے) (ہاں مگر) جب وہ اس کی مخلوق کی طرف نگاہ کرتا ہے (تو جس طرح الصمد کا لام لکھتے وقت نظر آ جاتا ہے اسی طرح) اس کے لئے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہی عزّت و جلالت والا پروردگار ان تمام کا خالق ہے اور اسی نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کے ساتھ مرکب کر دیا ہے۔

جہاں تک ''الصمد'' کے صاد کا تعلق ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پروردگار عزّ وجلّ صادق ہے، اس کا قول صادق ہے، اس کا

کلام صادق ہے اور اس نے اپنے بندوں کو سچائی کے ساتھ سچائی کی پیروی کرنے کی دعوت دی ہے اور اس نے سچائی کے ساتھ سچائی کے گھر (آخرت) کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''الصمد'' کے میم کا ہے تو یہ اس کے ملک وسلطنت پر دلیل ہے اور یہ کہ پروردگار عزّ وجل ایسا برحق بادشاہ ہے کہ اس کے لئے نہ ماضی میں زوال تھا نہ حال میں اور نہ مستقبل میں ہوگا اور نہ اس کا ملک زوال پانے والا ہے۔

اور جہاں تک ''الصمد'' کے دال کا تعلق ہے کہ تو یہ دلیل ہے اس کے ملک کے دوام پر اور اس بات پر کہ پروردگار عزّ وجلّ کو دوام ہے، وہ ہونے (نہ ہونے) اور زوال سے بلند ہے بلکہ وہی عزّ وجلّ ہے کہ جس نے کائنات کو ہونے والی بنایا (جب کہ وہ پہلے نہیں تھی)، وہ وہ ہے کہ جس کے ہونے سے ہر ہونے والی چیز کا ہونا مربوط ہے۔ (کہ ہر چیز اپنے وجود کے لئے پروردگار عالم کی محتاج ہے جبکہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے)۔'' اور میں نے اس حدیث کو مکمل طور پر کتاب ''التوحید'' میں ''قل ھو اللہ احد'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

(۸) ☆ائمہ علیہم السلام کے قول: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ شئے ہے'' کے معنی☆

۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبّاس بن عمرو فقیمی سے، انہوں نے ھشام بن حکم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے زندیق سے۔ اس وقت کہ جب اس نے سوال کیا کہ: اللہ کیا چیز ہے؟۔ فرمایا: ''وہ شئے ہے جو چیزوں کے برخلاف، میرا مطلب اپنے قول "شئے" سے اس کے معنی کا اثبات ہے (اعتراف وجود ہے) اور وہ شئے ہے اس معنی میں کہ چیزوں کی حقیقت کے اعتبار سے ایک حقیقت رکھتا ہے نہ اس معنی میں کہ وہ جسم رکھتا ہے اور صورت رکھتا ہے۔''(۱)

۲۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف کہ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ ''بیشک اللہ شئے ہے'' تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، (مگر) اس کو دو حدوں سے خارج کردو: مہمل کی حد اور تشبیہ کی حد۔'' (۲)

(۱) یعنی چیز کہنے سے یہ تصور نہ آئے کہ ایسی چیز ہے کہ جو جسم کی مانند جگہ کو گھیرتی ہے اور نہ اس معنی میں کہ وہ صورت وشکل رکھتا ہے کہ اسے دیکھا جاسکتا بلکہ شئے اس معنی میں کہ اس کا وجود ایک حقیقت ہے۔ مترجم

(۲) یعنی اللہ کو شئے کہا جاسکتا ہے مگر اس کی وجہ سے یہ ذہن میں نہ آئے کہ اس شئے کہنے کی کوئی حد بندی نہیں ہے بلکہ یہ عام اشیاء کی مانند نہیں ہے بلکہ جب شئے کہا جائے تو مراد یہ ہو کہ وہ مہمل کی حد سے نکل کر بالکل واضح حقیقت رکھنے والی شئے ہے اور اسی طرح یہ ایسی شئے نہیں ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۹) ☆ سبحان اللہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ہشام بن عبدالملک سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''سبحان اللہ'' کے معنی کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے طربال کے غلام سلیم سے، انہوں نے ہشام الجوالیقی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجلّ کے قول: ''سبحان اللہ'' کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اس کا پاکیزہ و منزہ ہونا۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حمزہ شعرانی عماری۔ جو کہ عمار بن یاسر کی اولاد سے ہیں۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد عبیداللہ بن یحییٰ بن عبدالباقی الاذنی نے اذنہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن الحسن المعانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یزید نے، انہوں نے یحییٰ بن عقبہ بن ابی العیزار سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حجّار نے، انہوں نے یزید بن الاصمّ سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عمر بن الخطابؓ سے سوال کیا کہ اے امیرالمؤمنین ''سبحان اللہ'' کی کیا تفسیر ہے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک اس دیوار کے پیچھے ایک ایسا شخص ہے کہ جب وہ سوال کرتا تھا تو (رسول اللہؐ) اُس کو خبر دیتے تھے اور جب وہ خاموش ہو جاتا تو وہ (رسول اللہؐ) خود سے کلام کی ابتداء فرماتے، پس وہ شخص (وہاں) داخل ہوا، تو وہ علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ پس اس نے کہا: یاابالحسن! سبحان اللہ کی کیا تفسیر ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ عزوجلّ کی بزرگی کی تعظیم کرنا اور اس کو ان تمام باتوں سے پاک و منزہ قرار دینا کہ جو ہر شرک کرنے والا اس کے سلسلہ میں کہتا ہے۔ پس جب کوئی بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو تمام فرشتے اس کے لئے رحمت طلب کرتے ہیں۔''

کہ جس کو کسی سے تشبیہ دی جا سکے بلکہ خداوند متعال تشبیہ و تمثیل کی حد سے بالا و برتر ہے۔ ۔مترجم۔﴾

کے اوصاف بیان کئے جاسکیں۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکلؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ العطار نے، انہوں سہل بن زیاد سے، انہوں نے ابن محبوب سے، انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے امامؑ کے پاس "اللہ اکبر" کہا تو آپؑ نے فرمایا کہ: "اللہ کس چیز سے بڑا ہے؟ اس نے کہا: ہر چیز سے۔ پس ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تو نے اسے محدود کر دیا ہے"۔ تو اس شخص نے عرض کیا: پھر میں کس طرح کہوں؟۔ آپؑ نے فرمایا: "اللہ اکبر واعلیٰ ہے اس بات سے کہ اس کی توصیف کی جاسکے۔"

(۱۲) ☆ الاوّل والآخر کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکلؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابی عمیر سے، انہوں نے ابن اُذینہ سے، انہوں نے محمد بن حکیم سے، انہوں نے میمون البان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جب آپؑ سے اللہ عزوجل کے قول "ھو الاوّل والآخر" کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "وہ ایسا اول ہے کہ جس سے پہلے کوئی نہیں اور نہ اس سے پہلے کسی کی ابتداء ہوئی ہے اور ایسا آخر کہ جس کی انتہاء و اختتام نہیں ہے جیسا کہ مخلوقات کی صفات میں یہ چیز تصوّر کی جاسکتی ہے۔ لیکن خدا قدیم اول و دیرینہ وجود ہے کہ جس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اور ایسا آخر جو نہ کبھی زوال پذیر ہوا تھا اور نہ کبھی زوال پذیر ہوگا، بغیر کسی ابتدا اور بغیر کسی انتہا کے، اس پر حوادث عارض نہیں ہوتے اور نہ ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہوتا ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

(۱۳) ☆ ان الفاظ کے معنی جو قرآن مجید اور روایات میں توحید کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے، انہوں نے منصور بن یونس سے، انہوں نے ابوحمزہ کے ہم نشین سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "کلُّ شئٍ ھالکٌ الاّ وجھہ" (اس

کی ذات کے سوا ہر شے ہلاک ہونے والی ہے) (سورہ قصص، آیت: ۸۸) سے کیا مراد ہے؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''پس ہر چیز ہلاک ہو جائے گی اور اس کی ذات باقی رہے گی'' بیشک اللہ عزوجل اس چیز سے بہت بلند ہے کہ اس کو ''وجہ'' کے ساتھ موصوف کیا جائے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے اس دین اور دستور کے کہ جو اس کی جانب سے عطا کیا گیا ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن الحسین سعد آبادی نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ربیع الورّاق سے، انہوں نے صالح بن سہل سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرہ کے'' کے سلسلہ میں روایت کیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ ''(چہرے سے مراد) ہم ہیں۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس المعاذی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید کوفی ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن الحسن بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا میں نے الرضا علی بن موسیٰ علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول: کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون۔ ''یاد رکھو انہیں روز قیامت پروردگار کی رحمت سے روک دیا جائے گا'' (سورۂ المطففین، آیت: ۱۵) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کو کسی ایسی جگہ سے موصوف نہیں کیا جا سکتا کہ جس میں وہ حلول ہو جائے کہ جس کے نتیجے میں وہ اپنے بندوں سے اس جگہ میں پوشیدہ ہو، بلکہ اس سے پروردگار عزوجل کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے ثواب کے متعلق حجاب و پردہ میں ہوں گے۔ اور آپؑ سے میں نے اللہ عزوجل کے قول: وجآء امر ربک والملک صفاً صفا۔ ''اور تمہارے پروردگار کا حکم اور فرشتے صف در صف آ جائیں گے'' (سورۂ فجر: آیت-۲۲) کے متعلق سوال کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل کو آمد و رفت (آنے جانے) سے موصوف نہیں کیا جا سکتا وہ (ایک جگہ سے دوسری جگہ) منتقل ہونے سے بہت بلند ہے۔ اور اس سے فقط مراد یہ ہے کہ تیرے پروردگار کا امر و حکم اور فرشتے صف در صف آ جائیں گے۔'' اور آپؑ سے اللہ عزوجل کے قول: هل ینظرون الاّ ان یا تیهم الله فی ظلل من الغمام والملا ئکة۔ ''یہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ابر کے سایہ کے پیچھے عذاب خدا یا ملائکہ آ جائیں'' (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۱۰) کے متعلق سوال کیا، تو آپؑ نے فرمایا: ''پروردگار فرماتا ہے کہ وہ لوگ اس بات کے انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو بادلوں کے سائے میں ان کے پاس لے آئے اور یہ آیت اسی معنی میں نازل ہوئی۔'' اور میں نے آپؑ سے اللہ عزوجل کے قول: سخر الله منهم۔ ''خدا ان کا بھی مذاق بنا دے گا'' (سورۂ توبہ، آیت: ۷۹) الله یستهزی بهم. ''خدا خود ان کو مذاق بنائے ہوئے ہے'' (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۵) اور مکروا و مکر الله. ''انہوں نے مکاری کی تو اللہ نے بھی جوابی تدبیر کی'' (آل عمران، آیت: ۵۴) اور یخادعون الله وهو خادعهم ''(منافقین) خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور خدا ان کو دھوکے میں رکھنے والا ہے'' (سورۂ نساء، آیت: ۱۴۲) کے متعلق سوال کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ ہنسی اڑاتا ہے اور نہ مذاق کرتا ہے، نہ مکاری کرتا ہے

نہ دھوکہ دیتا ہے بلکہ اللہ عزوجل ان کو بدلہ دیتا ہے۔ ہنسی اڑانے کا بدلہ، مذاق کرنے کا بدلہ، مکر کرنے کا بدلہ، دھوکہ دہی کا بدلہ (جیسا وہ لوگ کرتے ہیں ویسا ہی بدلہ ان کی طرف پلٹا دیتا ہے) اللہ بلند و بالا ہے ان باتوں سے جو ظالمین کہتے ہیں۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن عصام الکلینیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد۔ جو کہ علان الکلینی کے نام سے معروف ہیں۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد عسکری علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسموٰات مطویات بیمینہ ''جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں ہوں گے'' (سورۂ زمر، آیت: ۶۷) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی سرزنش ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اللہ کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انہوں نے کہا کہ بے شک روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے ہاتھ میں ہوں گے تو پروردگار نے (اس آیت کی ابتدا میں) فرمایا ''اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے'' (چونکہ انہوں نے انسانوں کی طرح پروردگار کی طرف ہاتھ کی نسبت دی) جیسا کہ (ایک دوسری جگہ پر) پروردگار عزوجلؑ نے ارشاد فرمایا: وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء ''اور ان لوگوں نے خدا کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے'' (سورۂ انعام، آیت ۹۱) پھر اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو (ان آلائشوں) مٹھی اور ہاتھ سے منزہ و پاکیزہ قرار دیا اور فرمایا۔ سبحانہ تعالیٰ عما یشرکون ''وہ پاک و بلند ہے ان باتوں سے جو مشرکین کہتے ہیں'' (سورۂ زمر آیت: ۶۷)

۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن عصام کلینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد۔ جو کہ علّان کے نام سے معروف ہیں۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو حامد عمران بن موسیٰ بن ابراہیم نے، انہوں نے حسین بن قاسم الرقام سے، انہوں نے قاسم بن مسلم سے، انہوں نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول: نسوا اللہ فنسیھم ''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا'' (سورۂ توبہ آیت ۶۷) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نہ تو بھولتا ہے نہ ہی سہو و غلطی کرتا ہے۔ فقط حدوث پذیر ہونے والی مخلوق (کسی چیز کو) فراموش کر دیتی ہے اور (کسی چیز میں) سہو اور غلطی کر دیتی ہے۔ کیا تم نے پروردگار عزوجل کا قول نہیں سنا کہ پروردگار فرماتا ہے: وما کان ربک نسیا ''اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے'' (سورۂ مریم، آیت: ۶۴) اور فقط قابل سزا ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اس کی ملاقات کے دن کو بھلا دیا اس طرح سے کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو بھلا دیا ہے جس طرح کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم. اولئک ھم الفاسقون ''اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے خود ان کے نفس کو بھی بھلا دیا اور وہ سب واقعی فاسق اور بدکار ہیں'' (سورۂ حشر، آیت: ۱۹)۔ ایک اور جگہ پر اللہ عزوجل نے فرمایا: فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقآء یومھم ھذا ''آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے آج کے دن کی

ملاقات کو بھلا دیا تھا'' (سورۂ اعراف، آیت: ۵۱) یعنی ہم ان کو ترک کر دیں گے جس طرح انہوں نے اپنی آج کے دن کی ملاقات کی تیاری کو ترک کر دیا تھا۔''

۶۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے عباس بن ھلال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول: اللہ نور السموات والارض ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' (سورۂ نور، آیت: ۳۵) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''(پروردگار) ہادی ہے اہل آسمان کے لئے اور ہادی ہے اہل زمین کے لئے۔''

برقی کی روایت میں ہے۔'' خدا نے ان لوگوں کی ہدایت کر دی ہے جو آسمانوں میں ہیں اور خدا نے ان لوگوں کی (بھی) ہدایت کر دی ہے جو زمین میں ہیں۔''

۷۔ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ہارون تیسّی نے مدینۃ السلام میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد ابی ثلج نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن ایوب نے، انہوں نے محمد بن غالب سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے حسن بن ایوب سے، انہوں نے حسین بن سلیمان سے، انہوں نے محمد بن مروان ذھلی سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ '' اللہ نور السموات والارض.'' کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل ایسا ہی ہے۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ .''مثل نورہ.''(نور کی نسبت جو پروردگار کی طرف دی گئی ہے) سے کیا مراد ہے؟۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: ''(اس سے مراد حضرت) محمدؐ ہیں۔'' میں نے عرض کیا۔'' کمشکوۃ''(چراغ دان) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک''۔ میں نے عرض کیا۔'' فیھا مصباح.''(کہ اس میں چراغ ہے) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا ''اس سینہ میں علم کا نور ہے یعنی نور نبوت۔'' میں نے عرض کی۔'' المصباح فی زجاجۃ'' (چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''رسول اللہؐ کا علم صادر ہوا ہے علیؑ کے قلب کی طرف۔''

میں نے عرض کی'' کانّھا'' سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم نے کیوں'' کانھا'' پڑھا۔ (یعنی ضمیر مؤنث کیوں پڑھی؟) میں نے عرض کی کہ میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، میں اس کو کس طرح پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: '' کانہ کوکب دری.'' (قندیل ایک جگمگاتے ستارے کی مانند ہے) پڑھو۔ میں نے عرض کی کہ '' یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ.'' (جو زمینوں کے بابرکت درخت سے روشن کیا جائے جو نہ مشرق والا ہو نہ مغرب والا) (سورۂ نور، آیت: ۳۵) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''یہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں نہ یہودی مراد ہے نہ نصرانی۔'' میں نے عرض کی: '' یکاد زیتھا یضی ولو لم تمسسہ نار'' (اور قریب ہے کہ اس کا روغن بھڑک اٹھے چاہے اسے آگ مس بھی نہ کرے) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''قریب ہے کہ آل محمدؐ میں سے ایک عالم کے منہ سے علم خارج ہو قبل اس کے کہ اس کے متعلق کوئی بات کی جائے۔'' میں نے عرض کیا۔''نور علیٰ نور .'' (یہ نور بالائے نور

ہے) سے کیا مراد ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ''ایک امام کے بعد دوسرا امام ہے۔''(۱)

۸۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن الحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر نے، انہوں نے ابی عبداللہ البرقی سے، انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ سے، انہوں نے ابی ایوب خزاز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اللہ عزوجل کے قول: یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ''اے ابلیس تیرے لئے کیا شئے مانع ہوئی کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے'' (سورۂ ص: آیت-۷۵) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ ''ید'' (ہاتھ) کلام عرب میں قوت اور نعمت کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا۔ واذکر عبدنا داود ذاالایید ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو ہاتھ والے (صاحب طاقت) بھی تھے'' (سورۂ ص: آیت-۱۷) اور پروردگار نے فرمایا: والسمآء بنینھا بایید ''اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے'' (سورۂ الذاریات: آیت-۴۷) یعنی اپنی قوت سے اور فرمایا: وایدھم بروح منہ ''اور ان کی اپنی خاص روح کے ذریعے تائید کی ہے'' (مجادلہ: ۲۲) یعنی ان کو قوی بنا دیا، اور کلام عرب میں کہا جاتا ہے: ''لفلان عندی ید بیضا'' تو یہاں پر ''ید'' سے مراد نعمت ہے۔''

۹۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے حسن بن علی الخزاز سے، انہوں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے، اور ہم اپنے نبیؐ کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے، اور ہمارے شیعہ ہمارے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: ''دامن سے مراد نور ہے۔''

۱۰۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالۃ بن ایوب سے، انہوں نے أبان بن عثمان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا: ''بے شک اللہ عزوجل کے لئے ایک خاص مخلوق ہے کہ جن کو اس نے اپنے نور سے خلق کیا ہے جو کہ رحمت ہے اس کی رحمت میں سے اس کی رحمت کی خاطر۔ پس وہ مخلوق اللہ کی دیکھنے والی آنکھ ہے اور اس کے سننے والے کان ہیں، اور وہ اس کی مخلوق میں اس کی اجازت سے بولنے والی زبان ہے اور وہ حفاظت کرنے والی ہے پروردگار کی نازل کردہ قبولیت عذر، باخبر کرنے والی چیزوں اور حجت و دلیل کی۔ پس ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ برائیوں کو دفع کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے نقصانات کو روکتا ہے اور انہی کی وجہ سے اللہ رحمت کو نازل فرماتا ہے اور انہی کی وجہ سے زندہ کو مردہ کرتا ہے اور مردہ کو زندہ کرتا ہے اور انہی کے ذریعے سے خدا اپنی مخلوق کو بلا میں مبتلا کرتا ہے اور انہی کے ذریعے سے اپنی مخلوق میں کسی مسئلہ میں فیصلے کرتا ہے۔'' میں نے عرض کی: میں آپ کا فدیہ قرار

(۱) یہ حدیث سورۂ نور کی آیت-۳۵ کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔-مترجم۔

پاؤں یہ کون لوگ ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اوصیاء۔''

۱۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے عمر بن اُذینہ سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول: و نفخت فیه من روحی ''اور اس میں اپنی روح پھونکوں'' (سورۂ حجر: آیت-۲۹) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا ''روح وہ ہے کہ جس کو اللہ نے پسند فرمایا اور اس کو چن لیا اور اس کو خلق فرمایا اور اس کی نسبت اپنی طرف دی اور اس کو تمام ارواح پر فضیلت دی پھر پروردگار نے امر فرمایا (اور چاہا) تو اس روح میں سے بعض حصے کو آدمؑ میں پھونک دیا۔''

۱۲۔ مجھ سے بیان کیا ہمارے اصحاب وعلماء میں سے ایک سے زیادہ نے، انہوں نے محمد بن ابی عبداللہ کوفی سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن الحسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر نے، انہوں نے قاسم بن عروۃ سے، انہوں نے عبدالحمید طائی سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول ''اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا'' کے متعلق سوال کیا کہ یہ پھونکنے کی کیفیت کیا تھی؟ پس آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بے شک روح ہوا کی طرح متحرک ہے۔ اور اس کا نام روح رکھا گیا چونکہ اس کا نام کو ریح (ہوا) سے نکالا گیا ہے۔ اور اس پروردگار نے روح کو نکالا ہے فقط لفظ رَوْح سے اس لئے کہ روح ریح کا ہم جنس ہے (روح اور ریح دونوں کا مصدر رَوْح ہے) اور اس روح کی نسبت پروردگار نے اپنی ذات کی طرف دی اس لئے کہ اس کو تمام ارواح پر چن لیا ہے جس طرح کہ اس نے تمام گھروں میں سے ایک گھر (خانہ کعبہ) کو چنا ہے۔ پس اس نے فرمایا۔ ''بیتی'' (یعنی میرا گھر) اور اس نے تمام رسولوں میں سے ایک رسول کے لئے کہا۔ ''خلیلی'' (میرا دوست) اور اسی طرح یہ روح بھی ہے [اور تمام وہ چیزیں ہیں کہ] جن کو پیدا کیا گیا، بنایا گیا، عدم سے وجود میں لایا گیا۔ ان کی پرورش کی گئی اور ان کو مہیا کیا گیا۔

۱۳۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، محمد بن اسماعیل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن العباس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبیس بن ہشام نے، انہوں نے عبدالکریم بن عمرو سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول:۔ فاذا سوّیت و نفخت فیه من روحی ''پھر جب مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں'' (سورۂ حجر: آیت-۲۹) کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا ''(میری روح سے مراد) میری قدرت ہے۔''

۱۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن الحسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین ابن الحسن بن ابان نے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ امیرالمؤمنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''میں ہدایت کرنے والا ہوں، میں ہدایت یافتہ ہوں، میں یتیموں اور مسکینوں کا باپ اور سرپرست ہوں، میں بیواؤں کا سرپرست ہوں، میں تمام ضعیفوں اور تمام خائف لوگوں کی پناہ گاہ ہوں، میں تمام مؤمنین کی جنت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوں، میں اللہ کی مضبوط رسّی ہوں اور اللہ سے توسل کا محکم ترین ذریعہ ہوں۔ میں کلمۂ

تقویٰ ہوں، میں عین اللہ اور اس کی سچی زبان اور ید اللہ ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کا وہ حق ہوں کہ جس کے بارے میں وہ فرماتا ہے۔ ان تقول نفس یا حسرتی علیٰ ما فرّطت فی جنب اللہ ''پھر تم میں سے کوئی نفس یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی'' (سورۂ زمر: آیت-۵۶) اور میں اللہ کا وہ ہاتھ ہوں جو اللہ کے بندوں پر رحمت اور مغفرت کے ساتھ پھیلایا ہوا ہے، اور میں باب حطّہ (کلمہ استغفار) ہوں جس نے مجھے پہچان لیا، میرے حق کو پہچان لیا، یقیناً اس نے اپنے رب کو پہچان لیا چونکہ میں اس کی زمین پر اس کے نبی کا وصی اور اس کی مخلوق پر اس کی حجت ہوں، اس کا انکار نہیں کرتا ہے مگر وہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو رد کرنے والا ہے۔''

۱۵۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ابی عبداللہ البرقی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے، انہوں نے اس شخص سے جس سے اس نے سنا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: و قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ ''اور یہ یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' (سورۂ مائدہ: آیت-۶۴) کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''ان (یہود) کی مراد یہ نہیں ہے (کہ خدا ہاتھ رکھتا ہے) بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہے تو اب وہ کوئی اضافہ یا کمی نہیں کر سکتا۔ پس اللہ جل جلالہ نے ان کی بات کو جھٹلانے کے لئے ارشاد فرمایا: غلت ایدیھم و لعنوا بما قالوا بل یدہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشآء ''اصل میں انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے'' (سورۂ مائدہ۔ آیت:۶۴) کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: یمحو اللہ ما یشآء و یثبت و عندہ ام الکتاب ''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے'' (سورۂ رعد۔ آیت:۳۹)۔

۱۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن الحسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے محمد بن الحسن الصفّار سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے المشرقی سے، انہوں نے ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بل یداہ مبسوطتان.'' (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں)۔ میں نے عرض کیا: اسی طرح کے دونوں ہاتھ ہیں۔ اور میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ تو امامؑ نے فرمایا: ''نہیں، اگر ایسا ہوتا تو وہ مخلوق ہوتا (خدا نہ ہوتا)۔''

(۱۴) ☆ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کے معانی ☆

۱۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ یقطینی سے، انہوں نے مشرقی حمزہ بن ربیع سے، انہوں نے اس سے جس نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ میں ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی

خدمت میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں عمرو بن عبید آیا اور اس نے امامؑ سے عرض کی: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، اللہ عزّ وجلّ کے قول: ومن یحلل علیه غضبی فقد هوی ''جس پر میرا غضب نازل ہوا تو وہ یقیناً گمراہ (ہلاک) ہوا'' (سورۂ طٰہٰ: آیت-۸۱) میں غضب سے کیا مراد ہے؟ ابوجعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد عقاب وسزا ہے اے عمرو! یقیناً جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ بیشک اللہ عزّ وجلّ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف زوال پذیر ہوتا ہے تو یقیناً اس نے خدا کے لئے مخلوق کی صفت لگادی، پس بیشک اللہ عزّ وجلّ پر نہ تو کوئی چیز کمزوری اور تنفر کو عارض کرسکتی ہے اور نہ تو کوئی چیز اس پر قوی ہونے اور خوش ہونے (جیسی حالتوں) کو عارض کرسکتی ہے۔''

۲۔ اور انہی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فلمّا آسفونا انتقمنا'' (جب ان لوگوں نے ہم کو جھنجھلا دیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا) (سورۂ زخرف: آیت-۵۵) کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری طرح سے جھنجلاہٹ کا شکار نہیں ہوتا مگر اس نے اپنی ذات کے لئے کچھ ایسے اولیاء کو خلق فرمایا ہے کہ جو (لوگوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے) جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتے ہیں اور (اطاعت کی وجہ سے) راضی ہوتے ہیں، اس نے ان اولیاء کو عاقبت اندیش وصاحب تدبر بنا کر خلق کیا ہے اور پروردگار نے ان کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا ہے اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ پروردگار نے ان اولیاء کو اپنی جانب دعوت دینے والے اور اپنی طرف سے حجّت ودلیل قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے یہ لوگ اس منزلت اور مقام پر فائز کئے گئے ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پروردگار کے ساتھ بھی وہی چیز متصل و مربوط ہوتی ہے جو اس کی مخلوقات سے متصل ہوتی ہے بلکہ اس کے وہی معنی ہیں جو بیان کئے گئے ہیں (کہ اس سے برگزیدہ بندوں کی رضا اور ناراضگی مراد ہے) اور یقیناً پروردگار نے (حدیث قدسی میں) بھی فرمایا ہے: جس نے میرے ولی ودوست کی توہین کی تو یقیناً وہ میرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مقابلے پر آ گیا اور مجھے جنگ کی دعوت دی۔ اور پروردگار نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: من یطع الرسول فقد اطاع الله ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔'' (سورۂ نساء: آیت-۸۰)، اور یہ بھی فرمایا ہے: ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله ''بیشک وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔'' (سورۂ فتح: آیت-۱۰) اور یہ اور اس قسم کی تمام باتیں اسی طرح سے ہیں کہ جس کا میں نے تمہارے سامنے تذکرہ کیا ہے، یہ صورت حال اس کے راضی ہونے، غضب ناک ہونے اور ان دونوں کے علاوہ چیزوں کے لئے ہے کہ جو اِن رضا وغضب کی ہم شکل ہیں۔ اور اگر یہ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہونا اور پریشان ہونا خود مکوِّن پروردگار کی طرف متصل ہوجاتا جب کہ وہ خود ہی ان دونوں (جھنجلاہٹ اور پریشانی) کو وجود میں لانے والا اور ان کو پیدا کرنے والا ہے تو پھر کہنے والے کے لئے ممکن ہوتا کہ وہ یوں کہتا: مکوِّن پروردگار کسی دن نابود اور ختم ہوجائے گا چونکہ جب اس کے اوپر پریشانی اور غصّے جیسی چیزیں داخل ہوجاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں تغیّر وتبدیلی داخل ہورہی ہے، اور جب کسی ذات میں تغیّر اور تبدیلی داخل ہوجائے تو پھر وہ فنا ونابودی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اور اگر ایسا ہوجائے تو مخلوق کی جانب سے خالق کی معرفت ہی نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند ہے جیسا کہ بلند ہونا چاہئے اور جیسا کہ بڑا اور بزرگ ہونا چاہیئے، وہ تمام چیزوں کا خالق ہے اور اس کو کوئی محتاجی نہیں ہے اور جب اسے کوئی

محتاجی نہیں ہے تو پھر اس کی ذات کی حد بندی کرنا اور اس کی کیفیت بیان کرنا محال ہے، پس تم اس بات کو سمجھو (اور غور و فکر کرو) ان شاء اللہ۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبّاس بن عمرو فقیمی سے، انہوں نے ھشام بن حکم سے کہ ایک شخص نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے راضی ہونا اور ناراض ہونا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ہاں، مگر یہ اس انداز سے نہیں ہے کہ جو اس کی مخلوق میں پایا جاتا ہے۔ مخلوق پر بیشک جب خوشی اور غضب داخل ہوتا ہے تو وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے ہیں چونکہ مخلوق چند ایسی اشیاء کا مرکب ہے کہ جس میں خوشی اور غصہ وغیرہ کا تغیر اپنا راستہ بنا لیتا ہے، جبکہ ہمارا خالق ایسا ہے کہ اس میں ایسی چیزوں کے داخل ہونے کی کوئی راہ نہیں ہے، وہ واحد ہے، وہ ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے اور معنی کے اعتبار سے بھی یکتا ہے (کہ اس کی ماہیت عین ذات ہے) تو پس اس کا راضی ہونا اس کا ثواب ہے اور اس کا ناراض ہونا اس کی سزا ہے بغیر کسی ایسی دوسری چیز کے دخل انداز ہوئے جو ایک حالت کو دوسری حالت میں تبدیل کرنے اور تغیر پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے، پس بیشک یہ تو اس کی مخلوق کی صفت ہے کہ جو عاجز اور محتاج ہیں جب کہ وہ تبارک وتعالیٰ قوت والا اور عزت واختیار والا ہے اسے کوئی محتاجی نہیں ہے ان چیزوں کی کہ جن کو اس نے خود خلق فرمایا ہے بلکہ ساری کی ساری خلقت اس کی محتاج ہے، اس نے صرف اور صرف چیزوں کو خلق کیا بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی سبب کے عدم سے وجود میں لاتے ہوئے اور بغیر کسی نمونے کے آغاز کرتے ہوئے۔"

(۱۵) ☆اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت، گمراہی، توفیق اور بندوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کے معانی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ وراق؛ محمد بن احمد بن شیبانی اور علی بن احمد بن محمد۔ رضی اللہ عنہم۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جعفر بن سلیمان بصری سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: من یھدی اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیاً مرشدا "وہ کہ جسے اللہ ہدایت دے دے وہی ہدایت قبول کرنے والا ہے اور وہ کہ جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو پس تم اس کے لئے کسی سرپرست اور راہنمائی کرنے والے کو نہیں پاؤ گے۔" (سورۂ کہف: آیت-۱۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ ظالمین کو قیامت کے دن اپنے کرامت کے گھر کے بارے میں گمراہ چھوڑ دے گا اور ایمان رکھنے اور عمل صالح انجام دینے والوں کو اپنی جنّت کی جانب ہدایت فرمائے گا جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشآء

''اور اللہ ظالمین کو گمراہی میں چھوڑ دے گا اور اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے'' (سورۂ ابراہیم: آیت-۲۷) اور اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ان الذین آمنو اوعملوا الصالحات یھدیھم ربھم بایمانھم تجری من تحتھم الانھار فی جنات النعیم ''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی نعمتوں والی جنّتوں (کی طرف) ہدایت کرے گا کہ جن میں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔'' (سورۂ یونس: آیت-۹) راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول: وما توفیقی الا باللہ ''میری کوئی توفیق نہیں ہے سوائے پروردگار کی مدد سے'' (سورۂ ہود: آیت-۸۸) اور اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول: ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غلبہ پانے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۱۶۰) اس سلسلے میں وضاحت فرمایئے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ اللہ عزّ وجلّ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو انجام دیتا ہے تو اس کا یہ انجام دینا اللہ عزّ وجلّ کے حکم کی موافقت کرنا ہے اور اس بندے کا نام ''موفّق'' (کہ جس کے حکم کو خدا کے ساتھ موافقت کی توفیق نصیب ہوئی) رکھا جاتا ہے، اور جب کوئی بندہ ارادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالی کی نافرمانیوں میں سے کسی چیز میں داخل ہو تو اللہ تعالی اس کے اور اس گناہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اس نافرمانی کو ترک کر دیتا ہے، تو اس بندے کا اس نافرمانی کو ترک کرنا اللہ تعالی کی توفیق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور جب پروردگار اس کے اور اس نافرمانی کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ڈالے اور اس کے اور اس نافرمانی کے درمیان حائل نہ ہو، تو یقیناً (اس کا مطلب یہ ہے کہ) خدا نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور اس کی مدد نہیں کی ہے اور اس کو (نافرمانی سے بچنے کی) توفیق نہیں دی ہے۔

(۱۶) ☆لاحول ولاقوّۃ الاّ باللہ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن زکریا بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارۃ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے ''لا حول و لا قوّۃ الاّ باللہ'' کے معنی کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(اس کے معنی ہیں کہ) کسی طاقت کے ہم مالک نہیں ہیں اللہ تعالی کی نافرمانی (سے بچنے کے) بارے میں سوائے اللہ کی مدد سے اور کسی قوّت کے ہم مالک نہیں ہیں اللہ تعالی کے اطاعت کرنے پر مگر یہ کہ اللہ عزّ وجلّ کی توفیق کے سبب۔''

(۱۷)☆قران کے سوروں میں شروع میں آنے والے ''حروف مقطعات'' کے معانی☆

۱۔ ہم کو خبر دی ابوالحسن محمد بن ہارون زنجانی نے اس خط میں جس کو انہوں نے علی بن احمد بغدادی کے ہاتھ ہمیں بھیجا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معاذ بن مثنیٰ عنبری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن اسماء نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جویریہ نے، انہوں نے سفیان بن سعید ثوری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''یا ابن رسول اللہؐ! اللہ عزّ وجلّ کے قول: الم، المص، الر، کھیعص، طہ، طسم، یس، ص، حم، حمعسق، ق، اور ن کے کیا معانی ہیں؟'' امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سورۂ بقرہ کے شروع میں آنے والا ''الم'' کے معنی ہے ''انا اللہ الملک'' (میں اللہ ہوں جو کہ بادشاہ ہوں) اور آل عمران کے شروع میں آنے والے ''الم'' کے معنی ہے ''انا اللہ المجید'' (میں اللہ ہوں جو کہ بغیر استحقاق کے عطا کرنے والا ہوں) اور ''المص'' کے معنی ہے کہ ''انا اللہ المقتدر الصادق'' (میں اللہ ہوں جو کہ اقتدار رکھنے والا اور صادق ہوں) اور ''الر'' کے معنی ہے ''انا اللہ الروف'' (میں اللہ ہوں جو کہ مہربان ہوں)، اور ''المر'' کے معنی ہے ''انا اللہ المحیی الممیت الرزاق'' (میں اللہ ہوں جو کہ زندہ کرنے والا، مارنے والا اور رزق دینے والا ہوں)، اور ''کھیعص'' کے معنی ہیں ''انا الکافی الھادی الولی العالم الصادق الوعد'' (میں کفایت کرنے والا، ہدایت کرنے والا، سرپرستی کرنے والا، علم رکھنے والا اور وعدے کا سچا ہوں)، اور ''طہ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے معنی ہیں: ''یا طالب الحق الھادی الیہ'' (اے حق کے طلب کرنے والے اور حق کی جانب ہدایت کرنے والے) ''ہم نے قران کو تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم زحمت میں پڑ جاؤ'' بلکہ اس لئے کہ تم اس کے ذریعے ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اور ''طس'' کے معنی ہیں ''انا الطالب السمیع'' (میں طلب کرنے والا، سننے والا ہوں)، اور ''طسم'' کے معنی ہیں ''انا الطالب السمیع المبدی المعید'' (میں طلب کرنے والا، سننے والا اور بغیر کسی وسیلے کے خلقت کی ابتداء کرنے والا ہوں اور اس کو لوٹانے والا ہوں)، اور ''یـــس'' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں: ''یاایھا السامع للوحی'' والقران الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (سورۂ یٰس) (اے وحی کے سننے والے، قران حکیم کی قسم یقیناً تم مرسلین میں سے ہو صراط مستقیم پر)، اور ''ص'' تو یہ ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے بہہ رہا ہے اور یہ وہی ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے معراج کے موقع پر وضو کیا تھا، اور اس میں جبرئیل روزانہ ایک دفعہ داخل ہو کر غوطہ لگاتے ہیں پھر اس سے باہر آتے ہیں اور اپنے بالوں کو حرکت دیتے ہیں، پس ان کے بالوں میں سے کوئی قطرہ نہیں گرتا مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے ایک فرشتے کو خلق فرماتا ہے جو اللہ کی تسبیح وتقدیس وتکبیر وتحمید قیامت تک کرتا رہے گا۔ اور ''حم'' تو اس کے معنی ہیں ''الحمید المجید'' (وہ جو قابل حمد ہے و بزرگوار ہے) اور ''حمعسق'' تو اس کے معنی ہیں ''الحلیم المثیب العالم السمیع القادر القوی'' (وہ حلیم و بردبار، ثواب عطا کرنے

والا، علم رکھنے والا، سننے والا، قدرت والا اور قوت والا ہے) اور "ق" تو یہ ایک ایسا پہاڑ ہے کہ جس نے زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اسی سے آسمان کی شادابی ہے اور اسی کے ذریعے اللہ نے زمین کو اہل زمین پر گرا دینے سے روکے رکھا ہے، اور "ن" تو یہ ایک نہر ہے جنت میں، اللہ عزّ وجلّ نے (اس نہر سے) فرمایا: "جم جا" تو وہ جم گئی اور روشنائی میں منتقل ہوگئی، پھر اللہ عزّ وجلّ نے قلم سے فرمایا: "لکھ" تو قلم نے لوح محفوظ میں جو کچھ ہو چکا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے تحریر کر دیا، تو پس روشنائی نور کی روشنائی ہے اور قلم نور کا قلم ہے اور لوح نور کی لوح ہے۔" سفیان کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! آپؑ مجھے لوح، قلم اور روشنائی کے متعلق کچھ مزید بیان فرمائیے، اور مجھے تعلیم دیجئے ان چیزوں میں سے جس کی اللہ نے آپؑ کو تعلیم دی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن سعید! اگر تم جواب کے اہل نہ ہوتے تو میں تمہیں جواب نہ دیتا، (سنو) پس نون ایک فرشتہ ہے جو قلم تک پہنچاتا ہے جو ایک فرشتہ ہے، پھر قلم اپنے کو لوح تک پہنچاتا ہے جو ایک فرشتہ ہے، لوح اسرافیلؑ تک پہنچاتا ہے، اسرافیلؑ میکائیلؑ تک پہنچاتا ہے، میکائیلؑ جبرئیلؑ تک پہنچاتا ہے، جبرئیلؑ انبیاء اور رسولوں صلوات اللہ علیہم تک پہنچاتے ہیں۔" راوی کہتا ہے: پھر امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "اٹھ جاؤ، اے سفیان! تم پر (اس سے زیادہ بیان کرنا) امن دینے والا نہیں ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی ابن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی عمران سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے سعدان سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "الم یہ اللہ کے اس اسم اعظم کے حرفوں میں سے ہیں کہ جس کو قرآن میں مختلف اجزاء کی شکل میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امام علیہ السلام (ان کے اجزاء کو جوڑ کر) اس کی تالیف کر لیتے ہیں، پس جب اس کے ذریعے سے وہ دعا مانگتے ہیں تو وہ مستجاب ہوتی ہے۔ ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین "یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے متقین کے لئے ہدایت ہے" فرمایا: یہ ہمارے شیعوں کے متعلق بیان ہے، الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلاة و مما رزقناهم ینفقون "وہ لوگ کہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں اور ان کو جو ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں" (سورۂ بقرہ: آیت-۳) کے سلسلے میں فرمایا: "جو کچھ ہم نے انہیں تعلیم دی ہے ان سے باخبر ہوتے ہیں اور جو کچھ قرآن میں سے ہم نے ان کو سکھایا ہے اس میں تابعداری کرتے ہیں۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفارؒ نے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے علی بن رئاب سے، انہوں نے محمد بن قیس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ: ایک دفعہ اخطب کے دونوں فرزند حیی اور ابو یاسر اہل نجران کے یہود کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: کیا آپ جس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا ہے اس میں "الم" نہیں ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "یقیناً ہے" انہوں نے کہا: کیا یہ آپ کے پاس جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لیکر آئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں"،

انہوں نے کہا: یقیناً آپ سے پہلے انبیاء مبعوث کئے گئے ہیں لیکن ہم ان میں سے کسی نبی کی مدت حکومت اور ان کی امت کی مدت کے متعلق اس کے علاوہ کوئی بات نہیں جانتے جو آپؑ نے بیان کی ہے؟۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: پھر حیی بن اخطب اپنے ساتھیوں کے روبرو آیا اور ان سے کہا: ''الف یعنی ایک، لام یعنی تیس اور میم یعنی چالیس، تو یہ اکہتر (۷۱) سال ہو گئے تو تعجب ہے ان لوگوں کے بارے میں کہ جو ان کے دین میں داخل ہو رہے ہیں کہ جس کی سلطنت اور جس کی امت کی مدت اکہتر (۷۱) سال ہوگی!'' امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آیا اور کہا: اے محمدؐ! کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' اس نے کہا: پیش کریں، آپؐ نے فرمایا: ''المص'' اس نے کہا: یہ تو زیادہ بھاری اور زیادہ طویل ہے، الف سے ایک، لام سے تیس، میم سے چالیس اور صاد سے نوے (۹۰) تو یہ ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) سال ہو گئے۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں'' اس نے کہا: پیش کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الر''، اس نے کہا: یہ بھی بھاری اور طویل ہے، الف سے ایک، لام سے تیس، را سے دو سو۔ پھر اس نے رسول اللہؐ سے کہا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''، اس نے کہا: پیش کریں، آپؐ نے فرمایا: ''الٓمٓر'' اس نے کہا یہ بھی بھاری اور طویل ہے، الف سے ایک، لام سے تیس، میم سے چالیس اور را سے دو سو، پھر اس نے آپؐ سے کہا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے، آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''، تو ان لوگوں نے کہا: ہم پر آپ کا معاملہ غیر واضح ہو گیا ہے پس ہم نہیں سمجھ پاتے کہ آپ کے سامنے کیا پیش کریں! پھر وہاں سے اٹھ گئے، پھر ابو یاسر نے اپنے بھائی حیی سے کہا: کیا ہاتھ آیا تیرے؟ شاید محمدؐ کے پاس ان تمام باتوں اور اس سے زیادہ کا بھی علم جمع شدہ ہے۔

راوی کہتا ہے: پس ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے (اس بات کے بیان کے اختتام پر) ذکر فرمایا کہ: یہ آیتیں ان میں نازل کی گئی ہیں (کہ جن کے لئے قران نے کہا ہے کہ) منه آیات محکمات هن ام الکتاب و اخر متشابهات ''اس قران میں کچھ آیات محکمات ہیں جو امّ الکتاب ہیں اور دوسری کچھ متشابہات ہیں'' (سورۂ آل عمران: آیت-۷) ۔فرمایا: یہ آیتیں حیی اور ابو یاسر اور ان کے ساتھیوں کی تاویل سے ہٹ کر دوسرے معنی میں جاری ہوتی ہیں۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم استرآبادی - جو کہ ابوالحسن جرجانی مفسرؒ کے نام سے معروف ہیں- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابوالحسن علی بن محمد بن سیار نے، ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم اجمعین (امام عسکری علیہ السلام) سے آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب قریش اور یہودیوں نے قران کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ تو واضح جادو ہے کہ جس کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے تو (اس کے جواب میں) اللہ تعالی نے فرمایا: ''الم ذلک الکتاب ''یعنی اے محمد! یہ وہی کتاب ہے جس کو ہم نے تم پر نازل کیا ہے یہ انہی حروف مقطعات پر مشتمل ہیں کہ جن میں سے ''الف، لام، میم'' ہیں اور یہ حروف تمہاری اپنی زبان کے اور تمہارے اپنے حروف ہجائیہ میں سے ہیں تو تم اس کی مثل لے آؤ اگر تم (اپنے دعوے میں کہ یہ قران خدا کی جانب سے نہیں ہے) سچے ہو اور تم لوگ اس کام کے سلسلے میں تمام اپنے گواہوں کی مدد طلب کر لو، پھر اللہ

تعالیٰ نے اپنے اس قول سے کہ: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا توا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثله ولو کان بعض لبعض ظهیراً ''تم کہہ دو، اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے اگر چہ ان میں سے کچھ دوسرے کچھ کے لئے پشت پناہ و مددگار ہی (کیوں نہ) ہو جائیں'' (سورۂ اسریٰ، آیت-۸۸) واضح کر دیا کہ وہ لوگ اس بات پر قادر نہیں ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''الم'' یہ وہ قرآن ہے کہ جس کا آغاز ''الم'' سے ہو رہا ہے، ''یہ کتاب'' وہ ہے کہ جس کے ذریعے سے میں نے تم کو موسیٰ کی اور ان انبیاء کی جو ان کے بعد آئے، خبر دی ہے، اے محمدؐ! ان انبیاء نے بنی اسرائیل کو اس بات سے خبردار کر دیا تھا کہ عنقریب تم پر ایک ایسی کتاب عزیز نازل ہونے والی ہے کہ لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ''باطل نہ تو اس کے آگے بھٹک سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے، خوبیوں والے حکیم و دانا پروردگار (کی بارگاہ) سے نازل ہوئی ہے'' (سورۂ حم سجدہ، آیت-۴۲) کہ ''اس میں کوئی ریب و شک نہیں ہے'' اور کوئی شک نہیں ہے اس بات میں کہ یہ ان لوگوں پر ظاہر و آشکار ہے جیسا کہ ان کو اس قرآن سے ان کے انبیاء نے باخبر کر دیا تھا کہ بیشک محمد (نام کا ایک نبی آنے والا ہے) جس کے اوپر ایک ایسی کتاب نازل ہوگی کہ جس کو باطل مٹا نہیں سکے گا، وہ اور اس کی امّت تمام حالتوں میں اس کی تلاوت کرے گی۔

(اور یہ کتاب) گمراہی سے نجات کے لئے ''ھدی'' ہدایت و راہنمائی ہے ''للمتقین'' ان اہل تقویٰ کے لئے کہ جو عقاب آور باتوں سے بچتے ہیں اور اپنے نفس پر سفاہت و کم فہمی کے مسلط ہونے سے بچتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ ان باتوں کا علم حاصل کر لیتے ہیں کہ جو ان پر واجب ہیں تو ایسا عمل انجام دیتے ہیں کہ جو ان کے حق میں ان کے پروردگار کی رضا کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: الف لفظ اللہ کے حروف میں سے ایک حرف ہے کہ پروردگار اس حرف کے ذریعے سے تمہارے قول ''اللہ'' پر راہنمائی کرتا ہے اور لام کے ذریعے تمہارے قول: ''الملک العظیم القاهر الخلق اجمعین'' (ایسا بادشاہ کہ جو عظیم ہے اور اپنی تمام مخلوقات پر غلبہ رکھتا ہے) پر راہنمائی کرتا ہے، اور میم کے ذریعے سے اس بات پر کہ وہ اپنے تمام افعال میں مجید و محمود ہے، اور پروردگار نے اس قول کو یہودیوں پر حجّت و دلیل قرار دیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ بن عمران کو اور پھر ان کے بعد دیگر انبیاء کو بنی اسرائیل کی جانب مبعوث کیا تو ان میں سے کوئی بھی ایسا نبی نہیں تھا مگر یہ کہ ان سے عہد و میثاق لیا کہ وہ اس محمد عربی امّی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پر ایمان لے آئیں گے کہ جن کو مکّہ میں مبعوث کیا جائے گا اور وہ مدینے کی طرف ہجرت فرمائیں گے، وہ ایک ایسی کتاب کے ساتھ آئیں گے کہ جن کے کچھ سورۂ کا آغاز حروف مقطعات سے ہوگا، ان کی امّت اس کتاب کو حفظ کرے گی اور اٹھتے، بیٹھتے، چلتے (پھرتے) اور ہر حالت میں اس کی تلاوت کرے گی، اللہ عزّ وجلّ اس کتاب کا حفظ کرنا امّت پر سہل و آسان بنا دے گا، اور (یہ قرآن کو حفظ کرنے والی امّت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ساتھ ان کے اس بھائی اور وصی علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ و السلام کو (بھی محبت اور اطاعت کی رسی میں) باندھ دے گی کہ جو نبیؐ سے ان کے ان علوم کو اخذ کرنے والے ہیں کہ جن کی انہوں نے ان کو تعلیم دی، اور وہ نبیؐ کی مقدّر امانتوں کے امانت دار، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہر دشمن اور عناد رکھنے والے کو اپنی تیز دھار تلوار سے ذلیل کرنے

والے ہیں، اور ہر (الفاظ و بیان کے میدان میں) مجادلہ و مخاصمت کرنے والے کو واضح دلیل کے ذریعے خاموش کرتے ہیں، اللہ کے بندوں سے تنزیل قران کے سلسلے میں جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ چاہتے یا نہ چاہتے (دل سے یا صرف زبانی) تنزیل قران کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے، پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ عزّ وجلّ کی رضا و رضوان کی جانب انتقال فرما گئے تو بہت سے وہ لوگ جو ظاہری طور پر ایمان لائے تھے مرتد ہوگئے اور قران کی تاویلات میں تحریف کی، اس کے معانی کو تبدیل کر دیا اور اس کے معانی کو اصلی جگہ کے بجائے برخلاف صورتوں میں وضع کیا، (تو مولا نے پھر) اس کے بعد قران کی تاویل پر جنگ کی یہاں تک کہ ابلیس ان لوگوں کو ہلاکت میں لے ڈوبا اور وہی ابلیس جو نقصان اٹھانے والا، ذلیل، دھتکارا ہوا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا کینہ باز ہے۔''

امام عسکری علیہ السلام فرماتے ہے: ''جب اللہ تعالی نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا اور آپؐ کو مکّہ میں ظاہر فرمایا پھر ان کو مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کروائی اور وہاں پر بھی ان کو آشکار و ظاہر فرمایا، پھر ان کی طرف کتاب نازل کی اور اس کتاب کے بڑے سورے کی ابتداء ''الم'' سے کی یعنی ''الم ذلک الکتاب''، اور یہ وہی کتاب ہے کہ میں نے جس کی سابق انبیاء کو خبر دی تھی کہ یقیناً میں عنقریب اس کو تم پر نازل کروں گا اے محمد!، ''لا ریب فیہ'' کہ یقیناً یہ ظاہر و آشکار ہے جیسا کہ ان (یہود و نصارا) کو اس کی خبر ان کے انبیاء نے دی تھی کہ بیشک محمدؐ پر ایک مبارک کتاب نازل کی جائے گی جس کو باطل مٹا نہیں سکے گا، جس کتاب کی محمدؐ اور آپؐ کی امّت تلاوت کرے گی اپنی تمام حالتوں میں، پھر یہودیوں نے اس (خبر) میں ایک جہت سے تحریف کر دی اور اس کی ایسی تاویل کی کہ جو مراد نہیں تھی، اور وہ لوگ اس علم کو پانے کی کوشش میں لگ گئے (جب کہ) اللہ تعالی اس امّت کی زمان و مدّت اقتدار کے بارے میں ان کو یقیناً آگاہ کر چکا تھا، پھر ان لوگوں میں سے ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو اپنا ولی نامزد کیا، آپ علیہ السلام ان سے مخاطب ہوئے، پس ان میں سے کہنے والے نے کہا: ''اگر وہ بات جو محمد-صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم- کہتے ہیں حق ہے تو پھر یقیناً ان کی امّت کی سلطنت و اقتدار کی مدّت کو ہم جانتے ہیں کہ وہ اکہتر (۷۱) سال ہے: ''الف'' ایک، ''لام'' تیس اور ''میم'' چالیس۔

پھر علی علیہ السلام نے فرمایا: ''تو تم لوگ ''المص'' کے سلسلے میں کیا بناتے ہو؟، جبکہ یہ بھی آپؐ پر نازل کیا گیا ہے۔'' انہوں نے کہا: یہ ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) سال ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو تم لوگ ''الر'' کے سلسلے میں (تعداد) کیا بناتے ہو، جبکہ یہ بھی آپؐ پر نازل کیا گیا ہے؟''، تو انہوں نے کہا: یہ اس سے زیادہ ہے، یہ دو سو اکتیس (۲۳۱) سال۔ آپؑ نے فرمایا: تو تم لوگ ''المر'' کہ جو آپؐ پر نازل کیا گیا ہے، کے سلسلے میں کیا بناتے ہو؟'' انہوں نے کہا: یہ دو سو اکہتر (۲۷۱) سال ہے۔

پس علی علیہ السلام نے فرمایا: ''تو ان میں سے ایک تعداد ان کے لئے ہے یا تمام تعداد کا مجموعہ ان کے لئے ہے؟'' تو ان لوگوں کے کلام ایک دوسرے سے جدا جدا ہو گئے، پس بعض نے کہا کہ ان میں سے ایک تعداد اور کچھ دوسروں نے کہا ان تمام کا مجموعہ جو کہ سات سو چونتیس (۷۳۴) سال ہے (کہ اس مدّت تک امّتِ محمدؐ کی حکومت رہے گی) اور پھر سلطنت و اقتدار ہماری طرف یعنی یہودیوں کی طرف پلٹ آئے گا۔

پس علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ تعالی کی (نازل کردہ) کتابوں میں سے کوئی کتاب اس بارے میں کچھ کہتی ہے یا صرف تمہاری آراء ہی اس پر دلیل ہیں؟'' ان میں سے کچھ نے کہا: اللہ کی کتاب اس سلسلے میں کہتی ہے؛ اور دوسروں نے کہا: بلکہ ہماری آراء اس پر دلالت کرتی ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ''تم لوگ کتاب خدا سے وہ گواہی لے آؤ کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالی نے اس بارے میں کچھ کہا ہے۔'' پس وہ کتاب خدا سے کوئی دلیل لانے سے عاجز ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے دوسرے گروہ سے کہا: ''پس تم لوگ اپنی آراء کے صحیح ہونے کے بارے میں کوئی دلیل لے کر آؤ''، اس نے کہا: ''ہماری رائے کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ جُمّل (۱) کا حساب ہے''۔

پس علی علیہ السلام نے فرمایا: ''تم جو باتیں کہتے ہو اس پر دلیل کیا ہے جب کہ ان حروف میں (یہ جو تعداد نکالی گئی ہے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم نے اس کو بغیر کسی بیان و دلیل کے نکالا ہے، تم کیا دیکھتے ہو اگر تم سے کہا جائے کہ یہ حروف امتِ محمدؐ کے اقتدار کی مدت نہیں بتا رہے بلکہ ان میں سے ہر ایک دلالت کر رہا ہے کہ اس تعداد میں تم پر لعنت ہے یا یہ کہ یہ عدد بتا رہا ہے کہ تم میں سے اور ہم میں سے ہر ایک کے لئے اس حساب کی تعداد میں درہم اور دینار ہیں یا یہ کہ شاید تم میں سے ہر ایک کے اوپر اس عدد کے مقابلہ میں بننے والے حساب کے مطابق مال کا قرضہ ہے۔''

ان لوگوں نے کہا: ''یا ابا الحسنؑ! آپؑ نے جو ذکر کیا ان میں ''الم، المص، الر، اور المر'' میں کوئی واضح دلالت نہیں ہے۔ جواب میں امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تو تم نے جو باتیں ''الم، المص، الر اور المر'' کے سلسلے میں کہیں اس پر کوئی دلالت نہیں ہے، پس اگر ہماری بات جو ہم نے کہی ہے وہ باطل ہے تو پھر تمہاری بات بھی جو تم نے کہی ہے وہ (بھی) باطل ہے۔''

پس ان کا خطیب اور بولنے والا بولا: اے علیؑ جو بات آپ نے کہی اس پر آپ کو خوش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چونکہ اگر ہم آپ نے جو بات ہمارے دعوے کے برخلاف کہی ہے اور اس پر دلیل قائم کرنے میں عاجز و ناکام ہوئے ہیں تو آپ کے پاس کون سی دلیل و حجت اپنے دعوے کے سلسلے میں ہے؟ ورنہ آپ ہمیں اپنی دلیل و حجت سے عاجز کر دیتے، تو جب ہمارے پاس ہماری بات کی کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر آپ کے پاس اپنی بات کے لئے بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں (تمہارا اور ہمارا قول) مساوی نہیں ہے، بیشک ہم سخت و مضبوط معجزے کے مالک ہیں۔'' پھر آپ علیہ السلام نے یہودیوں کے اونٹوں کو آواز دی: اے اونٹو! تم لوگ محمدؐ اور اس کے وصی کے حق میں گواہی دو'' پس اونٹ تیزی سے لپکے اور بولے: آپؑ سچے ہیں، آپؑ سچے ہیں اے محمدؐ کے وصی! اور یہ یہودی جھوٹے ہیں۔''

علی علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ تو گواہی کی ایک قسم ہے، اے لباسِ یہود جو یہودیوں (کے بدن) پر ہے! محمدؐ اور آپؐ کے وصی کے حق میں گواہی دو۔'' تو تمام لباس بول پڑے: آپؑ نے سچ فرمایا، آپؐ نے سچ فرمایا اے علیؑ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک محمدؐ حقیقتاً اللہ کے رسول

(۱) یہ حروف ابجد کا حساب ہے جو اکثر تاریخیں نکالنے کے لئے شاعر شعروں میں استعمال کرتے ہیں

ہیں، اور آپ، اے علیؑ! آنجنابؐ کے وصی ہیں محمدؐ کے قدم کسی مقامِ اکرام میں ثابت نہیں ہوئے مگر یہ کہ آپؑ نے بھی آپؐ کے قدم کی جگہ پر ان کے مقامِ اکرام میں قدم رکھا اور آپ دونوں اللہ تعالیٰ کے (خلق شدہ) نوروں کے کئے گئے حصّوں میں سے دو حصّے ہیں، تو اس کی وجہ سے آپ دو کے طور پر جدا ہوئے جب کہ آپ دونوں فضائل میں شریک ہیں مگر یہ کہ بیشک محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ پس اس موقع پر یہودی گونگے بن گئے (اور ان کے پاس بولنے کو کچھ نہیں رہا) اور یہ منظر دیکھنے والوں میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لے آئے، (جب یہ صورت حال دیکھی تو) یہودیوں اور اس منظر کو دیکھنے والے دوسرے تمام لوگوں پر بدبختی طاری ہوگئی۔ پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لا ریب فیہ'' بیشک یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپؐ کے وصی نے ربّ العالمین کے قول کے متعلق فرمایا ہے، پھر خداوند متعال نے فرمایا: ''ھدی'' کہ بیان اور شفاعت ہے ''للمتقین'' اہل تقوی کے لئے کہ جو محمدؐ اور علیؑ کے شیعوں میں سے ہیں کہ یقیناً یہ لوگ کفر کی تمام قسموں سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں کہ ان کو ترک کر دیتے ہیں اور عقاب آور گناہوں سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو ان سے چشم پوشی کرتے ہیں، اور وہ اللہ کے رازوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد خدا کے اوصیا اور پاکیزہ بندوں کے رازوں کے متعلق تقوی اختیار کرتے ہیں تو ان کو پوشیدہ رکھتے ہیں (اور آشکار نہیں کرتے) وہ علم کے اہل اور حقداروں سے علوم کو چھپانے کے سلسلے میں تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور ان کے درمیان علوم کو پھیلاتے ہیں۔''

۵۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود عیاشی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن خصیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ایک ثقہ وقابل بھروسہ شخص نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو جمعہ رحمہ بن صدقہ نے، انہوں نے کہا کہ بنوامیہ میں سے ایک شخص - کہ جو زندیق تھا - امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ: اللہ عزّ وجلّ کا اپنی کتاب میں قول: ''المص'' سے کونسی چیز مراد ہیں؟ اور اس میں کونسی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام؟ اور اس میں کونسی چیز لوگوں کے فائدے کی ہے؟ پس امام علیہ السلام (اس کے اس انداز گفتگو کی وجہ سے) جلال میں آ گئے اور ارشاد فرمایا: ''ٹھہر جا، وائے ہو تجھ پر، ''الف'' ایک ہے، ''لام'' تیس ہے، ''میم'' چالیس ہے اور ''الصاد'' نوّے (۹۰) ہے، تیرے نزدیک کتنے ہوئے؟'' اس شخص نے کہا: ایک سو اکتیس (۱۳۱)، پس امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ''جب ایک سو اکتیس (۱۳۱) سال گذر جائیں گے تو تمہارے ساتھیوں (بنوامیہ) کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔'' راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ جب ایک سو اکتیس (۱۳۱) سال پورے ہو گئے اور عاشور کا دن آیا تو اس دن کالے جھنڈے والے (بنو عباس) کوفے میں داخل ہوئے اور بنوامیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحیی جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی محمد بن زکریا نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد ابن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں امام جعفر الصادق بن محمد الباقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپؑ کی خدمت میں آیا اور آپؑ سے ''کھیعص'' کے متعلق سوال

کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کاف'' (یعنی خدا) کافی ہے ہمارے شیعوں کے لئے، ''ھا'' ھادی ہے ہمارے شیعوں کے لئے، ''یا'' ولی و سرپرست ہے ہمارے شیعوں کے لئے، ''عین'' وہ عالم اور جاننے والا ہے ہمارے اطاعت گزاروں کو، ''صاد'' وہ صادق ہے ہمارے شیعوں کے لئے ان سے کئے ہوئے وعدے میں یہاں تک کہ ہمارے شیعوں تک وہ منزلت پہنچ جائے گی کہ جس کا پروردگار نے ان سے قرآن کے باطن و گہرائی کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے۔''

(۱۸) ☆''استواء علی العرش'' کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مقاتل بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''الرحمن علی العرش استوی'' (وہ رحمٰن کہ جو عرش پر غالب ہے) (سورۂ طٰہٰ: آیت-۵) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ ہر چیز پر اس طرح سے غالب اور قریب ہے کہ کوئی بھی چیز اس سے زیادہ کسی چیز سے قریب نہیں ہے۔''

(۱۹) ☆عرش و کرسی کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرش اور کرسی کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''عرش کا ایک معنی تمام خلق ہے اور کرسی اس کا ظرف ہے (کہ جس میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں) اور عرش کے دوسرے معنی ہیں کہ عرش سے مراد وہ علم ہے کہ جس پر اللہ نے اپنے انبیاء، اپنے رسولوں اور اپنی حجّتوں کو مطلع کیا ہے، اور کرسی سے مراد وہ علم ہے کہ جس پر [اللہ نے] اپنے انبیاء، اپنے رسولوں اور اپنی حجّتوں میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ

عزّ وجلّ کے قول: وسع کرسیه السموٰات والارض ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر وسعت رکھتی ہے'' (سورۂ بقرہ: آیت-۲۵۵) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(اس سے مراد) اس کا علم ہے۔''

(۲۰)☆لوح وقلم کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے ابراہیم کرخی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے لوح اور قلم کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ دونوں فرشتے ہیں''۔

(۲۱)☆ان میزانوں کا مطلب جس کے ذریعے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے ھشام بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا تظلم نفس شیئاً ''ہم عدل کے میزانوں کو قیامت کے دن رکھیں گے کہ پس کسی نفس پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (سورۂ انبیاء: آیت-۴۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ میزانِ عدل انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ہیں۔''

(۲۲)☆صراط کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن محمد حسینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوجعفر احمد بن عیسی بن ابی مریم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن عبداللہ بن زیاد عرزمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے

بیان کیا علی بن حاتم منقری نے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے صراط کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ اللہ عزّ وجلّ کی معرفت کی جانب راستہ ہے، اور یہ دو صراط اور راستے ہیں، ایک صراط دنیا میں اور ایک صراط آخرت میں، جہاں تک تعلق اس صراط کا ہے جو کہ دنیا میں ہے تو وہ صراط ایسا امام ہے کہ جس کی اطاعت کو فرض کیا گیا ہے، جس شخص نے دنیا میں اس امام کی معرفت حاصل کر لی اور اس کی ہدایت کی پیروی کی وہ اُس صراط سے گذر جائے گا جو آخرت میں جہنم کے اوپر پل کی صورت میں ہے، اور جس نے دنیا میں امام کی معرفت حاصل نہیں کی تو آخرت میں صراط کے سلسلے میں اس کے قدم لڑکھڑا جائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جہنم کی آگ میں جا گرے گا۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن علی بن صلت نے، [انہوں نے عبداللہ بن صلت سے]، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جس نے ان سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے عبیداللہ [بن] حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''صراط مستقیم امیر المؤمنین علی علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا احمد بن علی بن ابراہیم بن ھاشمؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے میرے جد سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''اھدنا الصراط المستقیم'' (سورۂ حمد) کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ صراط مستقیم امیر المؤمنین علیہ السلام اور ان کی معرفت ہے، اور اس بات پر دلیل کہ یہ صراط مستقیم امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول ہے کہ: وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلیٌ حکیم ''بیشک وہ (قران) لوح محفوظ میں ہمارے پاس بلند رتبہ اور پر از حکمت ہے'' (سورۂ زخرف: آیت-۴) اور یہ امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں کہ جو لوح محفوظ میں ہیں، اللہ عزّ وجلّ کے اس قول میں ''اھدنا الصراط المستقیم''۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم استرآبادی مفسر نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن یسار نے، ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قول: ''اھدنا الصراط المستقیم'' کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''(اس کے معنی ہیں کہ) تو اپنی اس توفیق کو ہمارے لئے دائمی رکھ جس کی وجہ سے ہم نے گذشتہ دنوں میں تیری اطاعت کی تھی یہاں تک کہ ہم تیری اسی طرح سے مستقبل کی اپنی عمروں میں بھی اطاعت کریں۔ اور صراط مستقیم دو صراط ہیں: ایک صراط دنیا میں اور ایک صراط آخرت میں۔ وہ صراط مستقیم جو دنیا میں ہے یہ وہ ہے کہ جس سے انسان غلو و حد سے تجاوز کی وجہ سے اس سے نیچے آجاتا ہے اور (اطاعت میں) تقصیر و کوتاہی کی وجہ سے اوپر ہو جاتا ہے (یعنی دونوں صورتوں میں صراط پر نہیں ٹھہرتا کبھی نیچے تو کبھی اوپر ہو جاتا ہے) اور وہ شخص کہ جو (صراط پر) مستقیم ہوتا ہے وہ باطل میں سے کسی چیز کی جانب مائل نہیں ہوتا۔ البتہ وہ دوسرا راستہ اور صراط تو پس یہ جنّت کی جانب ان مؤمنین کا راستہ ہے کہ جو مستقیم ہے کہ مؤمنین جنّت کے علاوہ

(جہنم کی) آگ کی جانب مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی جنّت کے سوا (جہنم کی) آگ کے علاوہ کسی اور جانب (مائل ہوتے ہیں)۔

امام عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "اهدنا الصراط المستقيم" کے سلسلے میں فرمایا: "(اس کے معنی ہیں کہ) کہنے والا کہتا ہے کہ: پروردگار تو ہمیں صراط مستقیم کی [جانب] راہنمائی فرما، تو ہمیں اس لازمی راستے کی جانب راہنمائی فرما کہ جو تیری محبت کی جانب پہنچانے والا ہے، جو تیرے دین کی [جانب] تبلیغ کرنے والا ہے، جو ہمیں ہلاکت تک پہنچانے والی خواہشات کی پیروی سے اور ہلاک کر دینے والی اپنی آراء و خیالات کو اخذ کرنے سے منع کرنے والا ہے۔"

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "بیشک جو شخص اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اپنی رائے پر خوش ہو جاتا ہے یہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے کہ جس کے لئے میں نے سنا تھا کہ سادہ لوح افراد اس کو بڑا جانتے ہیں اور وہ بے وقوف بن جاتے ہیں، میں نے پسند کیا کہ اس سے ملاقات اس طرح سے کروں کہ وہ مجھے نہ پہچانتا ہو، تاکہ میں اس کے قدر و مقام پر نگاہ کر سکوں، اتفاق سے ایک دن میں نے اس کو اس مقام پر دیکھا کہ سادہ لوح عوام میں سے بہت سارے لوگ اس کے اردگرد جمع تھے، میں وہاں ایک اجنبی شخص کی مانند چہرا چھپا کر ٹھہر گیا اور اس کی جانب اور ان لوگوں کی جانب نگاہ کرنے لگا، پس لوگ اس کے ساتھ مسلسل رغبت کئے ہوئے تھے اسے قرار نہیں تھا اور لوگوں کو اپنی باتوں سے دیر تک بے وقوف بناتا رہا، پھر عوام اپنے کاموں کے سلسلے میں اس سے جدا ہو گئے اور میں اس کے پیچھے چپکے چپکے چلتا رہا۔ جب وہ ایک نانبائی کی دکان سے گذرا تو اس وقت دکاندار غفلت میں تھا اور اس نے دو روٹیاں چرا لیں، مجھے اس کے اس فعل سے تعجب ہوا مگر پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید معاملہ ہو چکا ہوگا (کہ پہلے قیمت دے دی ہوگی اور اب روٹی لے جا رہا ہے)، پھر وہ ایک انار فروش کے پاس سے گزرا تو وہیں ٹھہرا رہا جب تک کہ انار فروش غفلت میں مبتلا نہ ہوا۔ جب وہ غافل ہوا تو اس نے دو اناروں کی چوری کر لی، مجھے اس کے اس فعل سے تعجب ہوا مگر پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید معاملہ ہو چکا ہو اور پھر میں نے (اپنے آپ سے) کہا کہ اس کو اس وقت چوری کرنے کی کیا ضرورت و حاجت ہے؟

میں نے اس کا پیچھا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ ایک مریض کے پاس سے گذرا تو اس کے سامنے اس نے دو روٹی اور دو انار رکھ دیئے اور چل پڑا، میں نے اس کا پیچھا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ صحرا کے حصّے میں پہنچ گیا تو میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! میں نے یقیناً تیرے بارے میں سنا تھا اور میں تیری ملاقات کا خواہشمند تھا اور میں نے تجھ سے ملاقات کر لی مگر میں نے تجھ میں ایسی بات دیکھی کہ جس نے میرے دل کو پریشان کر دیا! میں تجھ سے اس چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں تاکہ میرے دل کی پریشانی دور ہو جائے، اس نے کہا: وہ کیا سوال ہے؟ میں نے کہا: میں نے دیکھا کہ تو ایک نانبائی کے پاس سے گذرا تو وہاں سے دو روٹی چوری کر لی، پھر ایک انار فروش کے پاس سے گذرا تو وہاں سے دو انار چوری کر لئے! امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اس نے مجھ سے کہا: ہر چیز سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امّت میں سے ایک مرد ہوں، اس نے کہا: آپ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اولاد میں سے ایک مرد ہوں، اس نے کہا: آپ کا شہر کونسا ہے؟ میں نے کہا: مدینہ، اس نے کہا: شاید

آپ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم ہوں، میں نے کہا: یقیناً، اس نے مجھ سے کہا: تمہارے لئے تمہارے حسب ونسب کی شرافت کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی جب کہ تم اس بات سے لاعلم ہو کہ مجھے کیا شرف حاصل ہے اور تمہارے جد اور والد کے علم نے تم کو ترک کر دیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اس کام کا انکار نہ کرتے کہ جن پر اس کے کرنے والے کی تعریف اور مدح کرنا ضروری ہے؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: قران، اللہ کی کتاب! میں نے کہا: میں اس سے جاہل نہیں ہوں۔ اس نے کہا: اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: من جآء بالحسنة فله عشر امثالها و من جآء با لسيئة فلا يجزىٰ الا مثلها ''جو شخص ایک نیکی لائے گا تو اس کے لئے اسی کی مثل دس نیکیاں ہیں اور جو شخص ایک برائی لائے گا تو اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا سوائے اسی کے مثل کے۔'' (سورۂ انعام: آیت-۱۶۰)، تو جب میں نے دو روٹی چوری کی تو دو برائیاں انجام دی اور جب میں نے دو انار چوری کئے تو یہ بھی دو برائیاں ہوئیں اور اس طرح کل چار برائیاں انجام دیں پس جب ان میں سے ہر [ایک] کو جو میرے پاس تھا [اس کے ذریعے سے] صدقہ کیا تو چار چیزوں کی وجہ چالیس نیکیاں ہوئیں، پس چالیس میں سے چار برائیاں کم ہوئیں تو پھر میں چھتیس (۳۶) نیکیوں کا مالک بن گیا۔ میں نے کہا: ''تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! تو تو اللہ کی کتاب سے جاہل ہے، کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: انما يتقبل من المتقين ''اللہ فقط متقین سے قبول کرتا ہے'' (سورۂ مائدہ: آیت-۲۷)، تو جب تو نے دو روٹیوں کی چوری کی تو یہ دو برائیاں تھیں، پھر جب تو نے دو انار کی چوری کی تو یہ بھی دو برائیاں تھیں، اور جب تو نے ان دونوں کو ان کے اصلی مالک کے علاوہ دوسرے کو بغیر ان کے مالک کی اجازت کے دے دیا تو تو نے فقط یہ کام کیا ہے کہ چار برائیوں میں مزید چار کا اضافہ کر دیا ہے، تو نے چالیس نیکیوں کو چار برائیوں سے حاصل نہیں کیا ہے۔ پس وہ مجھے دیکھتا رہ گیا اور میں وہاں سے واپس پلٹ گیا اور اس کو (اس کے حال پر) چھوڑ دیا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اسی طرح کی قبیح و ناپسندیدہ تاویلات کے ذریعے سے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اسی طرح کی تاویل معاویہ نے کی تھی جب عمار بن یاسرؓ (جنگ صفین) میں قتل کر دیئے گئے تو بہت سے لوگوں کے دل متزلزل ہو گئے اور لوگ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: عمار تمہیں باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ اس موقع پر عمرو (بن عاص) معاویہ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! لوگ ہیجان میں مبتلا ہیں اور مضطرب ہو گئے ہیں، اس نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: عمار کو قتل کر دیا گیا ہے، معاویہ نے کہا: عمار کو قتل کر دیا گیا، تو کیا ہوا؟ اس نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نہیں فرمایا تھا کہ: [عمار] تم کو باغی گروہ قتل کرے گا، تو معاویہ نے اس سے کہا: تمہاری بات میں دم نہیں ہے (دلیل غلط ہے) کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟ اس کو تو فقط علی بن ابی طالب نے قتل کیا ہے کہ جب اس کو انہوں نے تیروں و نیزوں کے درمیان بھیج دیا! جب یہ بات علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی تھے کہ جنہوں نے حمزہ کو قتل کیا جب آپؐ نے ان کو مشرکوں کے نیزوں کے درمیان بھیج دیا تھا!''

پھر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''خوش بختی ہے ان لوگوں کہ لئے کہ (جو اس بات کے مصداق ہیں کہ) جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اس علم کا بار ہر اس خلیفہ عادل (امام معصوم) سے (مربوط) ہے کہ جو غلو کرنے والوں کی تحریف کی نفی کرتے

ہیں اور باطل کرنے والے باطل پرستوں کی (باطل باتوں) کو اور جاہلوں کی تاویلوں کو دور کرتے ہیں۔"

۵۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ثابت ثمالی نے، نہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اس کی حجّت کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے، پس اللہ کے لئے ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی حجّت کے بارے میں پردہ قائم کرے، ہم اللہ کے دروازے ہیں، ہم صراط مستقیم ہیں، ہم اس کے علم کے (محفوظ کرنے والے) صندوق ہیں، ہم اس کی وحی کے ترجمان ہیں، ہم اس کی توحید کے ارکان ہیں اور ہم اس کے راز کے مقام ہیں۔"

۶۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم سے، انہوں نے عبداللہ بن موسیٰ عبسی سے، انہوں نے سعد بن طریف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "اے علی! جب قیامت کا دن آئے گا تو میں، تم اور جبرئیل (پل) صراط پر بیٹھے ہوں گے، پس کوئی بھی اس کو عبور نہیں کرے گا سوائے اس شخص کے کہ جس کے ساتھ ایک تحریر نامہ ہوگا کہ جس میں تیری ولایت کی وجہ سے نجات لکھی ہوئی ہوگی۔"

۷۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم کوفی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا الوان بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حنان بن سدیر نے، انہوں نے جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے، آپ علیہ السلام نے سورۂ حمد میں اللہ عزّ وجلّ کے قول: "صراط الذین انعمت علیھم" کے متعلق ارشاد فرمایا: "یعنی (وہ لوگ کہ جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں) محمدؐ اور ان کی ذریت صلوات اللہ علیہم ہیں۔"

۸۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبید بن کثیر نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن مروان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبید بن یحییٰ بن مہران عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "صراط الذین انعمت غلیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضّالّین" کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: "(اس سے مراد) علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں کہ جن پر خدا نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے ذریعے سے نعمتیں نازل کی ہیں اور خدا ان پر غضب ناک نہیں ہوا اور نہ وہ کبھی گمراہ ہوئے۔"

۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم استرآبادی مفسّر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیّار نے، ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ ابن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "صراط الذین انعمت علیھم" کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "(اس کا مطلب یہ کہ) یعنی تم لوگ کہو: پروردگارا تو ہم کو ان لوگوں کے راستے کی جانب ہدایت فرما کہ جن پر تو نے اپنے دین اور اپنی اطاعت کی توفیق

کے ذریعے نعمت نازل کی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ عزّ وجلّ (جن کے سلسلے میں) فرماتا ہے: ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں پس یہی وہ لوگ ہیں کہ جو ان کے ساتھ ہوں گے کہ جن پر اللہ نے نعمت نازل کی ہے (جو) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہداء میں سے اور صالحین میں سے ہیں اور یہ لوگ رفاقت کے اعتبار سے کتنے اچھے ہیں۔ (سورہ نساء آیت ۔۶۹)'' اسی طرح کی روایت بعینہ امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی منقول ہے، راوی کہتا ہے کہ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ان لوگوں پر مال اور صحت بدن کی نعمتیں نازل نہیں کی گئی ہیں اگرچہ یہ تمام چیزیں بھی اللہ تعالی کی ظاہر و آشکار نعمتیں ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ نعمتیں پانے والے کبھی کفار اور فاسق بھی ہوتے ہیں، تو پس تم کو اس بات کا شوق نہیں دلایا گیا ہے کہ تم دعا مانگو کہ خدا تم کو ان (مال اور صحت بدن پانے والے کفار اور فاسقوں) کے راستوں کی جانب رہنمائی کرے، تم کو فقط اس دعا کا حکم کیا گیا ہے کہ تمہاری راہنمائی ہو ان لوگوں کے راستے کی جانب کہ جن پر نعمت نازل کی گئی ہے [اللہ پر] ایمان، اس کے رسول کی تصدیق کے ذریعے، محمدؐ اور ان کی طاہر و پاکیزہ آل اور ان کے پسندیدہ اور انتخاب شدہ اصحاب کی ولایت اور دوستی کے ذریعے، اس نیک تقیّہ کے ذریعے کہ جس کی مدد سے اللہ کے بندوں کے شر سے سلامتی حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے دشمنوں کے گناہ اور کفر میں اضافے سے بچاتا ہے، کہ ان کو دھوکہ نہ دو اور ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ تا کہ اس کے مقابلے میں تم کو یا دیگر مؤمنین کو تکلیف نہ پہنچے، (اور نعمت نازل کی گئی) اپنے مؤمن بھائیوں کے حقوق کی معرفت کے ذریعے سے، بیشک کوئی بھی بندۂ خدا یا کنیز خدا جو کہ محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کو دوست رکھنے والا اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنے والا نہیں ہے مگر یہ کہ انہوں نے اللہ کے عذاب سے (بچنے کے لئے) ایک مضبوط قلعہ اور ایک مضبوط بچاؤ کو حاصل کر لیا ہے۔ جو بھی بندہ یا کنیز اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی کرے تو پس یہ بہترین نرمی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ (کبھی بھی) باطل میں داخل نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے وہ (کبھی بھی) حق سے خارج نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کے سانس لینے کو تسبیح قرار دے گا، اس کے عمل کو پاکیزہ بنا دے گا اور اس کو ہمارے پوشیدہ رازوں پر بصیرت عطا فرمائے گا، ان کا ہمارے دشمنوں سے سنی جانے والی باتوں پر آنے والے غصّے پر صبر سے کام لینا اور برداشت کرنا راہ خدا میں اپنے خون میں غوطہ زن ہونے کا ثواب رکھتا ہے۔ اور کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں کے حقوق کی بجا آوری میں لگا دیا ہے کہ ان کے حقوق کو اپنی کوشش سے وفا کرتا ہے اور ممکنہ حد تک عطا کرتا ہے اور ان کو ان کے عفو و درگزر سے راضی کرتا ہے اور انکی لغزشوں کی جستجو کو ترک کرتا ہے اور ان کو ان کے حق میں بخش دیتا ہے مگر یہ کہ (جب بندے نے یہ اوصاف پیدا کر لئے تو) اللہ تعالی اس کے لئے اپنی ملاقات کے دن (روز قیامت) فرمائے گا: اے میرے بندے! تو نے اپنے بھائیوں کے حقوق کی بجا آوری کی اور تو نے ان چیزوں کی جستجو نہیں کی جو تیرے حق میں ان پر تھی، تو میں اس سے بڑا سخی و جواد اور کرم کرنے والا اور بلند ہوں اس کی مثل کہ جو تو نے فیاضی اور کرم کو انجام دیا ہے پس بیشک آج کے دن میں تجھے [اس] حق کے طرف پہنچا دوں گا [جس کا] میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں تجھے اپنے وسیع فضل سے مزید بھی دوں گا اور میں تیری میرے بعض حقوق کے سلسلے میں کی ہوئی تقصیر کی جستجو نہیں کروں گا۔''

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ''پس پروردگار اس کو محمدؐ اور آل محمدؐ کے ساتھ ملحق کردے گا اور محمدؐ و آل محمدؐ کے پسندیدہ شیعوں میں سے قرار دے گا۔'' پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے بعض اصحاب سے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ کے بندے! اللہ کی راہ میں محبت کر اور اللہ کی راہ میں بغض رکھ، اور اللہ کی راہ میں دوستی رکھ اور اللہ کی راہ میں دشمنی رکھ، بیشک اللہ کی ولایت اور دوستی نہیں پہنچ سکتی سوائے اِن چیزوں کے ذریعے، اور کوئی بھی آدمی ایمان کا مزہ چکھ نہیں سکتا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے بہت زیادہ ہوں جب تک کہ وہ ایسا نہ ہو (کہ اس کی محبت وعداوت کا معیار اللہ ہو جائے) اور یقیناً لوگوں کے درمیان ان دنوں اکثر برادرانہ تعلق کی بنیاد دنیا ہے کہ اس کی بنیاد پر آپس میں محبت کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر آپس میں دشمنی رکھتے ہیں جب کہ یہ چیزیں ان کو اللہ کے سلسلے میں کسی طرح بھی بے نیاز کرنے والی نہیں ہیں۔'' اس شخص نے کہا: یارسول اللہؐ! ہم کیسے جانیں کہ یقیناً ہماری محبت وعداوت راہ خدا میں ہے؟ اور کون ولی خدا ہیں کہ جن سے ہم دوستی کریں اور کون دشمن خدا ہیں کہ جن سے ہم دشمنی کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تو اس کو دیکھتا ہے؟'' اس نے کہا: یقیناً آپؐ نے فرمایا: ''اس کا ولی اور دوست اللہ کا دوست ہے تو تو اس سے دوستی رکھ اور اس کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تو تو اس سے دشمنی رکھ، اور تو اس کے دوست سے دوستی رکھ اگرچہ وہ تیرے باپ کا [اور بیٹے کا] قاتل (ہی کیوں نہ) ہو، اور تو اس کے دشمن سے دشمنی رکھ اگرچہ وہ تیرا باپ یا بیٹا (ہی کیوں نہ) ہو۔''

(۲۳) ☆اذان اور اقامت کے حروف کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مروزی حاکم مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام ابوزید عباس بن یزید بن حسن جمّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی (میرے والد) یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ ابن جعفر بن محمد علیہم السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ فرمایا: ''میں مسجد میں بیٹھا تھا جب مؤذن اذان کے لئے منارہ پر چڑھا اور اس نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اس وقت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام گریہ کرنے لگے، ان کے گریہ کرنے پر ہم لوگ بھی رونے لگے، جب مؤذن اذان سے فارغ ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم لوگ سمجھے کہ مؤذن نے کیا کہا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول اور اس کا وصی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہیں معلوم ہو

جاتا کہ اس نے کیا کہا ہے تو تم لوگ کم ہنستے اور زیادہ روتے! پس مؤذن کے قول: اللہ اکبر کے بہت زیادہ معنی ہیں ان میں سے (ایک یہ ہے کہ) بیشک مؤذن کا قول ''اللہ اکبر'' (مؤذن کے اس اقرار کے ساتھ) واقع ہوتا ہے کہ اللہ قدیم ہے، ازلی ہے، ابدی ہے، علیم ہے، قوی ہے، قادر ہے، حلیم ہے، کریم ہے، جواد ہے، عطا کرنے والا ہے، اور بزرگی والا ہے۔ پس جب مؤذن کہتا ہے ''اللہ اکبر'' تو بیشک وہ کہتا ہے کہ: اللہ وہ ہے کہ جس کے لئے خلق اور امر کا حق ہے، اس کی مشیت و مرضی کے ساتھ خلق ہے، ہر چیز کے لئے خلق ہونا اور وجود میں آنا اسی سے ہے، اور ساری مخلوقات کو اسی کی طرف پلٹنا ہے، وہ ہر چیز سے پہلے ایسا ہے کہ اس کے لئے زوال نہیں تھا اور وہ ہر چیز کے آخر میں ایسا ہے کہ اسے زوال آنے والا نہیں ہے، وہ ہر چیز کے اوپر ایسا ظاہر ہے کہ اسے درک نہیں کیا جا سکتا اور ہر چیز کے بغیر ایسا پوشیدہ ہے کہ اس کی حد بندی نہیں کی جا سکتی، وہی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور اس کے علاوہ تمام چیزیں فنا ہونے والی ہے۔

اور دوسرا ''اللہ اکبر'' یعنی وہ اپنی خلق پر علم رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے اُس کے بارے میں جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا (بھی) اس کے ہونے سے پہلے (وہ علم رکھتا ہے)۔

اور تیسرا ''اللہ اکبر'' یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہے وہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، وہ قوی و توانا ہے اپنی قدرت کے ذریعے سے، وہ اپنی مخلوقات پر اقتدار رکھتا ہے، وہ قوی ہے اپنی ذات کے ذریعے، اس کی قدرت تمام چیزوں پر قائم ہے، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اور چوتھا ''اللہ اکبر'' اس کی بردباری اور کرامت کے معنی میں ہے وہ ایسی بردباری دکھاتا ہے گویا کہ اسے معلوم ہی نہیں ہے، ایسی درگذر کرتا ہے گویا کہ اس نے دیکھا ہی نہیں ہے، اس طرح پردہ پوشی کرتا ہے گویا بندے نے گناہ ہی نہیں کیا ہے اور وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اپنے کرم، درگزر اور بردباری کی وجہ سے۔

ایک اور صورت ''اللہ اکبر'' کے معنی کی یہ ہے کہ ''اللہ اکبر'' یعنی وہ بغیر عوض اور فائدے کی خواہش کے دیتا ہے، جس کی عطا بزرگ اور جس کے افعال کریمانہ ہیں۔

ایک اور صورت ''اللہ اکبر'' کا معنی یہ ہے کہ ''اللہ اکبر'' یعنی اس میں اس کی تمام صفت اور کیفیت کی نفی ہے گویا کہ (اللہ اکبر کہنے والا) یہ کہتا ہے: اللہ اس بات سے بزرگ و برتر ہے کہ صفت بیان کرنے والے اس کی اس صفت و منزلت کو درک کر لیں کہ جس سے وہ موصوف ہے، صفت بیان کرنے والے فقط اپنی صلاحیت کے مطابق اس کی توصیف کرتے ہیں نہ کہ اس کی عظمت و جلالت کی منزلت کے مطابق، ہمارا پروردگار اس بات سے بہت بلند اور بڑا ہے کہ صفت بیان کرنے والے اس کی حقیقی صفت کو درک کر سکیں۔

ایک اور صورت ''اللہ اکبر'' کی یہ ہے کہ گویا وہ کہتا ہے: اللہ سب سے بلند اور سب سے بزرگ ہے اور وہ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اسے کوئی محتاجی نہیں ہے اپنی مخلوق کے اعمال کی۔

جہاں تک تعلق مؤذن کے قول: ''اشهد ان لا اله الاّ الله'' کا ہے تو یہ اعلان ہے کہ شہادت اور گواہی دل کی معرفت کے بغیر جائز و

سزاوار نہیں ہے، گویا کہ وہ کہہ رہا ہے: میں یہ جانتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ عزّ وجلّ کے اور ہر معبود باطل ہے سوائے اللہ عزّ وجلّ کے، اور میں اقرار کرتا ہوں اپنی زبان سے اس بات کا کہ جو میرے دل میں ہے کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے، اور میں گواہی دیتا ہے کہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اللہ سے مگر یہ کہ اسی کی جانب اور کوئی راہ نجات نہیں ہے ہر صاحب شر کے شر سے اور ہر صاحب فتنہ کے فتنے سے مگر اللہ کی مدد سے۔ اور جب دوسری دفعہ "اشھد ان لا الہ الاّ اللہ" (کہتا ہے تو اس) کا مطلب یہ ہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہادی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور کوئی دلیل ورہنمائی نہیں ہے میرے لئے دین کی جانب سوائے اللہ کے، اور میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں گواہ بناتا ہوں آسمان کے رہنے والوں کو، زمین کے رہنے والوں کو اور ان فرشتوں اور تمام لوگوں کو کہ جو ان میں ہیں اور ان تمام کو کہ جو پہاڑوں، درختوں، چوپایوں، درندوں اور ہر خشک وتر چیزوں میں سے ان میں ہیں، (گواہ بناتا ہوں) اس بات پر کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خالق نہیں ہے سوائے اللہ کے اور نہ کوئی رازق ہے اور نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی ضرر پہنچانے والا ہے اور نہ کوئی نفع پہنچانے والا ہے، اور نہ کوئی تنگی دینے والا ہے اور نہ کوئی وسعت اور آسانی دینے والا ہے، اور نہ کوئی عطا کرنے والا ہے، اور نہ کوئی روکنے والا ہے، اور نہ کوئی نصیحت کرنے والا ہے، نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے، نہ کوئی شفا دینے والا ہے، نہ کوئی مقدم ہے اور نہ کوئی مؤخر ہے سوائے اللہ کے، اسی کے لئے خلق اور امر ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام کی تمام اچھائیاں ہیں، بابرکت ہے اللہ کہ جو عالمین کا پروردگار ہے۔

اور جہاں تک تعلق مؤذن کے قول: "اشھد انّ محمداً رسول اللہ" کا ہے تو (گویا مؤذن) کہتا ہے: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے اور بیشک محمدؐ اس کے بندے، اس کے رسول، اس کے نبی، اس کے صفی (برگزیدہ)، اس کے نجی (ہم راز) ہیں کہ جن کو اس نے تمام لوگوں کے طرف ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کے دین کو تمام ادیان پر ظاہر کردے اگرچہ مشرک ناپسند (ہی کیوں نہ) کریں، اور میں گواہ بناتا ہوں ان کو کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں انبیاء، مرسلین، فرشتوں اور تمام لوگوں میں سے کہ بیشک محمدؐ اولین اور آخرین کے سردار ہیں۔ جب دوسری دفعہ "اشھد انّ محمداً رسول اللہ" (مؤذن کہتا ہے تو گویا وہ) کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہو کہ کسی کو (کسی سے) کوئی حاجت نہیں ہے سوائے اللہ کے کہ جو ایک ہے، غالب آنے والا ہے، اپنے بندوں، مخلوقات اور تمام لوگوں سے بے نیاز ہے، اور اس نے محمدؐ کو لوگوں کی طرف بشارت دینے والے، ڈرانے والے، اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والے اور روشن چراغ بنا کر بھیجا، تو جو ان کا انکار کرے، ان کو جھٹلائے اور ان پر ایمان نہ لائے تو اللہ عزّ وجلّ اسے جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے داخل فرمادے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس سے علیحدہ کبھی بھی نہ ہوگا۔

جہاں تک اس کے قول: "حیّ علی الصلاۃ" کا تعلق ہے تو اس کے معنی ہیں کہ تم لوگ چلے آؤ اپنے اعمال میں سب سے بہترین عمل کی طرف اور اپنے ربّ کی دعوت کی طرف اور تم لوگ تیزی دکھاؤ اپنے ربّ کی مغفرت کی جانب اور اپنی اس آگ کو بجھانے کی جانب کہ جس کو تم نے (خود) جلایا ہے اور اپنی گردنوں کو چھڑانے کی طرف کہ جن کو تم نے (خود) رہن رکھوایا ہے، تا کہ پروردگار تم سے تمہاری برائیوں کو

دور کردے اور تمہارے گناہوں کو تمہارے حق میں معاف فرمادے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے، یقیناً وہ ایسا کریم بادشاہ ہے کہ جو صاحب فضل عظیم ہے کہ یقیناً اس نے ہم گروہ مسلمین کو اس کی خدمت میں داخل ہونے کی اور اپنے سامنے کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے۔ اور دوسری دفعہ "حیّ علی الصلاۃ" یعنی (مؤذن کہتا ہے کہ) تم لوگ کھڑے ہو جاؤ اپنے پروردگار اللہ کی مناجات کے لئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے کے لئے، اور اس کی جانب وسیلہ بناؤ اس کے ساتھ کے کلام و گفتگو کو اور ذکر، قنوت، رکوع، سجود، خضوع اور خشوع میں کثرت دکھاؤ اور اس کی جانب اپنی حاجتوں کو بلند کرو کہ یقیناً اس نے ہمیں اس سلسلے میں اجازت دی ہے۔

اور جہاں تک تعلق اس کے قول: "حیّ علی الفلاح" کا ہے تو پس وہ (مؤذن) کہتا ہے: ایسی بقا کی طرف حاضر ہو جاؤ کہ جس کے ساتھ فنا نہیں ہے اور ایسی نجات کی طرف کہ جس کے ساتھ ہلاکت نہیں ہے اور تم لوگ بلند ہو ایسی حیات کی طرف کہ جس کے ساتھ موت نہیں ہے اور ایسی نعمت کی طرف کہ جس کے لئے اختتام نہیں ہے اور ایسے ملک کی طرف کہ جس کے ساتھ زوال نہیں ہے اور ایسی خوشی کی طرف کہ جس کے ساتھ غم نہیں ہے، اور ایسی انسیت کی طرف کہ جس کے ساتھ وحشت نہیں ہے اور ایسی روشنی کی طرف کہ جس کے ساتھ تاریکی نہیں ہے اور ایسی وسعت کی طرف کہ جس کے ساتھ تنگی نہیں ہے اور ایسی خوش بختی کی طرف کہ جس کے لئے درمیان میں منقطع ہونا نہیں ہے اور ایسی بے نیازی کی طرف کہ اس کے ساتھ فاقہ نہیں ہے اور ایسی صحت کی طرف کہ جس کے ساتھ بیماری نہیں ہے (اور ایسی عزت کی طرف کہ جس کے ساتھ ذلت نہیں ہے) اور ایسی قوت کی طرف کہ جس کے ساتھ کمزوری نہیں ہے اور ایسی کرامت کی طرف کہ جس کے برابر کوئی کرامت نہیں ہے، تم لوگ جلدی کرو دنیا اور آخرت کی خوشی کی جانب اور آخرت اور دنیا کی نجات کی جانب۔ اور جب دوسری دفعہ "حیّ علی الفلاح" (مؤذن کہتا ہے تو گویا) بیشک وہ کہتا ہے: تم لوگ ایک دوسرے کے اوپر سبقت کرو اس چیز کی طرف کہ جس کی جانب میں تم لوگوں کو بلا رہا ہوں، بڑی اور بہت زیادہ کرامت کی طرف، عظیم احسان کی طرف، بلند مرتبہ نعمتوں کی طرف، عظیم کامیابی کی طرف اور ابدی نعمت کی طرف کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جوار میں پسندیدہ مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں (مقرب) ہوں گے۔

جہاں تک تعلق مؤذن کے قول "اللہ اکبر" کا ہے تو (گویا) وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ اس بات سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان باتوں کا علم حاصل کر سکے کہ جو اس کے پاس اپنے اس بندے کے لئے کرامت و اچھائی ہے کہ جو اس کے حکم کو مانتا ہے، اس کی اطاعت کرتا ہے، اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے، اس کے وعد و وعید (جزا و سزا) کی معرفت رکھتا ہے، اس کی طرف اور اس کے ذکر کی طرف متوجہ رہتا ہے، اس سے محبت رکھتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہے، اس کی جانب (اس کے خزانہ میں جو کچھ ہے اس) سے اطمینان رکھتا ہے، اس پر بھروسہ رکھتا ہے، اس سے خوف رکھتا ہے، اس سے امید رکھتا ہے، اس کی جانب مشتاق ہے، اس کے حکم میں اس کی موافقت کرتا ہے اور اس کے حکم کو بجالاتا ہے اور اس پر راضی رہتا ہے۔

اور دوسرا "اللہ اکبر" (جب مؤذن کہتا ہے تو گویا) وہ کہتا ہے: اللہ اکبر اور اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے اس بات سے کہ کوئی بھی اس کی اس کرامت کی انتہاء کو جان سکے کہ جو اس کی اپنے دوستوں کے لئے ہے اور اس کی اس سزا کی انتہاء کو جان سکے کہ جو اس کی اپنے دشمنوں کے

لئے ہے اور اس کے عفو و درگزر اور مغفرت کی اور اس شخص کی نعمت کی انتہاء کو جان سکے کہ جو اس کے فرمان کو اور اس کے رسولؐ کے فرمان کو قبول کرتا ہے اور اس کے عذاب اور عبرتناک سزا کی انتہاء کو (جان سکے) اور یہ عذاب و عبرتناک سزا اس شخص کے لئے ہے کہ جو اس کا انکار کرتا ہے اور جو اس کو جھٹلاتا ہے۔

اور جہاں تک تعلق مؤذن کے قول "لا الـــہ الاّ اللہ" کا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ: اللہ کے لئے ہی ان لوگوں کے اوپر رسول، رسالت، بیان اور دعوت کے ذریعے سے مکمل و انتہاء تک پہنچنے والی حجت و دلیل ہے، اور وہ اس بات سے بزرگ و برتر ہے کہ لوگوں میں سے کسی ایک کے حق میں بھی خدا کے اوپر کوئی حجت و دلیل ہو، پس جو پروردگار کے حکم کو قبول کرے گا تو اس کے لئے نور اور کرامت ہے، (اور جو اس کا انکار کرے) تو یقیناً اللہ عالمین سے بے نیاز ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اقامت میں "قد قامت الصلاۃ" کا مطلب ہے کہ زیارت، مناجات، حاجتوں کی تکمیل، آرزوؤں کے حصول اور اللہ عزّ وجلّ (کی بارگاہ) کی جانب، اس کی کرامت، اس کے عفو و درگزر، اس کی رضا اور اس کی مغفرت کی طرف پہنچنے کا وقت آ پہنچا۔

اس کتاب کے مصنف -رضی اللہ عنہ- فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے راوی نے "حیّ علی خیر العمل" کا تذکرہ صرف اور صرف تقیّے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور یقیناً ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے "حیّ علی خیر العمل" (سب سے بہترین عمل کی طرف آؤ) کے معنی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "سب سے بہترین عمل ولایت ہے۔" اور دوسری روایت میں ہے کہ "سب سے بہترین عمل فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد علیہم السلام کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔"

۲۔ مجھ سے بیان کیا ابوالحسن بن عمر (و) بن علی بن عبداللہ بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد خلف بن محمد بلخی نے بلخ میں، انہوں نے اپنے والد محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیّاش بن ضحّاک نے، انہوں نے مکّی ابن ابراہیم سے، انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ابن عباسؓ کے ساتھ طائف میں تھے جہاں پر میں، ابوالعالیہ، سعید بن جبیر اور عکرمہ موجود تھے، اس وقت مؤذن آیا اور اس نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر. مؤذن کا نام قثم ابن عبدالرحمٰن ثقفی تھا۔ پس ابن عباسؓ نے کہا: کیا تم لوگ سمجھ رہے ہو کہ مؤذن کیا کہہ رہا ہے؟، ابوعالیہ نے سوال کیا اور کہا کہ آپ ہمیں اس کی تفسیر سے آگاہ کیجئے۔ ابن عباسؓ نے کہا: جب مؤذن "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کہتا ہے تو گویا وہ کہتا ہے: اے زمین پر مشغول لوگو! یقیناً نماز واجب ہو چکی ہے تو تم لوگ اس کی جانب فراغت اختیار کرو؛ جب وہ کہتا ہے کہ: "اشھد ان لا الہ الاّ اللہ" تو گویا وہ کہتا ہے: قیامت کا دن قائم ہوگا اور میرے حق میں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ گواہی دے گا کہ یقیناً میں تم کو دن میں پانچ دفعہ آگاہ کرتا تھا، اور جب مؤذن کہتا ہے: "اشھد انّ محمداً رسول اللہ" تو گویا وہ کہتا ہے کہ: قیامت قائم ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے حق میں تم پر گواہ ہوں گے کہ یقیناً میں نے تم کو اس بات کی دن میں پانچ دفعہ خبر دی تھی۔ اور جب مؤذن کہتا ہے "حیّ علی الصلاۃ" تو گویا وہ کہتا ہے: مضبوط ذمہ داری آ پہنچی تو تم لوگ اسے قائم کرو۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ "حیّ علی الفلاح" تو گویا کہتا ہے: حاضر ہو جاؤ اللہ کی اطاعت کی جانب اور اللہ کی رحمت سے اپنے

حصّے کو حاصل کرلو، یعنی جماعت کو۔ (اور) جب بندہ کہتا ہے: "اللہ اکبر، اللہ اکبر" تو گویا وہ کہتا ہے کہ: (نماز کے علاوہ دیگر) کام حرام ہو گئے۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ "لا الـــہ الاّ اللہ" تو گویا وہ کہتا ہے: ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کی امانت تمہاری گردن پر ہے اب چاہو تو اس کو قبول کرتے ہوئے سامنے آؤ اور چاہو تو پیٹھ دکھا کے روگردانی کرو۔

۳۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے کہ جو ابن مقبرہ کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ بن ابی خلف اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباس ابن سعید الازرق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونصر نے، انہوں نے عیسی بن مہران سے، انہوں نے حسن بن عبدالوھاب سے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ "حی علی خیر العمل" کی کیا تفسیر ہے؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، آپؑ نے فرمایا: ''وہ (مؤذن) تم کو نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے، کیا تم جانتے ہو کن لوگوں کے ساتھ نیکی (کی دعوت دیتا ہے)؟' میں نے عرض کیا: نہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ تم کو دعوت دیتا ہے فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد علیہم السلام کے ساتھ نیکی کی طرف۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباس بن سعید الازرق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابونصر نے، انہوں نے عیسی بن مہران سے، انہوں نے یحیٰی بن حسن بن فرات سے، انہوں نے حماد بن یعلی سے، انہوں نے علی بن حزوّر سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے محمد بن حنفیہ سے کہ جب ان کے سامنے اذان کے متعلق تذکرہ کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم (معراج کے موقع پر) آسمان کی جانب سفر میں تھے اور چھٹے آسمان کے قریب پہنچنے والے تھے اس وقت ساتویں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا کہ جو اس سے پہلے کبھی بھی نازل نہیں ہوا تھا اس نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر. پس اس وقت اللہ جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا: میں ایسا ہی ہوں۔ پھر اس فرشتے نے کہا: اشھد ان لا الـہ الاّ اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے) تو اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: میں ایسا ہی ہوں، کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے۔ پھر فرشتے نے کہا: اشھد انّ محمداً رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں)۔ اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: میرے بندے اور میرے امین ہیں میری مخلوقات پر، میں نے ان کا انتخاب کیا ہے اپنے بندوں پر اپنی رسالات کے سلسلے میں۔ پھر فرشتے نے کہا: "حی علی الصلاۃ"۔ اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: میں نے اس نماز کو اپنے بندے پر فرض کر دیا ہے اور میں نے اس کو اپنے حق میں (ان کے اوپر قرض کی مانند) ایک ذمہ داری کے طور پر قرار دیا ہے۔ پھر فرشتے نے کہا: "حی علی الفلاح". اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: فلاح و کامیابی ہے اس کے لئے جو نماز کی جانب چل پڑا اور میری رضا کے حصول کے لئے اس پر کاربند رہا۔ پھر فرشتے نے کہا: "حی علی خیر العمل". اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ نماز سب سے افضل عمل ہے اور سب سے زیادہ پاکیزہ عمل ہے۔ پھر فرشتے نے کہا: قد قامت الصلاۃ. پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آگے بڑھے اور اہل آسمان کی امامت کی، پس اسی دن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شرف و منزلت اپنے کمال کو پہنچا۔

(۲۴) ☆حروف تہجی کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن بکران نقاشؒ نے کوفہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن علی ابن موسی الرضا علیہما السلام سے کہ (آپؑ نے فرمایا): ''پہلی چیز کہ جس کو اللہ عزّ وجلّ نے اپنی مخلوق کو لکھنے (پڑھنے) سے آگاہ کرنے کے لئے خلق فرمایا وہ حروف تہجی تھے، بیشک جب کوئی شخص کسی کے سامنے ان حروف کو پیش کرتا تھا تو محسوس کرتا تھا کہ کچھ باتیں وہ فصیح اور صحیح انداز سے نہیں بول پا رہا تو انہوں نے اس سلسلے میں فیصلہ کیا کہ وہ اس کے سامنے حروف تہجی کو پیش کرتے جائیں اور حروف تہجی کی جتنی مقدار کا وہ صحیح تلفظ نہ کر سکے اس مقدار میں دیت ادا کرے۔

اور (امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں) یقیناً مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوارؑ نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے، انہوںؑ نے اپنے جدِ امجدؑ سے، انہوںؑ نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ السلام سے کہ آپؑ نے ''الف، ب، ت، ث'' کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ: ''الف'' سے آلاء اللہ (اللہ کی نعمتیں)، ''ب'' سے بہجۃ اللہ (اللہ کی خوشی اور اچھائی)، ''ت'' یعنی امر دین تمام و مکمل ہوگا قائم آل محمدؐ کے ذریعے سے، ''ث'' سے مؤمنین کا ثواب اپنے نیک اعمال پر۔

''ج، ح، خ'' - ''جیم'' سے اللہ کا جمال اور اللہ کا جلال، ''حا'' سے اللہ تعالی کا گناہ گاروں پر حلم و بردباری اور ''خا'' سے اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک نافرمانوں کی خمول و ہلاکت۔

''د، ذ'' دال سے اللہ کا دین اور ذال سے ذی الجلال (صاحب جلال پروردگار) ہے۔

''ر، ز'' - ''راء'' سے رؤوف اور رحیم ہے اور ''زا'' سے قیامت کے دن کے زلزلوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

''س، ش'' - ''سین'' سے سناء اللہ (اللہ تعالی کی بلندی و برتری) اور ''شین'' یعنی (شاء اللہ) اللہ جو چاہنا چاہے وہ چاہ سکتا ہے اور جس کا ارادہ کرنا چاہے اس کا ارادہ کر سکتا ہے اور وہ لوگ (اہل بیت علیہم السلام) تو کچھ چاہتے ہی نہیں مگر یہ کہ اللہ جو چاہے۔

''ص، ض'' - ''صاد'' وعدے کے صدق و سچائی پر دلالت کرتا ہے جو اس نے لوگوں کو پل صراط پر اٹھانے اور ظالموں کو ظلم کا حساب دینے کے لئے انتظار گاہ میں قید کرنے کے سلسلے میں کیا ہے۔ ''ضاد'' سے محمدؐ اور آل محمدؐ کے مخالفین کی ضلالت و گمراہی کی طرف اشارہ ہے۔

''ط، ظ'' - ''طاء'' سے مومنین کے لئے طوبی (جنت میں درخت) و خوش بختی اور بہترین انجام اور ''ظاء'' کا اشارہ ہے کہ مؤمنین اللہ تعالی کے بارے میں اچھائی کا ظن و گمان رکھتے ہیں جبکہ کافرین اللہ تعالی کے متعلق بُرا ظن رکھتے ہیں۔

''ع، غ'' - ''عین'' عالم سے ہے اور ''غین'' غنی سے۔

''ف، ق'' - ''فاء'' فرج و کشادگی ہے کشادگی کے دروازوں سے اور فوج و گروہ ہے (جہنم کی) آگ کی افواج میں سے۔ اور

''قاف'' سے قران ہے کہ جس کی جمع آوری اور اس کی بطور قران حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی کے اوپر ہے۔

''ک، ل'' - ''کاف'' کافی سے ہے اور ''لام'' کافروں کا اللہ تعالی کے اوپر جھوٹا بہتان باندھنے کے لغو و بیکار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

''م، ن'' - ''میم'' اللہ تعالی کا ملک وسلطنت ہے اس دن کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی مالک و بادشاہ نہیں ہوگا کہ اس دن پروردگار عزّ وجلّ فرمائے کہ: لمن الملک الیوم ''آج کے دن کس کا ملک وسلطنت ہے''؟ پھر اس کے انبیاء، مرسلین اور حجتوں کی روحیں بول پڑیں گی اور سب کہیں گے: اللہ واحد اور غالب کے لئے (آج کی حکومت وسلطنت) ہے، اس وقت پروردگار جلّ جلالہ فرمائے گا: آج کے دن ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہے اور آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہوگا بیشک اللہ تیز ترین حساب لینے والا ہے۔ اور ''نون'' اللہ تعالی کا مؤمنین کے لئے عطا کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کافروں کے لئے اس کی عبرتناک سزا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''و، ھ'' پس ''واو'' ویل (جہنم کے ایک کوئیں کا نام) ہے اس کے لئے جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور ''ھا'' یعنی اللہ تعالی کی جانب سے اس کی نافرمانی کرنے والوں کی اہانت وذلّت ہے۔

''لا، ی'' - ''لام-الف'' اشارہ ہے لا الہ الاّ اللہ کی طرف اور یہ کلمہ اخلاص ہے کہ کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے خلوص کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو مگر یہ کہ اس کے حق میں جنّت واجب ہے۔ ''ی'' سے اللہ کا ید اور ہاتھ اور قوّت اپنی مخلوقات کے اوپر چھائی ہوئی ہے، وہ رزق کو پھیلانے والا، پاک و پاکیزہ اور بلند ہے ان باتوں سے کہ جو مشرکین کہتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ تبارک وتعالی نے اس قران کو انہی حروفوں کے ساتھ نازل فرمایا کہ جن کو تمام عرب استعمال کرتے ہیں، پھر فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ''اور کہہ دو کہ اگر تمام جن وانس اس بات پر جمع واکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے اگرچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے لئے پشت پناہ و مددگار (کیوں نہ) ہو جائیں۔'' (سورۂ اسرا۔ آیت - ۸۸)

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری حاکم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمر و محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوزید عیّاش بن یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام علی کحّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے والد نے، انہوں نے یزید بن حسن سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسی بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے کہ فرمایا: ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؐ کے نزدیک امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تشریف فرما تھے، اس نے آکر سوال کیا: حروف تہجی کا کیا فائدہ ہے؟، اس وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ الصلاۃ والسلام کو فرمایا: اس کا جواب دو اور (دعا کرتے ہوئے فرمایا) پروردگار اس کی موافقت فرما اور اس کو مضبوط بنا۔

پس مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حروف میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اللہ عزّ وجلّ کے ناموں میں سے کوئی نام ہے۔ پھر فرمایا: جہاں تک ''الف'' کا تعلق تو پس (اس سے مراد وہ) اللہ ہے کہ وہ ایسا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، جہاں تک تعلق ''باء'' کا ہے تو وہ باقی رہنے والا ہے اس کی مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد (بھی)، اور جہاں تک ''تاء'' کا تعلق ہے تو وہ تواب ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔ اور جہاں تک ''ثاء'' کا تعلق ہے تو وہ ثابت وکائن ہے (ہمیشہ ثابت رکھنے والا اور ہونے والا) کہ ''اللہ تعالیٰ پکّے قول کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔''

اور جہاں تک ''جیم'' کا تعلق ہے تو پس اس کی ثناء جلیل و بلند ہے اور اس کے اسماء مقدس ہیں، اور جہاں تک ''حاء'' کا تعلق ہے تو اس سے حق، حیّ (زندہ) اور حلیم ہے۔ اور جہاں تک تعلق ''خاء'' کا ہے تو خبیر ہے کہ وہ بندوں کے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اور ''دال'' تو قیامت کے دن کا دیّان وجزا دینے والا ہے، اور ''ذال'' سے ذوالجلال والاکرام ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''راء'' کا ہے تو وہ اپنے بندوں پر رؤوف ومہربان ہے۔ اور ''زا'' تو یہ معبودوں کی زینت ہے، اور ''سین'' تو وہ سمیع، سننے والا اور دیکھنے والا ہے، اور جہاں تک تعلق ''شین'' کا ہے تو وہ شاکر ہے کہ اپنے مؤمن بندوں کے شکر کو قبول کرتا ہے۔ اور ''صاد'' تو وہ اپنے وعدے اور وعید میں صادق اور سچّا ہے، اور ''ضاد'' تو وہ ضرر پہنچانے اور نفع دینے (کی قدرت) والا ہے۔

جہاں تک ''طاء'' کا تعلق ہے تو وہ طاہر و پاک ہے اور مطہر و پاک کرنے والا ہے، اور ''ظاء'' تو وہ ظاہر و آشکار ہے اور اپنی آیتوں و نشانیوں کو ظاہر کرنے والا ہے۔ اور جہاں تک ''عین'' کا تعلق ہے تو وہ اپنے بندوں کے بارے میں عالم اور جاننے والا ہے اور ''غین'' تو وہ غیاث المستغیثین (فریاد کرنے والوں کا فریادرس) ہے۔

اور جہاں تک ''فاء'' کا تعلق ہے تو وہ دانے اور (کھجور کی) گٹھلی کا فالق اور شگافتہ کرنے والا ہے، ''قاف'' تو وہ اپنی تمام مخلوقات پر قادر ہے، اور ''کاف'' تو وہ ایسا کافی ہے کہ اس کے لئے ہم پلّہ کوئی بھی نہیں ہے اور نہ اس نے (کسی کو) جنا ہے اور نہ اسے جنا گیا ہے۔

اور جہاں تک ''لام'' کا تعلق ہے تو وہ اپنے بندوں کے بارے میں لطیف ہے اور ''میم'' تو وہ مالک (الملک) ہے اور ''نون'' تو آسمان وزمین کا نور اس کے عرش کے نور سے ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''واو'' کا ہے تو پس وہ واحد ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے (کسی کو) جنا ہے اور نہ اسے جنا گیا ہے۔ اور ''ھا'' تو وہ اپنی مخلوقات کے لئے ہادی اور ہدایت کرنے والا ہے اور ''لام-الف'' (لا) تو پس لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ (کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اور اس کے لئے کوئی شریک نہیں ہے۔) اور جہاں تک تعلق ''یاء'' کا ہے تو یداللہ (اللہ کا ہاتھ اور قوّت واقتدار) اپنی مخلوقات پر پھیلا ہوا ہے۔

''قاف'' سے قران ہے کہ جس کی جمع آوری اور اس کی بطور قران حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی کے اوپر ہے۔

''ک، ل'' - ''کاف'' کافی سے ہے اور ''لام'' کافروں کا اللہ تعالی کے اوپر جھوٹا بہتان باندھنے کے لغو و بیکار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

''م، ن'' - ''میم'' اللہ تعالی کا ملک وسلطنت ہے اس دن کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی مالک و بادشاہ نہیں ہوگا کہ اس دن پروردگار عزّ وجلّ فرمائے کہ: لمن الملک الیوم ''آج کے دن کس کا ملک وسلطنت ہے''؟ پھر اس کے انبیاء، مرسلین اور حجتوں کی روحیں بول پڑیں گی اور سب کہیں گے: اللہ واحد اور غالب کے لئے (آج کی حکومت وسلطنت) ہے، اس وقت پروردگار جلّ جلالہ فرمائے گا: آج کے دن ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہے اور آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہوگا بیشک اللہ تیز ترین حساب لینے والا ہے۔ اور ''نون'' اللہ تعالی کا مؤمنین کے لئے عطا کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کافروں کے لئے اس کی عبرتناک سزا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''و، ھ'' پس ''واو'' ویل (جہنم کے ایک کوئیں کا نام) ہے اس کے لئے جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور ''ھا'' یعنی اللہ تعالی کی جانب سے اس کی نافرمانی کرنے والوں کی اہانت وذلّت ہے۔

''لا، ی'' - ''لام-الف'' اشارہ ہے لا الہ الا اللہ کی طرف اور یہ کلمہ اخلاص ہے کہ کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے خلوص کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو مگر یہ کہ اس کے حق میں جنّت واجب ہے۔ ''ی'' سے اللہ کا ید اور ہاتھ اور قوّت اپنی مخلوقات کے اوپر چھائی ہوئی ہے، وہ رزق کو پھیلانے والا، پاک و پاکیزہ اور بلند ہے ان باتوں سے کہ جو مشرکین کہتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قران کو انہی حروفوں کے ساتھ نازل فرمایا کہ جن کو تمام عرب استعمال کرتے ہیں، پھر فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا توا بمثل هذا القران لا یا تون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا ''اور کہہ دو کہ اگر تمام جن وانس اس بات پر جمع واکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے اگرچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے لئے پشت پناہ ومددگار (کیوں نہ) ہو جائیں۔'' (سورۂ اسرا۔ آیت-۸۸)

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری حاکم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمر ومحمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوزید عیّاش بن یزید بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام علی کحّال نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے والد نے، انہوں نے یزید بن حسن سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسی بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے کہ فرمایا: ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؐ کے نزدیک امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام تشریف فرما تھے، اس نے آکر سوال کیا: حروف تہجی کا کیا فائدہ ہے؟، اس وقت

عورت !اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو لے جا، یقیناً یہ تعلیم یافتہ ہے اس کو حصول علم کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطّاب اور احمد بن حسن بن علی بن فضّال نے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے حسن بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سالم نے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ و السلام نے ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفّان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ''ابجد'' کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ ''ابجد'' کی تفسیر کو سیکھو کہ بیشک اس میں تمام عجائبات موجود ہیں، افسوس ہے اس عالم کے لئے کہ جو اس کی تفسیر سے جاہل ہے۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہؐ! ''اَبْجَدْ'' کی کیا تفسیر ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک ''الف'' کا تعلق ہے تو یہ اللہ کی آلاء اور نعمتیں ہیں، اس کے ناموں میں سے ایک حرف ہے اور جہاں تک ''با'' کا تعلق ہے تو یہ اللہ کی بہجت اور خوشی ہے اور جہاں تک تعلق ''جیم'' کا ہے تو یہ اللہ کی جنّت اور اللہ کے جمال کی طرف اشارہ ہے، اور جہاں تک تعلق ''دال'' کا ہے تو یہ اللہ کا دین ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''ھوّز'' کا ہے تو ''ھا'' سے مراد ''ھاویہ'' (دوزخ) ہے، پس افسوس ہے اس کے لئے جو اس آگ کا مشتاق ہے اور اس میں جھونک دیا جائے گا، اور ''واؤ'' تو یہ (جہنم کی) آگ والوں کے لئے ویل و افسوس ہے، اور ''زا'' تو یہ جہنم کے زاویے اور گوشے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہم اللہ تعالی سے پناہ طلب کرتے ہیں اس چیز سے کہ جو ان زاویوں اور گوشوں میں ہیں یعنی جہنم کے (چاروں) زاویوں میں۔

اور جہاں تک تعلق ''حطّی'' کا ہے تو ''حا'' یہ شب قدر میں مغفرت طلب کرنے والوں کی خطاؤں کا حطّ ہو جانا اور ختم ہو جانا ہے اور وہ چیزیں کہ جن کے ساتھ جبرئیل فرشتوں کے ساتھ طلوع فجر تک نازل ہوتے ہیں۔ اور ''طا'' تو یہ ''طوبیٰ لھم و حسن مآب'' (طوبی کا درخت خاص ہے مؤمنین کے لئے اور کتنا اچھا انجام ہے ان لوگوں کا)، یہ وہ درخت ہے کہ جس کو اللہ عزّ وجلّ نے اگایا ہے اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا ہے اور بیشک اس کی شاخیں جنّت کے پھیلاؤ کے اطراف میں دیکھ سکتے ہو، زیورات اور زینت کے لباس اس سے ظاہر ہوتے ہیں کہ اہل جنّت کے منہ تک اس کے میوے پہنچتے ہیں۔ اور ''یا'' تو اس سے مراد اللہ کا ید (ہاتھ اور قوّت) ہے کہ جو اس کی خلق پر چھائی ہوئی اور پھیلی ہوئی ہے کہ وہ پاک و پاکیزہ اور بلند ہے ان باتوں سے کہ جو شرک کرنے والے کہتے ہیں۔

اور جہاں تک تعلق ''کلمن'' کا ہے تو پس ''کاف'' اللہ کے کلام کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے کلمات کے لئے کوئی تبدیلی نہیں ہے اور تم اس کے علاوہ کسی سے بھی جائے پناہ کبھی نہیں پاؤ گے۔ اور ''لام'' تو یہ اہل جنّت کا آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات اور آداب و سلام بجا لانے کے لئے جمع ہونے اور اہل جہنم کا آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور ''میم'' تو یہ اشارہ ہے اللہ کے ملک و سلطنت کی طرف کہ جو زائل ہونے والی نہیں ہے اور اللہ کے ایسے دوام کی طرف کہ جس کو فنا نہیں ہے۔ اور ''نون'' تو یہ اشارہ ہے نون اور قلم اور

اس چیز کی طرف کہ جو لکھتے ہیں اور قلم سے مراد نور کا قلم ہے اور کتاب نور کی ہے، لوح محفوظ میں کہ مقربین جس کی گواہی دیتے ہیں اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''سعفص'' کا ہے تو ''صاد'' صاع کے مقابلے میں صاع ہے اور انگوٹھی کے نگینے کے مقابلے میں انگوٹھی کا نگینہ ہے یعنی جزاء کے مقابلے میں جزاء ہے، جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، یقیناً اللہ بندوں کے لئے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اور جہاں تک تعلق ''قرشت'' کا ہے تو اس کا مطلب ہے ان کو اِدھر اُدھر سے جمع کیا جائے گا تو ان کا اکٹھے ہونا اور منتشر ہونا قیامت کے دن کی جانب ہوگا، پھر ان کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ہم سے بیان کیا اسی حدیث کو ابوعبداللہ بن [ابی] حامد نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابونصر احمد بن محمد بن یزید بن عبدالرحمٰن بخاری نے بخارا میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن احمد بن یعقوب بن اخی سہل بن یعقوب بزّاز نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن حمزہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد عیسی بن موسی نجّار نے، انہوں محمد بن زیاد سکری سے، انہوں نے فرات بن سلیمان سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے انس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ''ابی جاد'' کی تفسیر سکھو، بیشک اس میں تمام عجائبات ہیں اور پھر اسی کی مثل حدیث کا ذکر کیا کہ جو حرف بحرف بالکل مساوی ہے۔

۳۔ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ شمعون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا کہ آپؐ مجھے خبر دیجئے کہ ''ابی جاد'' کیا چیز ہے اور ''ھوّز'' کیا چیز ہے؟ اور ''حطّی'' کیا چیز ہے؟ اور ''کلمن'' کیا چیز ہے؟ اور ''سعفص'' کیا چیز ہے؟ اور ''قرشت'' کیا چیز ہے اور ''کتب'' کیا چیز ہے؟

اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''جہاں تک تعلق ''ابوجاد'' کا ہے تو یہ آدم علیہ السلام کی کنیت ہے وہ درخت سے کھانے سے انکار کر رہے تھے مگر جب (شیطان کے اس درخت سے کھانے کو عمدہ چیز کے طور پر پیش کرنے اور آدم علیہ السلام کے بھوکے ہونے کے سبب) ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے اس میں سے کھالیا (اور چونکہ ہلاکت تک پہنچے والے نیک شخص کو ''جاد'' کہتے ہیں اس لئے کنیت ابوجاد پڑی)۔ اور جہاں تک تعلق ''ھوّز'' کا ہے تو آدم علیہ السلام کو آسمان سے نیچے بھیجا گیا (کہ جس کو عربی میں ھوی کہتے ہیں جس کی طرف ھوّز اشارہ کر رہا ہے) تو وہ زمین کی طرف نازل ہوئے۔ اور جہاں تک تعلق ''حطّی'' کا ہے تو آدم علیہ السلام کی خطاطؑ کر دی گئی اور مٹادی گئی، اور جہاں تک تعلق ''کلمن'' کا ہے تو اللہ عزّ وجلّ نے کلام کیا اور جہاں تک تعلق ''سعفص'' کا ہے تو اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا ہے: صاع کے بدلے صاع ہے، جیسا دو گے ویسا ہی لوگے اور جہاں تک ''قرشت'' کا تعلق ہے تو اس سے مراد ہے کہ اس نے برائیوں کا اعتراف کیا تو خدا نے اس کی مغفرت کر دی، اور جہاں تک تعلق ''کتب'' کا ہے تو اللہ تعالی نے [اپنے پاس] آدم علیہ السلام کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق فرمائے گا اور عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمائے گا اور اللہ عزّ وجلّ ان کو اپنی تصدیق کے طور پر نازل فرمائے گا کہ ''بیشک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی مثال کی طرح ہے کہ اُن کو مٹی سے خلق کیا''۔ شمعون نے کہا:

اے محمدؐ! آپؐ نے سچ فرمایا۔

(۲۶) ☆انبیاء، رسولوں اور دوسروں کے ناموں کے معانی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ہمارے اساتذہ - رضی اللہ عنہم - نے اپنی اسناد کے ساتھ، سلسلے کو بلند کرتے ہوئے اور متصل کرتے ہوئے (بغیر راویوں کے اسماء کو ذکر کئے سلسلے کو امام علیہ السلام سے متصل کر دیا) کہ یقیناً میں نے کتاب ''علل الشرائع والاحکام والاسباب'' میں اس کو مختلف ابواب میں ذکر کیا ہے [اور] اور وہاں میں نے مرتب کیا تھا جس میں تھا کہ:

آدم کے معنی ہیں کہ خدا نے ان کو ادیم ارض (سطح زمین) سے خلق کیا ہے - اور ادیم چوتھی زمین ہے -، حوّاء کے معنی کہ ان کو ''حی'' سے خلق کیا گیا اور وہ آدمؑ ہیں، انسان کے معنی ہیں کہ وہ نسیان میں مبتلا ہونے والا اور فراموش کر جانے والا ہے، نساء کے معنی ہے کہ وہ عورتیں مردوں کے لئے انسیت رکھنے والی ہیں اور مرأۃ (عورت) کا معنی ہے کہ اس کو مرء (مرد) سے خلق کیا گیا ہے؛ ادریس کے معنی ہے کہ وہ اللہ عزّ وجلّ کے احکام اور اسلام کی سنّت کا کثرت سے درس دیا کرتے تھے؛ اور نوح کے معنی ہے کہ وہ اپنے نفس کے سلسلے میں نوحہ کیا کرتے تھے اور پانچ سو سال تک گریہ وزاری کی اور اپنے آپ کو اس گمراہی سے کہ جس میں ان کی قوم گرفتار تھی رہائی بخشی؛ ان کے زمانے میں آنے والے طوفان کا مطلب ہے پانی ہر چیز کے اوپر چھا گیا (چھا جانے کو عربی میں طفی کہتے ہے)۔

ھود کے معنی ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ تھے اس چیز کی جانب کہ جس کے بارے میں ان کی قوم گمراہ تھی اور ان کو مبعوث کیا گیا تھا تا کہ ان کی گمراہی سے ان کو ہدایت کی طرف لے آئیں۔

''ریح عقیم'' کے معنی (وہ ہوا ہے کہ) جس کے ذریعے سے اللہ عزّ وجلّ نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا کہ یہ ایسی ہوا تھی کہ جو عذاب سے بھری ہوئی تھی اور ہوا کی خوبیوں (ٹھنڈک وغیرہ) سے عقیم و بانجھ تھی جیسے کہ اس مرد کو خالی و عقیم کہا جاتا ہے کہ جب وہ لاولد ہو اور اس کے لئے کوئی اولاد نہ ہو، پس اس ''ریح عقیم'' نے قوم عاد کے قصر و محلات، قلعوں، شہروں اور مضبوط عمارتوں کو اس طرح سے پیس ڈالا کہ وہ سب کے سب ریت اور آٹے کی صورت ہو گئے کہ جن کو ہوا اڑا لے گئی۔

اور ''ذات العماد'' (کہ جو قوم عاد کو کہا جاتا تھا) کا مطلب یہ ہے کہ قوم عاد پہاڑوں سے بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑوں کو کاٹتی تھے اور اس کو ستون کی مانند بناتی تھی ایسا ستون کہ جو پہاڑ کی مانند نیچے سے اوپر تک ہوتا تھا پھر وہ ان ستونوں کو منتقل کرتے تھے اور جہاں چاہتے تھے وہاں نصب کر دیتے تھے (اتنے قوی اور مضبوط تھے) اور پھر ان ستونوں اور بنیادوں کے اوپر اپنے قصر تعمیر کرتے تھے، اس وجہ سے ان کو ''ذات العماد'' کہا گیا۔

ابراہیم کے معنی ہیں ہم وغم میں مبتلا ہوئے اور پھر بری اور خوشی پائی؛ اور ذوالقرنین کے معنی ہیں کہ انہوں نے ایک مدت تک اپنی قوم کو

اللہ عزّ وجلّ کی طرف دعوت دی تو ان کی قوم نے ان کے سر کے داہنے حصّے کی طرف مارا تو وہ ان سے ایک مدت تک کے لئے غائب ہو گئے اور پھر واپس ان کی طرف آئے تو ان کی قوم نے پھر ان کے سر کے بائیں حصّے کی طرف ضرب لگائی۔

اصحاب رسّ کے معنی ہے کہ ان لوگوں کو ایک نہر کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ جس کو رسّ کہا جاتا تھا اور جو مشرق کے شہروں میں سے تھا اور یقیناً یہ بھی کہا گیا ہے کہ: بیشک رسّ ایک کنواں تھا، اور وہاں کے باشندوں نے سلیمان بن داود علیہما السلام کے بعد اپنے نبی کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ (اور زندہ دفن کرنے اور دھنسا دینے کو بھی رسّ کہتے ہیں) اور یہ لوگ صنوبر کے درخت کی پرستش کرتے تھے کہ جس کو ''شاہ درخت'' کہا جاتا تھا کہ جس کو یافث بن نوح نے لگایا تھا اور پھر نوحؑ کے طوفان کے بعد پیدا ہو گیا تھا اور اس شہر کی عورتیں مردوں کے بجائے عورتوں کے ساتھ مشغول ہو گئی تھیں کہ جس کے نتیجے میں اللہ عزّ وجلّ نے ان کو شدید سرخ تیز ہوا کے ذریعے سے عذاب کیا اور پروردگار نے زمین کو اس کے نیچے سے گندھک کے پتھر کی مانند انگارہ بنا دیا اور اللہ سبحانہ نے ان کے اوپر انکے کرتوتوں کو سیاہ سایہ بنا دیا کہ پھر وہ یکا یک انگاروں کا ایک قہر بن کر ان پر گرا اور ان کے بدن اس طرح پگھل گئے جس طرح آگ میں تانبا پگھل جاتا ہے۔

اور یعقوب کے معنی یہ ہیں کہ وہ اور (ان کے بھائی) عیص جڑواں پیدا ہوئے، پہلے عیص پیدا ہوئے پھر یعقوب پیدا ہوئے تو وہ اپنے بھائی کے عقب میں پیدا ہوئے (اس وجہ سے یعقوب کہے گئے)۔

اور اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ چونکہ اسراء بندے کو کہتے ہیں اور ایل یعنی اللہ عزّ وجلّ، اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ''اسر'' یعنی قوّت اور ایل یعنی اللہ عزّ وجلّ۔ اور اسی طرح جبرئیل کے معنی ہیں اللہ کی قوّت، اور یہی صورت ہے ہر اس نام کی کہ جس کے آخر میں ''ایل'' ہو اور اس سے پہلے عبد یا عبید ہو، اور ''ایل'' سے مراد اللہ عزّ وجلّ ہے، اور اسی طرح جبرئیل کے معنی ہے عبداللہ اور میکائیل کے معنی ہے عبیداللہ اور اسی طرح اسرافیل کے معنی ہے عبید اللہ، اور یوسف کے معنی ''آسف-یوسف'' سے اخذ کیا گیا کہ جس کے معنی ہے کہ ''اغضب-یغضب'' (یعنی) کہ ان پر ان کے بھائی غضب ناک ہوئے۔'' (جیسا کہ) اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ: ''فلمّا آسفونا انتقمنا منهم'' (پس جب ہم پر غضب ناک ہوئے تو ہم نے ان سے انتقام لیا) (سورۂ زخرف: آیت-۵۵) (کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسف کا لفظ غضب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے)، یوسف کا نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ان پر ان کے بھائی ان کی فضیلت دیکھ کر غضبناک ہوئے۔

موسیٰ کے معنی ہیں کہ ان کو آل فرعون دو دریاؤں، پانی اور درخت کے درمیان تلاش کر رہے تھے جبکہ وہ تابوت میں تھے، اور قبطیوں کی زبان سے یہ لفظ پانی اور درخت سے اخذ کیا گیا ہے ان کو موسیٰ کہا جاتا ہے چونکہ پانی کو ''مو'' اور درخت کو ''سی'' (زبانِ قبط میں کہا جاتا ہے) پس انہوں نے موسیٰ کا نام اسی وجہ سے موسیٰ رکھ دیا۔

اور خضر کے معنی ہیں کہ وہ کبھی بھی سوکھی لکڑی پر نہیں بیٹھتے تھے اور نہ ہی ویران زمین پر جب تک کہ اس کو (معجزے سے) سبز نہ بنا دیتے (اور سبز کو عربی میں خضراء کہتے ہیں جس سے یہ نام نکلا) جب کہ ان کا نام تالیا بن ملکان بن عابر بن ارفخشذ ابن سام بن نوح علیہ السلام

تھا۔

اورطورسیناء کے معنی ہیں وہ (پہاڑ مراد کہ) جس پر زیتون کا درخت تھا اور ہر وہ پہاڑ کہ جس پر ایسی چیز ہو جو نباتات اور درختوں کے لئے فائدہ مند ہو اس کو طور سینا اور طور سینین کہتے ہیں اور ہر وہ پہاڑ کہ جس کے اوپر کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جو نباتات اور درختوں کو فائدہ پہنچائے تو اسے ''جبل'' یا ''طور'' کہتے ہے اور اسے ''طور سینا'' یا ''طور سینین'' نہیں کہا جائے گا۔

اور اللہ عزّ وجلّ کا موسیٰؑ کے لئے یہ قول کہ: فاخلع نعلیک ''اپنے نعلین کو نکال دو'' (سورۂ طٰہٰ: آیت-۱۲) یعنی تم اپنے دونوں خفوں کو نکال دو یعنی اپنے اہل کے ضائع ہونے کا خوف کہ یقیناً موسیٰ علیہ السلام جن کو وضع حمل کی حالت میں پیچھے چھوڑ آئے تھے اور دوسرا خوف فرعون کا تھا۔ اور یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ ان کے نعلین مردار گدھے کے چمڑے سے بنی ہوئی تھیں۔ اور وادی المقدس سے مراد مطہر و پاکیزہ ہے۔

اور جہاں تک تعلق ''طویٰ'' کا ہے تو یہ وادی کا نام ہے؛ اور اللہ عزّ جلّ کے قول: فقولا لہ قولاً لینّا ''پس تم دونوں (موسیٰ و ہارون) اس (فرعون) سے نرم گفتگو کرو'' (سورۂ طٰہٰ: آیت-۴۴) یعنی اس کے ساتھ کنیت کے ساتھ مخاطب ہو اور دونوں کہو: اے ابومصعب، جبکہ وہ فرعون تھا اور اس کا نام ولید بن مصعب تھا اور اس کی کنیت ابومصعب تھی۔

اور ''فرعون ذی الاوتاد'' (سورۂ فجر: آیت-۱۰) کے معنی ہیں یہ کہ جب وہ کسی آدمی کو سزا دیتا تھا تو اس کو زمین پر یا لکڑی پر پھیلا دیتا تھا اور اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے چاروں طرف چار کیلیں لگواتا تھا، پھر اسے اسی حالت میں چھوڑ دیتا تھا یہاں تک کہ وہ مر جائے اسی وجہ سے اللہ عزّ وجلّ نے اس کا نام ''ذی الاوتاد'' رکھا۔

داؤدؑ کے معنی ہے وہ اپنے زخموں کی دوا محبت پروردگار سے کرتے تھے اور یقیناً کہا جاتا تھا کہ: داؤد اطاعت پروردگار میں اس حد تک آگے بڑھ جاتے کہ ان کو ''عبد'' (بندہ) کہا جانے لگا۔ ﴿جیسا کہ پروردگار نے سورۂ ص کی آیت ۱۷ میں فرمایا: ''واذکر عبدنا داود''۔ مترجم﴾

اور ایوبؑ کے معنی ہیں کہ یہ لفظ ''آب یئوب'' سے ہے کہ انہوں نے بلا و مصیبت کے بعد عافیت، نعمت، اہل، مال اور اولاد کو واپس پایا تھا؛

اور یونسؑ کے معنی ہیں کہ (اپنی بستی سے) چل نکلے تھے اپنے رب سے انسیت رکھتے ہوئے اور اپنی قوم پر غضب ناک ہوتے ہوئے اور واپس پلٹ کر اپنی قوم سے انسیت رکھنے والے ہو گئے تھے؛ اور پروردگار کی جانب سے اسماعیل بن حزقیل کو ''صادق الوعد'' (سورۂ مریم: آیت-۵۴) کہے جانے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایک شخص سے وعدہ کیا تو اس کے لئے (اس وعدہ گاہ پر) ایک سال تک انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہے۔

مسیحؑ کے معنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں سیاح تھے اور (ہمیشہ) روزے کی حالت میں رہتے تھے۔ اور ''نصاریٰ'' کے معنی ہیں کہ ان لوگوں کو نسبت دی گئی ہے اس بستی سے کہ جس کو ''ناصرہ'' کہا جاتا ہے (جو) شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

''حواریین'' کے معنی ہیں وہ لوگ اپنے نفسوں کو خالص بناتے تھے اور دوسروں کو بھی نصیحت اور تذکرے کے ذریعے سے گناہ کے میل کچیل سے خالص کرتے تھے اور وہ لوگ دھوبی تھے اور یہ نام ان کے لئے نکالا گیا خبز حوار (سفید روٹی) سے۔

اور نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام کا اولی العزم نام رکھا گیا چونکہ یہ سب صاحب عزم وصاحب شریعت ہیں، ایک دوسرے معنی بھی روایت کیا گیا ہے کہ اولی العزم یعنی یہ لوگ محمدؐ اور ائمہ صلوات اللہ علیہم کے سلسلے میں ان سے لئے گئے عہد پر اقرار کے ساتھ عزم رکھنے والے تھے۔

(۲۷) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم [اور اہل بیت علیہم السلام] کے ناموں کے معانی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن علی بن شاء نے مروالرّوذ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد ابن جعفر بن احمد بغدادی نے آمد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن سخت نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن اسود ورّاق نے، انہوں نے ایوّب بن سلیمان سے، انہوں نے ابونختری سے، انہوں نے محمد بن حمید سے، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں آدمؑ سے لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں، ابراہیمؑ لوگوں میں مجھ سے خلقت اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں، اللہ نے اپنے عرش کے اوپر سے مجھے دس ناموں سے موسوم کیا ہے۔ اللہ نے میری صفت بیان کی ہے اور میرے بارے میں ہر اس رسول کو زبانی بشارت دی ہے کہ جس کو اس کی قوم کی جانب مبعوث کیا گیا۔ اس نے میرا نام رکھا اور میرے نام کو توریت میں نشر کیا اور اہل توریت اور اہل انجیل کے درمیان میرے ذکر کو آشکار کر دیا، مجھے اپنے کلام کی تعلیم دی اور اپنے آسمان میں بلند کیا اور میرے لئے اپنے ناموں میں سے ایک نام کو نکالا تو اس نے مجھے محمود سے موسوم کیا جبکہ وہ محمود ہے اور مجھے میری امّت کے بہترین زمانے میں بھیجا، اور میرے نام کو توریت میں ''احید'' قرار دیا اور توحید کی وجہ سے میری امّت کے جسموں کو آگ پر حرام کر دیا، اور اس نے انجیل میں مجھے ''احمد'' سے موسوم کیا پس میں آسمان میں محمود ہوں اور میری امّت کو ''حامدون'' (حمد کرنے والی) قرار دیا، اور اس نے زبور میں میرا نام ''ماح'' قرار دیا کہ اللہ عزّ وجل نے میرے ذریعے سے زمین سے بتوں کی پرستش کو محو ونابود کر دیا، اور پروردگار نے قران میں میرا نام محمد قرار دیا کہ میں محمود ہوں تمام اہل قیامت کے لئے فیصلے کے زمانے میں کہ میرے علاوہ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ پروردگار نے مجھے قیامت میں ''حاشر'' سے موسوم کیا ہے کہ لوگوں کا حشر میرے قدم پر ہوگا اور میرا نام ''موقف'' رکھا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ جلّ جلالہ کے سامنے ٹھہراؤں گا، میرا نام ''عاقب'' رکھا ہے کہ میں نبیوں کے عقب وبعد میں آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی رسول نہیں ہے، اور پروردگار نے مجھے رسولِ رحمت، رسولِ توبہ اور جنگ کرنے والوں کو ہمیشہ کی شکست دینے

والا قرار دیا ہے، (میرا نام) ''مقفّی'' ہے کہ میں تمام گروہِ انبیاء پر فوقیت وفضیلت رکھتا ہوں اور میں ''قیم (بے عیب)، کامل اور جامع ہوں۔ میرے پروردگار نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میرے حق میں فرمایا ہے: اے محمد! تم پر اللہ کی صلوات ہو، یقیناً میں نے ہر رسول کو ان کی اپنی ہم زبان امت کی طرف بھیجا ہے اور میں نے تجھے اپنی مخلوق میں سے ہر سرخ وسیاہ کی طرف بھیجا ہے اور میں نے تیری اس رعب کے ذریعے سے مدد کی ہے کہ جس کے ذریعے سے کسی کی میں نے مدد نہیں کی، اور میں نے تیرے لئے غنیمت کو حلال قرار دیا ہے جبکہ تجھ سے پہلے کسی کے لئے غنیمت کو حلال قرار نہیں دیا تھا اور میں نے تیرے لئے اور تیری امت کے لئے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ (جو کہ) فاتحۃ الکتاب (سورۂ الحمد) اور سورۂ بقرہ کا آخری حصہ (ہے) عطا کیا ہے، اور میں نے تیرے لئے اور تیری امت کے لئے پوری کی پوری زمین کو سجدہ گاہ اور مٹی کو پاک کرنے والی (چیز) قرار دیا ہے اور میں نے تجھے اور تیری امت کو تکبیر عطا کی ہے اور میں نے تیرے ذکر کو اپنے ذکر سے ایسا ملا دیا ہے کہ تیری امت میں سے کوئی بھی میرا ذکر اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک کہ میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر نہ کرے۔ تو سعادت مندی ہے تیرے لئے اے محمدؐ! اور تیری امت کے لئے۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہؒ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابوالحسن علی بن حسین رقّی سے، انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے، انہوں نے معاویہ بن عمار سے، انہوں نے حسن بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے آباء واجداد سے، انہوں نے اپنے جد بزرگوار حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: یہودیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے کافی علمی سوالات کئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ: کس وجہ سے آپؐ محمد، احمد، ابوالقاسم، بشیر، نذیر اور داعی کے اسماء سے موسوم قرار پائے ہیں؟ اس کے اس سوال کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک محمد کا تعلق ہے تو بیشک میں زمین میں قابل حمد ہوں اور احمد تو بیشک میں آسمان میں قابل حمد ہوں، اور ابوالقاسم تو بیشک اللہ عزّ وجلّ قیامت کے دن (جہنم کی) آگ کے حصّوں کو تقسیم کرے گا تو اولین اور آخرین میں سے جس شخص نے میرا انکار کیا وہ (جہنم کی) آگ میں ہوگا اور جنّت کے حصّوں کو تقسیم کرے گا تو جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور میری نبوت کا اقرار کیا تو وہ جنّت میں ہوگا، اور جہاں تک تعلق ''داعی'' کا ہے تو بیشک میں لوگوں کو اپنے ربّ عزّ وجلّ کے دین کی طرف دعوت دینے والا ہوں، اور ''نذیر'' تو بیشک میں اپنی نافرمانی کرنے والوں کو (جہنم کی) آگ سے ڈراتا ہوں اور ''بشیر'' (اس وجہ سے کہ) بیشک میں اپنی اطاعت کرنے والوں کو جنّت کی بشارت دیتا ہوں۔

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یوسف بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضّال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے الرضا ابوالحسن امام علی بن موسیٰ علیہما السلام سے دریافت کیا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کنیت ابوالقاسم کس وجہ سے قرار پائی؟ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ''قاسم'' تھا اسی نام سے آپؐ کی کنیت قرار پائی'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا آپؑ مجھے کچھ زیادہ بیان کرنے کا اہل پاتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میں اور علی اس امّت کے باپ ہیں!'' میں نے عرض کیا: یقیناً، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی پوری امّت کے باپ ہیں اور علی علیہ السلام امّت میں رسولؐ کی منزلت رکھتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا: یقیناً، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ بیشک علیؑ جنّت اور جہنم کے قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں؟'' میں نے عرض کیا: یقیناً۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تو رسولؐ کو ابوالقاسم (قاسم کے باپ) کہا جاتا ہے چونکہ آپؐ جنّت اور جہنم کے قاسم کے باپ ہیں۔''

میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: اس کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اپنی امّت پر شفقت ویسی ہی ہے جیسی باپ کی شفقت اپنی اولاد پر ہوتی ہے اور نبیؐ کی امّت میں سب سے افضل علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، اور آپؐ کے بعد علی علیہ السلام کی امّت پر شفقت آپؐ جیسی ہی رہی چونکہ علی علیہ السلام آپؐ کے وصی، خلیفہ اور ان کے بعد امام ہیں۔''

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اور علی اس امّت کے باپ ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر فرمایا: جو شخص (مرجائے اور) قرضہ یا تلف شدہ مال کی ذمہ داری چھوڑ جائے تو وہ مجھ پر ہے اور میری جانب ہے (کہ میں ان کو حقداروں تک پہنچاؤں) اور جو کوئی (مرجائے اور) مال چھوڑ جائے تو وہ ان کے وارثوں کے لئے ہے، (امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں) تو اس طرح آپؐ ان کے سلسلے میں ان کے باپ اور ماں سے بہتر ہو گئے (کہ جو ذمہ داری ماں باپ بھی نہیں اٹھاتے ہیں آپؐ نے اٹھالی) اور آپؐ ان کے اپنے نفسوں سے بھی ان پر اولیٰ ہو گئے، اور اسی طرح امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے آپؐ کے بعد اس طریقے کو اسی انداز سے جاری فرمایا جس انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جاری فرمایا تھا۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے سلمان بن مہران سے، انہوں نے عبایہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابنِ عباسؓ سے اللہ عزّ وجلّ کے قول ''اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی'' (کیا خدا نے تم کو یتیم پا کر اپنی پناہ میں نہ لے لیا) (سورۂ ضحیٰ، آیت-۷) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: فقط اس وجہ سے آپؐ کو یتیم سے موسوم کیا گیا چونکہ زمین پر اولین اور آخرین میں کوئی بھی آپؐ کا نظیر نہیں ہے تو اللہ عزّ وجلّ نے اس نعمت کو آشکار کرنے کے لئے فرمایا کہ: ''کیا تم کو یتیم نہ پایا'' یعنی ایسا اکیلا کہ تمہارا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے ''تو خدا نے پناہ دی'' تمہاری جانب لوگوں کو، اور لوگوں کو تمہاری فضیلت کی ایسی پہچان کروادی کہ انہوں نے تمہیں پہچان لیا۔ اور جب ''وَ وَجَدَکَ ضَالًّا'' (خدا نے تم کو گمشدہ پایا) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ بعثت آپؐ کی قوم کی طرف ہے کہ جب قوم کو گمراہ و گمشدہ پایا تو خدا نے لوگوں کو آپؐ کی معرفت کے سلسلے میں ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ اور جب ''وَ وَجَدَکَ عَائِلًا'' (اور خدا نے تم کو تنگدست پایا) کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا: آپؐ اپنی قوم کے نزدیک فقیر و تنگدست (سمجھے جاتے) تھے تو انہوں نے کہا کہ: تمہاری ملکیت میں تو کوئی مال نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خدیجہؑ کے مال سے غنی کر دیا، پھر اپنے فضل سے اس میں اور اضافہ کیا کہ آپؐ کی دعا کو مستجاب قرار دیا یہاں تک

کہ آپؐ کسی پتھر پر دعا کرتے کہ پروردگار اس کو سونا قرار دے تو آپؐ مراد کو پا لیتے اور خدا نے آپؐ کو ایسی جگہ سے کہ جہاں غذا ہونے کا کوئی امکان نہ ہو غذا عطا فرمائی اور ایسی جگہ سے پانی عطا فرمایا جہاں پانی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا اور آپؐ کی فرشتوں کے ذریعے سے ایسی جگہ پر مدد فرمائی کہ جہاں کوئی مددگار نہیں پایا جاتا کہ خدا نے آپؐ کو ان فرشتوں کی مدد سے اپنے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمائی۔

۵۔ ہم سے بیان کیا حمزہ بن محمد علویؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو العباس احمد بن محمد کوفی نے، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے اپنے بھائی احمد سے، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن مروان سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ عزّ وجلّ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یتیم بنایا تا کہ آپؐ کے اوپر کسی کی بھی اطاعت لازم نہ قرار پائے۔''

۶۔ میرے والدؒ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے جعفر بن محمد صوفی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی الرضا امام تقی علیہما السلام سے سوال کیا: فرزند رسولؐ! کیوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ''امّی'' سے موسوم کیا گیا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: وہ خیال کرتے ہیں کہ ''امّی'' نام رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) آپؐ لکھنا نہیں جانتے تھے۔'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ لوگ جھوٹے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہو، وہ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں جبکہ اللہ عزّ وجلّ اپنی محکم کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: ''هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ'' (پروردگار وہ ہے کہ جس نے اُمّیوں میں انہیں میں سے رسول مبعوث کیا کہ جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔) (سورۂ جمعہ: آیت-۲) تو کیسے کوئی شخص کسی کو تعلیم دے سکتا ہے کہ جس کو خود نہ آتا ہو، قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہتر (۷۲)-یا فرمایا: تہتر (۷۳)-زبانیں پڑھ سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے، آپؐ کو امّی فقط اس وجہ سے کہا گیا چونکہ آپؐ اہل مکہ میں سے تھے اور مکہ امہات القریٰ (کہ جن مقامات سے آبادی کی ابتداء ہوئی) میں سے ہے۔ اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ: ''لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرىٰ وَ مَنْ حَوْلَهَا'' (تا کہ تم امّ القریٰ اور اس کے اطراف والوں کو ڈراؤ) (سورۂ انعام-۹۲)

(۲۸) ☆ محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور ائمہ علیہم السلام کے اسماء کے معانی ☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے، انہوں نے سلیمان بن داود منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث نخعی قاضی سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ابلیس موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آیا جبکہ آپؑ اپنے پروردگار سے مناجات میں مصروف تھے، تو اس وقت فرشتوں میں

سے ایک فرشتے نے ابلیس سے کہا: تو ان سے کس بات کا امیدوار ہے جبکہ وہ اس حالت میں ہیں کہ اپنے رب سے مناجات میں مصر
ہیں؟، ابلیس نے کہا: میں ان سے اسی بات کا امیدوار ہوں کہ جس کی مجھے ان کے باپ آدم سے امید تھی جبکہ وہ جنّت میں تھے۔ اور موسیٰ
السلام اپنی مناجات میں مشغول تھے اس وقت پروردگار نے ان سے فرمایا: اے موسیٰ! نماز کو پیش نہ کرو مگر اس کے سامنے جو میری عظمت
آگے تواضع اور انکساری رکھتا ہو اور اپنے دل میں میرے خوف کو لازم کئے ہوئے ہو، اور اپنا دن میرے ذکر میں گزارتا ہو اور رات کو گناہ کر
ہوئے نہ گزارتا ہو اور میرے دوستوں اور میرے پیاروں کے حق کی معرفت رکھتا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میرے پروردگار! تیری
تیرے پیاروں اور تیرے دوستوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے ہے؟ پروردگار نے فرمایا: ''وہ تو اسی طرح ہیں اے موسیٰ! مگر یہ کہ میں
اس سے ارادہ کیا ہے ان افراد کا کہ جن کی وجہ سے میں نے آدم اور حوّاء کو خلق فرمایا اور وہ افراد کہ جن کی وجہ سے میں نے جنّت اور جہنم کو
فرمایا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں اے پروردگار!، خداوند متعال نے فرمایا: ''محمد احمد کہ جس کے نام کو میں نے اپنے
سے نکالا چونکہ میں محمود ہوں۔'' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! تو مجھے ان کی امّت میں سے قرار دے۔'' پروردگار نے فرمایا:
اے موسیٰ! ان کی امّت میں سے (اس وقت) ہوگے (کہ) جب تم ان کی معرفت حاصل کرلو، ان کی منزلت کی معرفت حاصل کرلو اور ان
اہل بیت کی معرفت حاصل کرلو، بیشک ان کی مثال اور ان کے اہل بیت کی مثال اور وہ کہ جن کو میں نے خلق کیا، جنّتوں میں فردوس کی طرح ہیں
کہ نہ ان کے پتّے خشک ہوتے ہیں اور نہ ان کا مزہ تبدیل ہوتا ہے، پس جو شخص ان کی معرفت حاصل کرلے اور ان کے حق کی معرفت حاصل
لے تو میں اس کے لئے جہل کے موقع پر حلم و بردباری اور ظلم و تاریکی کے موقع پر نور اور روشنی قرار دوں گا اور اُس کو جواب دوں گا قبل اس کے کہ
وہ مجھے پکارے اور میں اسے عطا کردوں گا قبل اس کے کہ وہ مجھ سے سوال کرے۔''

یہ حدیث طویل ہے، میں نے اس میں سے موضوع کے مطابق ضروری حصّے کو اخذ کیا ہے۔

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم
سے بیان کیا محمد بن زکریا جوھری غلابی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر ابن محمد بن عمار [ۃ] نے، انہوں نے اپنے والد سے
انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا گیا
کہ جب آدمؑ جنّت میں تھے تب آپؐ کہاں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں ان کے صلب میں تھا اور مجھے ان کے
صلب میں ہونے کی حالت میں زمین کی طرف اتارا گیا، میں اپنے والد نوحؑ کے صلب میں کشتی میں سوار تھا اور میں صلبِ ابراہیمؑ میں تھا جب
انہیں آگ میں پھینکا گیا اور میرے والدین کبھی بھی گناہوں سے آلودہ نہیں ہوئے، اللہ عزّ وجلّ مسلسل مجھے پاکیزہ صلبوں سے طاہر [اور مطہر]
رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا کہ جو ہادی تھے اور ہدایت یافتہ تھے یہاں تک کہ اللہ نے مجھ سے نبوت کا عہد اور اسلام کا میثاق لیا اور میری صفتوں
میں سے ہر چیز کو بیان کردیا اور توریت اور انجیل میں ذکر کو ثابت کردیا اور مجھے اپنے آسمان کی جانب بلند کیا اور میرے لئے اپنے ناموں میں
سے ایک نام کو نکالا کہ میری امّت (کا نام) حامدون (حمد کرنے والے) ہے اور صاحب عرش پروردگار محمود ہے اور میں محمد ہوں۔

اور یقیناً یہ حدیث بہت سارے طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔

۳۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جد بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام موجود تھے، تو اس وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اس کی قسم کے جس نے مجھے حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا، کوئی سطح زمین پر ایسی مخلوق نہیں ہے کہ جو اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں ہم سے زیادہ محبوب اور قابل عزّت ہو، بیشک اللہ تبارک وتعالی نے میرے لئے اپنے نام میں سے نام نکالا، پس وہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اور اس نے اے علی تمہارے لئے اپنے ناموں میں سے نام نکالا، پس وہ علی الاعلیٰ ہے اور تم علی ہو، اور اے حسن پروردگار نے تمہارے لئے اپنے ناموں میں سے ایک نام نکالا کہ وہ محسن ہے اور تم حسن ہو، اور اے حسین تمہارے لئے خدا نے اپنے ناموں میں سے ایک نام نکالا کہ وہ ذوالاحسان (صاحب احسان) ہے اور تم حسین ہو اور اے فاطمہ تمہارے لئے اللہ تعالی نے اپنے ناموں میں سے ایک نام نکالا کہ وہ فاطر ہے اور تم فاطمہ ہو۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: پروردگار میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میری صلح ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کے ساتھ صلح کرتے ہیں اور میری جنگ ہے اُن کے لئے جو ان کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور میری محبت ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کے لئے محبت رکھتے ہیں اور میرا بغض وعداوت ہے ان لوگوں کے لئے کہ جو ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھتے ہیں، میری دشمنی ہے اُن کے لئے جو ان سے دشمنی رکھتے ہیں، میری دوستی ہے ان کے لئے جو ان کو دوست رکھتے ہیں چونکہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید نیشاپوری مروانی نے نیشاپور میں۔ اور میں نے کسی [ایک] کو بھی ان سے زیادہ بڑائی والا نہیں دیکھا۔، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران سرّاج نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن عرفہ عبدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا وکیع بن جرّاح نے، انہوں نے محمد بن اسرائیل سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے ابوذر۔ رضی اللہ عنہ۔ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ: ''مجھے اور علیؑ کو ایک ہی نور سے خلق کیا گیا کہ ہم عرش کی داہنی طرف آدمؑ کی خلقت سے دو ہزار سال قبل اللہ کی تسبیح میں مشغول تھے، جب اللہ نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو اس نور کو ان کے صلب میں قرار دیا اور یقیناً آدمؑ نے جنّت میں سکونت اختیار کی اور ہم ان کے صلب میں موجود تھے، اور جب انہوں نے (ترک اولیٰ کی) خطا کا غم اٹھایا تو ہم ان کے صلب میں تھے اور یقیناً نوحؑ نے کشتی میں سواری کی اور اس وقت ہم ان کے صلب میں تھے، اور یقیناً ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا اور ہم ان کی صلب میں تھے، پس اللہ عزّ وجلّ مسلسل ہم کو پاکیزہ وطاہر صلبوں سے پاکیزہ وطاہر رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ یہ سلسلہ عبدالمطلبؑ تک پہنچا، پس پروردگار نے ہم کو دو نصف حصّوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے عبداللہ کے صلب میں قرار دیا اور علیؑ کو ابو طالبؑ

کے صلب میں قرار دیا اور پروردگار نے مجھ میں نبوت اور برکت کو قرار دیا اور پروردگار نے علیؑ میں فصاحت اور شجاعت و بہادری کو قرار دیا، اور ہمارے لئے اپنے ناموں میں سے دو نام نکالے کہ پس صاحب عرش محمود ہے اور میں محمدﷺ ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔''

۵۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن [علی بن] حسین بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن فضل بن جعفر بن علی بن ابراہیم بن سلیمان بن عبداللہ بن عباس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن ابن علی زعفرانی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن بشار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن علی طالقانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بنی ہاشم کے غلام محمد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے واقدی سے، انہوں نے ہذیل سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے طاووس سے، انہوں نے ابن مسعود سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے فرمایا: ''جب اللہ۔ جس کا ذکر عزیز وجلیل ہے۔ نے آدمؑ کو خلق فرمایا اور ان میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ان کے لئے فرشتوں نے سجدہ کیا اور خدا نے ان کو جنّت میں ٹھہرایا اور اپنی کنیز حواء سے اُن کی تزویج کروائی تو اس وقت آدمؑ نے اپنی آنکھ کے گوشے کو عرش کی طرف اٹھایا (عرش کی طرف دیکھا) تو وہاں پر پانچ سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ آدمؑ نے کہا: اے پروردگار! یہ لوگ کون ہیں۔ اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگ ان کو میری بارگاہ میں اپنا شفیع بنائیں گے تو میں اپنے خلق (کے لئے ان بزرگ ہستیوں کی) شفاعت (قبول) کروں گا۔ پھر آدمؑ نے کہا: اے پروردگار! تیرے نزدیک جوان کی قدر و منزلت ہے اس کی قسم! ان کے نام کیا ہیں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: ان میں جو پہلا ہے تو میں محمود ہوں اور وہ محمد ہے؛ اور جو دوسرا ہے تو میں عالی ہوں اور وہ علی ہے؛ اور جو تیسرا ہے تو میں فاطر ہوں اور وہ فاطمہ ہے اور جو چوتھا ہے تو میں محسن ہوں اور وہ حسن ہے؛ اور جو پانچواں ہے تو میں صاحب احسان ہوں اور وہ حسین ہے؛ تمام کے تمام اللہ عزّ وجلّ کی حمد کر رہے ہیں۔''

۶۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا جوھری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن بکار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباد بن کثیر اور ابوبکر ہذلی نے، انہوں نے ابوزبیر سے، انہوں نے جابرؓ سے، انہوں نے کہا کہ: جب فاطمہ سلام اللہ علیہا حسن علیہ السلام کا حمل اٹھائے ہوئے تھیں اور پھر جب ان کی ولادت ہوئی تو یقیناً (اس سے پہلے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ بچّے کو سفید کپڑے میں لپیٹا جائے مگر حسن علیہ السلام کو انہوں نے زرد کپڑے میں لپیٹا۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: یا علی! آپ اس کا نام رکھئے، تو مولائے کائنات علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کا نام رکھنے میں رسول اللہؐ پر سبقت لے جاؤں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما ہوئے، آپؐ نے حسنؑ کو لیا، ان کا بوسہ دیا اور اپنی زبان مبارک ان کے دہن مبارک میں داخل فرمائی تو حسن علیہ السلام اس کو چوسنے لگے، پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: کیا میں نے پہلے تم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کو سفید کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹا جائے؟، پس آپؐ نے سفید کپڑے کا ٹکڑا منگوایا اور حسنؑ کو اس میں لپیٹا اور پیلے کپڑے کو پھینک دیا، حسنؑ کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں میں

اقامت کہی، پھر علی علیہ السلام سے فرمایا: تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کروں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کا نام رکھنے میں اپنے رب پر سبقت لے جاؤں، پس اللہ جس کا ذکر بلند ہے نے جبرئیل علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی کہ: بیشک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، تم نیچے ان کی طرف جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام پیش کرو اور میری اور اپنی جانب سے مبارک باد دو اور کہو: بیشک علی کی نسبت آپ سے وہی ہے جو ہارون کی نسبت موسیٰ سے تھی پس تم اس کا نام ہارون کے بیٹے کے نام سے رکھو۔ پس جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو مبارک باد پیش کی اور آپؐ کی خدمت میں [جیسا کہ] پروردگار نے فرمایا تھا وہ عرض کیا کہ آپؐ اپنے بیٹے کا نام ھارون کے بیٹے کے نام سے رکھئے، آپؐ نے فرمایا: ان کا کیا نام تھا؟، جبرئیلؑ نے کہا: شبّر، آپؐ نے فرمایا: میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ ان کا نام حسن رکھئے۔ پس آپؐ نے ان کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ پھر جب حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ان کے پاس نبیؐ تشریف لائے اور وہی کچھ انجام دیا جو حسنؑ کے ساتھ انجام دیا تھا اور جبرئیلؑ نبیؐ کی خدمت میں نازل ہوئے اور عرض کیا: بیشک اللہ - کہ جس کا ذکر عزیز و جلیل ہے - آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کے لئے فرماتا ہے کہ بیشک علی کی نسبت تم سے وہی ہے جو ھارون کی نسبت موسیٰ سے تھی، تو آپ ان کا نام ھارون کے بیٹے کے نام سے رکھئے، آپؐ نے فرمایا: اس کا کیا نام تھا؟ جبرئیلؑ نے کہا: شبیر، آپؐ نے فرمایا: میری زبان عربی ہے، جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ ان کا نام حسین رکھئے، پس آپؐ نے ان کا نام حسینؑ رکھ دیا۔"

۷۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن یحییٰ علویؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے جد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا داود بن قاسم نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی عیسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی یوسف بن یعقوب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عنبسہ نے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے کہا کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے یہاں حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ سلام اللہ علیہا ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں تشریف فرما ہوئیں، پس اس وقت آپؐ نے ان کا نام حسنؑ رکھا، پھر جب حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت زہرا، سلام اللہ علیہا آپؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور فرمایا: یا رسول اللہؐ! یہ ان سے احسن ہیں، تو آپؐ نے ان کا نام حسینؑ رکھا۔

۸۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن یحییٰ علویؒ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے جد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن صالح تمیمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عیسیٰ نے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے حسنؑ بن علیؑ کے نام کو جنت کے لباس میں سے ریشم کے ایک ٹکڑے میں رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ہدیہ کیا اور حسینؑ کا نام حسنؑ (کے لفظ) سے نکالا گیا۔"

۹۔ ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے بصرہ میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مغیرہ بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا رجاء بن سلمہ نے، انہوں نے عمرو بن

شمر سے، انہوں نے جابر جعفی سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''امیر المؤمنین علی بن ابی
علیہ الصلاۃ والسلام نے نہروان (کی جنگ) سے فارغ ہونے کے بعد کوفے میں خطبہ ارشاد فرمایا جب کہ آپ علیہ السلام تک خبر پہنچی
معاویہ آپؑ کو گالی دیتا ہے (اور دلواتا ہے) اور آپؑ پر لعنت کرتا ہے (اور لوگوں کو لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے) اور آپؑ کہ اصحاب کو قنوت
پس امام علیہ السلام خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد بجالائے، اللہ کی ثناء وتعریف بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
درود بھیجا اور ان نعمتوں کا تذکرہ کیا کہ جو اللہ تعالی نے اپنے نبی پر اور ان پر نازل فرمائی ہیں، پھر فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں وہ آیت نہ ہوتی
جس کا میں ذکر کر رہا ہوں تو میں اس مقام پر کبھی (وہ مقام ومنزلت جو مجھے حاصل ہے) اس کا تذکرہ نہ کرتا (مگر) اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرما
''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ'' اور تمہارے پروردگار کی نعمتیں تو تم (ان کا) تذکرہ کرو (سورۃ الضحی، آیت-۱۱)۔ اے پروردگار تیرے
لئے حمد ہے تیری ان نعمتوں پر کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور تیرے اس فضل پر کہ جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اے لوگو! بیشک مجھ تک وہ چیز
چکی ہے جو مجھ تک پہنچنے والی تھی اور یقیناً میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اجل وموت نزدیک ہے، اور جیسا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم
میرے امر سے جاہل ہو، اور بیشک میں تم میں وہی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تم میں چھوڑا تھا، ا
کتاب اور میری عترت اور وہ خاتم الانبیاء، پاکیزہ لوگوں کے سردار اور نبی المصطفی کی نجات کی جانب ہدایت کرنے والی عترت ہے۔
لوگو! شاید تم میرے بعد میری طرح کی باتیں کہنے والے کو نہ سن پاؤ، میں رسول اللہ کا بھائی ہوں، ان کے چچا کا بیٹا، ان کی سزا دینے والی قو
ان کی نصرت کا ستون، ان کی شجاعت اور ان کی قوّت ہوں، میں (جہنمیوں کے لئے) جہنم کا دائرہ کھینچنے والا ہوں، (ظالموں کو واصل جہ
کے) جہنم کی خوراک اور پانی کا بندوبست کرنے والا ہوں، میں (لوگوں کے) بیٹوں اور بیٹیوں کو اذیتوں وتکلیفوں سے نجات دلانے والا ہو
میں روحوں کا قبض کرنے والا ہوں اور ''اللہ کا عذاب ایسا ہے کہ جس کو خدا گناہ گار قوم سے نہیں ٹالے گا'' ﴿اشارہ ہے سورۃ انعام کی آیت-۴
طرف۔﴾ میں باطل پرستوں سے مجادلہ کرنے والا ہوں، میں (ظالم) شہ سواروں کا قاتل، رحمٰن کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کرنے والا
لوگوں میں سب سے بہترین ہستی (پیغمبر اسلامؐ) کا داماد ہوں، میں سید الاوصیاء اور خیر الانبیاء کا وصی ہوں، میں باب مدینۃ العلم اور رسول
کے علم کا خازن اور وارث ہوں، میں بتول، سیّدۃ النساء العالمین، فاطمہ، تقیّہ، نقیّہ، زکیّہ، مبرّہ، مہدیّہ ﴿تمام اوصاف حضرت زہرا سلام اللہ
ہیں۔﴾ کا شوہر ہوں، کہ (وہ زہراؑ کہ جو) اللہ کے حبیب کی (بھی) حبیبہ ہیں (کہ پیغمبر اسلامؐ ان کو سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے)، ان
دختروں اور اولادوں میں سب سے بہتر، رسول اللہ کا خوشبودار پھول ہیں، رسول اللہؐ کے نواسے سب نواسوں سے بہترین اور میرے دونوں
فرزند تمام فرزندوں سے بہترین فرزند ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کا انکار کرتا ہے؟ کہاں ہیں وہ مسلمان کہ جو (پہلے) اہل کتاب تھے
میرا نام انجیل میں ''الیا'' ہے، توریت میں ''بریل'' ہے، زبور میں ''اریٰ'' ہے، اہل ہند کے نزدیک ''کلکر'' ہے، اہل روم کے نزدیک ''بطریق
ہے، پارسیوں کے نزدیک ''جبتر'' ہے، ترکیوں کے نزدیک ''بشیر'' ہے، اہل زنج ﴿افریقہ کہ ایک ملک کا قدیم نام ہے۔ -مترجم۔﴾ کے نزدیک
''حیتر'' ہے۔ کھنۃ (یہودی دانشوروں) کے نزدیک ''بوبل'' ہے، اہل حبشہ کے نزدیک ''بشریک'' ہے، میری ماں کے نزدیک ''حیدرہ'' میر

دایہ کے نزدیک ''میمون'' ہے، عربوں کے نزدیک ''علی'' ارمن (ارمنیا والوں) کے نزدیک ''فریق'' میرے والد کے نزدیک ''ظہیر'' ہے۔ جان لو کہ میں قران میں چند اسماء کے ساتھ مخصوص ہوں ڈرو کہ تم ان پر غالب نہ آجاؤ کہ پھر اپنے دین میں گمراہ ہو جاؤ۔ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ سچوں کے ساتھ ہے'' اور میں سچا ہوں (جس کا تذکرہ خدا نے کیا ہے)، میں دنیا اور آخرت میں مؤذن واعلان کرنے والا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ فاذن موذن بینھم ان لعنة الله علیٰ الظالمین ''موذن ان کے درمیان اذان دے گا یقیناً اللہ کی لعنت ہے ظالمین پر۔'' (سورۂ اعراف: آیت-۴۴) اور میں یہ مؤذن ہوں، اور پروردگار نے فرمایا: واذان من الله رسوله ''اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے اذان واعلان ہے.....'' (سورۂ توبہ: آیت-۳) تو میں یہ اذان واعلان ہوں، میں احسان کرنے والا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ ان الله مع المحسنین ''بیشک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۂ عنکبوت: آیت-۶۹) اور میں صاحب دل ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان له قلب ''بیشک اس میں پند ونصیحت ہے اس کے لئے کہ جو صاحب دل ہے۔'' (سورۂ ق: آیت-۳۶) اور میں ہی ذکر کرنے والا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ الذین یذکرون الله قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبھم ''وہ لوگ کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل.....'' (سورۂ آل عمران: آیت-۱۹۱) اور ہم اصحاب اعراف ہیں کہ میں، میرے چچا (حمزہؓ)، میرا بھائی (جعفرؑ طیار) اور میرے چچا کے بیٹے (پیغمبر اسلامؐ)، اور اس اللہ کی قسم کہ جو دانے اور (کھجور کی) گٹھلی کو شگافتہ کرنے والا ہے (جہنم کی) آگ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی ہمارے محبّ کو اور جنّت میں داخل نہیں ہوگا ہم سے بغض رکھنے والا، اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: وعلیٰ الاعراف رجال یعرفون کلّا بسیماھم ''اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے (کہ وہ جہنمی ہے یا جنّتی)۔'' (سورۂ اعراف: آیت-۴۶) اور میں ہی وہ سسرال والا (داماد) ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: وھو الذی خلق من السمآء بشراً فجعله نسباً ومھراً ''وہ خدا وہ ہے کہ جس نے پانی سے بشر کو خلق کیا اور پھر اسے خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔'' (سورۂ فرقان: آیت-۵۴) اور میں یاد رکھنے والا کان ہوں کہ وتعیھا اذن واعیه ''اور اسے یاد رکھنے والا کان یاد رکھے'' (سورۂ الحاقۃ: آیت-۱۲) میں رسول کا تابعدار ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: ورجلاً سلماً لرجل ''ایک مرد جو کہ ایک مرد کا تابعدار ہے'' (سورۂ زمر: آیت-۲۹) اور اس امّت کا مہدی میری اولاد میں سے ہوگا، آگاہ ہو جاؤ کہ میں تم لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہوں کہ مجھ سے بغض کے ذریعے منافقوں کو پہچانا جاتا ہے اور میری محبت کے ذریعے اللہ نے مؤمنین کا امتحان لیا ہے، یہ نبی اُمّی کا عہد و پیمان تھا یہاں تک کہ (فرمایا اے علی!) تم سے محبت نہیں رکھے گا مگر مؤمن اور تم سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دنیا اور آخرت میں علم بردار ہوں، رسول اللہؐ میری پیاس بجھائیں گے اور میں اپنے شیعوں کی پیاس بجھاؤں گا، قسم بخدا! میرے محبت کرنے والوں کے لئے کوئی پیاس نہیں ہے اور میرے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور میں مؤمنین کا ولی و سرپرست ہوں اور اللہ میرا ولی ہے، میرے دوستوں کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان چیزوں سے محبت کریں جن کو اللہ محبوب جانتا ہے (احکام خدا کی بجا آوری کریں) اور مجھ سے بغض و دشمنی رکھنے والوں کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان چیزوں سے بغض و دشمنی کریں کہ جن کو اللہ محبوب جانتا

ہے (احکام خدا کی نافرمانی کریں)، آگاہ ہو جاؤ! اور یقیناً مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ معاویہ مجھ کو گالی دیتا ہے (اور دلواتا) ہے اور مجھ پر لعنت کرتا (اور کرواتا) ہے، پروردگار! تو اپنی سخت پکڑ کو اس پر شدید کر اور لعنت کو مستحق لعنت پر نازل فرما، آمین [اے] دونوں جہانوں کے پالنے والے، اسماعیلؑ کے پالنے والے، ابراہیمؑ کو مبعوث کرنے والے بیشک تو حمید و مجید ہے۔'' پھر آپ علیہ السلام منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور پھر منبر پر نہ آئے یہاں تک کہ ابن ملجم - اللہ اس پر لعنت کرے - نے امام علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ مجھے ان بیان کردہ اسماء کی تاویل بیان کی گئی۔ تو امام علیہ السلام کا جو یہ قول تھا کہ میرا نام انجیل میں ''الیا'' ہے تو اس کے معنی عربی زبان میں وہی ہیں جو لفظ ''علی'' کے ہیں، اور توریت میں ''بریّ'' تو اس کا مطلب ہے شرک سے بری و بیزار، کہنہ کے نزدیک ''بوسیٰ'' ہے اس کے معنی ہیں کہ وہ شخص کہ جو ایک جگہ ٹھہرتا ہو اور اپنے غیر کو دوسری جگہ ٹھہراتا ہو، تو (امام علیہ السلام) وہ تھے کہ جو حق کو اپنی اصلی جگہ رکھتے اور ٹھہراتے تھے اور باطل کو باطل اور فاسد کر دیتے تھے، زبور میں ''ارئی'' ہے تو یہ اس شکاری کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جو ہڈیوں کو نرم اور گوشت کو جدا کرتا ہے۔ اور اہل ہند کے نزدیک ''کبکر'' ہے، فرمایا: وہ لوگ اپنی موجود کتاب میں پڑھتے ہیں کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ذکر ہے اور اس میں ہے کہ آپؐ کا ناصر و مددگار ''کبکر'' ہے اور یہ وہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے حصول کی کوشش میں اس وقت تک لگا رہے کہ اسے پالے۔ اور روم کے نزدیک ''بطریسا'' ہے، فرمایا: اس کے معنی ہیں روحوں کو جھپٹا مار کر چھیننے والا، پارسیوں کے نزدیک ''جبتر'' اور یہ شکار میں ماہر باز کو کہتے ہیں، ترکیوں کے نزدیک ''بشیر'' کہا: جس کے معنی ہیں: وہ بھیڑیا کہ جو جہاں پر بھی ناخن لگائے اسے پارا پارا کر دے، اور زنج کے نزدیک ''حیتر'' ہے، کہا: یعنی وہ کہ جو جوڑ (توڑ) کو منقطع کرنے والا ہے، حبشہ والوں کے نزدیک ''بثر یک'' ہے، کہا: اس کے معنی ہیں وہ کہ جو حملہ آور ہونے والی ہر چیز کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اپنی ماں کے نزدیک ''حیدرہ'' ہے، کہا: اس کے معنی ہیں جو اپنی رائے میں پکا اور چیزوں کی گہرائیوں کے اوپر باریک بینی سے ہوشیار نگاہ رکھنے والا، اور دایہ کے نزدیک ''میمون'' ہے۔ جابرؓ فرماتے ہے کہ مجھ سے امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: ''علی علیہ السلام کی ایک دایہ تھی کہ جس نے آپؑ کو دودھ پلایا تھا جس کا تعلق بنی ھلال سے تھا، وہ آپؑ کو اپنے خیمے میں لے گئی تھی، اس عورت کے یہاں ایک لڑکا بھی تھا کہ جو علی علیہ السلام کا رضاعی بھائی بنتا تھا اور عمر میں علی علیہ السلام سے ایک سال میں کچھ دن کم بڑا تھا، اس خیمے کی نزدیک ایک پرانا کنواں تھا؛ یہ بچہ (کہ جو علی علیہ السلام کا رضاعی بھائی تھا) وہ اس کنوئیں کے قریب گیا اور اپنا منہ کنوئیں میں ڈالا (کہ قریب تھا کہ اس میں گر پڑتا) جب علی علیہ السلام نے (جب کہ آپؑ دودھ پیتے بچے تھے) دیکھا تو اس کے پیچھے بھاگے مگر علی علیہ السلام کا پاؤں خیمے کی رسّی میں پھنس گیا، اس موقع پر آپؑ نے کوشش کر کے اپنے بھائی تک اپنے ایک ہاتھ اور ایک پیر کو پہنچایا اور اس کے ایک ہاتھ کو اپنے منہ سے پکڑ لیا اور اس کے ایک پاؤں کو اپنے ہاتھ سے (اور اس کو گرنے سے بچا لیا) اس دوران اس کی ماں دوڑ کر آئی اور چلائی: اے خاندان والوں، اے خاندان والوں، اے خاندان والوں! (تعجب کی بات ہے) اس مبارک لڑکے کے متعلق کہ جس نے میرے بیٹے کو بچا لیا، پس (لوگ اکھٹے ہو گئے اور) لوگوں نے دونوں بچوں کو کنویں کے منہ سے اٹھا لیا اور سب لوگ علی علیہ السلام کی بچپنے میں اس قوّت و جواں مردی پر تعجب کرنے لگے کہ ایک پاؤں

رسّی میں پھنسا ہونے کے باوجود بچے کو پکڑے رکھا یہاں تک کہ لوگ پہنچ گئے، پس اس موقع پر اس بچے کی ماں نے آپ کا نام ''میمون'' رکھا یعنی مبارک، پس بنی ھلال کا وہ لڑکا ''معلّق میمون'' کے نام سے معروف ہوا اور آج کے دن تک وہ اور اس کی اولاد اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ ارمن والوں کے نزدیک ''فریق'' ہے کہا: یعنی ایسا شجاع شخص کہ جس سے لوگ خوفزدہ ہوں، اپنے والد کے نزدیک ''ظہیر'' ہے، فرمایا: آپ کے والد نے اپنے بیٹوں اور اپنی بھائیوں کے بیٹوں کو جمع کیا اور سب کو کشتی لڑنے کا حکم دیا اور یہ عربوں میں ایک معروف کھیل تھا، علی علیہ السلام نے اپنی آستین چڑھائی، پھر اپنے بڑے اور چھوٹے بھائیوں سے کشتی کی، اپنے چچا کے بڑے اور چھوٹے فرزندوں سب کے ساتھ کشتی کی، اس موقع پر آپ کے پدر بزرگوار نے فرمایا: علی کامیاب ہوئے اور آپ کا نام ''ظہیر'' رکھ دیا۔ اور عربوں کے نزدیک ''علی'' ہے، جابر فرماتے ہیں: لوگوں میں سے اہل معرفت افراد میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ علیؑ کا نام علی کیوں رکھا گیا، ایک گروہ کہتا ہے: اولاد آدم میں سے اس سے قبل نہ کسی عرب کا اور نہ کسی عجم کا یہ والا نام رکھا گیا مگر یہ کہ عرب میں سے کوئی شخص کہتا کہ میرا یہ بیٹا علی ہے اور اس سے اس کی مراد علو اور بلند ہوتی نہ کہ بطور نام، فقط لوگوں نے یہ والا نام رکھنا علی علیہ السلام کا نام علی رکھے جانے کے بعد یا اسی زمانے میں شروع کیا۔ ایک گروہ کا کہنا ہے: علیؑ کا نام علی اس لئے رکھا گیا چونکہ آپ ہر مدمقابل آنے والے پر علو اور بلندی رکھتے تھے (اور اس کو شکست دیتے تھے)، ایک گروہ کا کہنا ہے: علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ جنّتوں میں آپ کا گھر اتنا بلند ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی منزلوں کے مساوی و مقابل ہے کہ کسی بھی نبی کی منزلت علیؑ کی منزلت سے بلند نہیں ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے: علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ آپ اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت کی خاطر کعبہ کی چھت سے بتوں کو گرانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دوش مبارک پر اپنے دونوں قدموں کے ساتھ بلند ہوئے تھے۔ ایک گروہ کہتا ہے: علی علیہ السلام کا نام صرف علی اس لئے رکھا گیا کہ چونکہ آپ کی تزویج آسمانوں کی بلندی میں واقع ہوئی تھی جبکہ اللہ عزّ وجلّ کی مخلوق میں سے کسی اور کی تزویج اس مقام میں نہیں ہوئی۔ ایک گروہ کہتا ہے: علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد علم کے اعتبار سے تمام انسانوں سے بلند و اعلیٰ تھے۔''

۱۰۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد بن عمران الدقاق -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن جعفر اسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نے، انہوں نے حسین بن یزید سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل ابن عمر سے، انہوں نے ثابت بن دینار سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے کہا کہ یزید بن قعنب نے کہا کہ میں عباسؓ بن عبد المطلبؓ اور بنو عبد العزیٰ کے چند لوگوں کے ساتھ بیت اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، جب امیر المؤمنین علیہ السلام کی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد (سلام اللہ علیہا) تشریف لائیں جب کہ وہ نو مہینے کی حاملہ تھیں، آپ کو دردِ زہ پیدا ہوا تو آپؑ نے فرمایا: پروردگار یقیناً میں تجھ پر اور ان چیزوں پر ایمان رکھنے والی ہوں کہ جو تیرے پاس سے تیرے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے آئی ہیں اور یقیناً میں تصدیق کرنے والی ہوں اپنے جد ابراہیم خلیلؑ کے کلام کی کہ جنہوں نے اس بیت عتیق کی بنیاد رکھی، پس اس نبی کے حق کے واسطے سے کہ جس نے اس بیت کی بنیاد رکھی اور اس مولود کے حق کا واسطہ کہ جو میرے پیٹ میں ہے تو مجھ پر میری ولادت (کے وقت) کو آسان کر دے۔'' یزید بن قعنب کہتے ہیں: پس ہم نے بیت کو دیکھا کہ

یکا یک وہ پشت کی طرف سے (شگافتہ ہو کر) کھلا اور فاطمہ (بنت اسد) اس میں داخل ہوئیں اور ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئیں دیوار واپس سمٹ گئی، پس ہم نے دروازے کے قفل کو کھولنے کی کوشش کی مگر وہ نہ کھل سکا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ عزّ وجلّ کی حکمتوں میں ایک حکمت ہے۔ پھر چوتھے دن کے بعد وہ باہر تشریف لائیں جبکہ ان کے دست مبارک میں امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ پھر فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا نے فرمایا: یقیناً میں اپنے سے پہلے گذرنے والی تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہوں چونکہ آسیہ بنت مزاحم نے اللہ عزّ وجلّ کی عبادت خفیہ طور پر ایسے مقام پر کی کہ جس جگہ پر اللہ کی عبادت کرنا پسندیدہ نہیں ہے مگر مجبوری کی حالت میں، اور بیشک مریم بنت عمران کھجور کے خشک درخت کو اپنے ہاتھ سے ہلایا یہاں تک کہ اس سے تازہ کھجوروں کو کھایا، پس بیشک میں بیت اللہ الحرام میں داخل ہوئی اور ذ کے پھلوں اور پتوں سے کھایا، پس جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک ہاتف نے مجھے صدا دی: اے فاطمہ! اس کا نام علی رکھ کہ یہ علی اور ہے جبکہ اللہ علی الاعلیٰ (بلندوں میں بھی سب سے بلند ہے) وہ فرماتا ہے: میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے نکالا ہے، اور میں نے اپنے ادب واخلاق سے اس کی تربیت کی ہے، میں نے اس کو اپنے علم کی گہرائیوں سے واقف کیا ہے، یہ وہی ہے کہ جو میرے گھر سے بتوں کو توڑے گا وہی ہے کہ جو میرے گھر پر چڑھ کر اذان دے گا اور میری تقدیس و پاکیزگی بیان کرے گا اور میری تمجید و بزرگی بیان کرے گا، پس خوش بختی ان لوگوں کے لئے جو اس سے محبت کریں اور اس کی اطاعت کریں اور ویل و افسوس ہے ان لوگوں کے لئے کہ جو اس سے بغض رکھیں اور اس کی نافرمانی کریں۔''

۱۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے تمیم بن بہلول سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے سلیمان بن مہران سے، انہوں نے عبایہ بن ربعی سے، انہوں نے کہا کہ ابن عباس -رضی اللہ عنہ- کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ آپ مجھے علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے سلسلے میں ''انزع البطین'' کے بارے میں خبر دیجئے کیونکہ لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ پس ابن عباسؓ نے اس سے کہا: اے شخص! قسم بخدا، یقیناً تو نے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بھی کنکر روندنے والا (انسان) ان سے افضل نہیں ہے، اور بیشک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بھائی، ان کے چچا کے بیٹے، ان کے وصی اور ان کی امّت پر ان کے خلیفہ ہیں (انزع نام اس لئے کہ) بیشک انہوں نے شرک کو اپنے سے دور رکھا تھا اور (بطین اس لئے کہ) وہ علم و دانش سے بھرے ہوئے تھے، اور یقیناً میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرما رہے تھے: جو شخص کل (قیامت) نجات کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اس ''انزع'' یعنی علی علیہ السلام کے دامن کو پکڑ لے۔''

۱۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن عصام کلینی -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب نے، انہوں نے علّان کلینی سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''امیر المؤمنین علیہ السلام کی تلوار کا نام ذوالفقار فقط اس وجہ سے رکھا گیا چونکہ اس تلوار کے درمیان میں لمبائی میں ایک نشان تھا جو ''فقار'' (ریڑھ کی ہڈی) سے شباہت

تھا اس وجہ سے اس کا نام ذوالفقار (فقار والی یعنی ریڑھ کی ہڈی کے نشان والی) رکھا گیا اور یہ وہی تلوار تھی کہ جس کے ساتھ آسمان سے جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے تھے اور اس تلوار کا دستہ چاندی کا تھا، اور یہ وہی تلوار ہے کہ جس کے ساتھ منادی نے آسمان سے ندا دی تھی "لا سیف الا ذوالفقار، ولا فتی الا علی" (کوئی تلوار نہیں ہے سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جوان نہیں ہے سوائے علیؑ کے)۔"

۱۳۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد ابن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جبرئیل بن احمد فاریابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن خرزاذ نے، انہوں نے محمد بن موسیٰ بن فرات سے، انہوں نے یعقوب بن سوید بن مزید حارثی سے، انہوں نے عمرو ابن شمر سے، انہوں نے جابر بن یزید سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، امیر المؤمنین علیہ السلام کو امیر المؤمنین کیوں کہا گیا؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "چونکہ (یمیرھم العلم) بیشک علی علیہ السلام ان کو علم کا غلّہ عطا کرتے تھے، کیا تم نے اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں سنا ہے "ونمیر اھلنا" (اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلّہ لے آئیں گے) (سورۂ یوسف: آیت ۶۵)۔"

۱۴۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوسعید الحسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن زکریا غلابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مدوح ابن عمیر حنفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بشر بن ابراہیم انصاری نے، انہوں نے اوزاعی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوھریرہ سے، انہوں نے کہا: فاطمہؑ کا نام فاطمہ فقط اس وجہ سے رکھا گیا چونکہ اللہ عزّ وجلّ ان لوگوں کو کہ جو فاطمہؑ سے محبت کرتے ہیں (جہنم کی) آگ سے الگ کر دے گا۔

۱۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا جوہری نے، انہوں نے جعفر بن محمد بن عمارہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے فاطمہؑ کے متعلق سوال کیا کہ آپؑ کو "زھراء" کیوں کہا جاتا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "چونکہ حضرت فاطمہؑ جب اپنی محراب میں (عبادت کے لئے) کھڑی ہوتی تو آپؑ کا نور اہل آسمان کے لئے اسی طرح چمکتا جس طرح اہل زمین کے لئے ستاروں کا نور چمکتا ہے۔"

۱۶۔ اور یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ: زہراء نام فقط اس وجہ سے رکھا گیا چونکہ اللہ عزّ وجلّ نے آپؑ کو اپنی عصمت کے نور سے خلق فرمایا ہے۔

۱۷۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ بن علی بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن زیاد قطّان نے،

انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عیسی بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے، انہوں نے اپنے آباء واجداد سے، انہوں نے عمرؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: بتول کے کیا معنی ہیں؟ یارسول اللہؐ! بیشک ہم نے آپؐ سے سنا کہ یقیناً مریم بتول ہیں اور فاطمہ بتول ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بتول یعنی وہ عورت کہ جس کو بالکل خون حیض نہ آتا ہو، بیشک حیض انبیاء کی بیٹیوں کے سلسلے میں ناپسندیدہ (قرار پایا) ہے۔ اور امام کو امام اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ یہ لوگوں کے لئے نمونہ ہے کہ جو بلند ذکر والے اللہ کی جانب سے معین کیا جاتا ہے کہ جس کی اطاعت بندوں پر فرض کر دی گئی ہے، اور علی بن حسین علیہما السلام کو ''سجاد'' اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ ان کے سجدے کے مقامات پر سجدوں کے آثار تھے جبکہ وہ یقیناً دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور آپؑ کا ''ذوالثفنات'' (گٹھوں والا) اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ آپؑ کے سجدوں کے مقامات پر سجدے کے آثار ابھر آتے تھے، پس سال میں دو دفعہ پانچ اعضاء سجدہ میں سے ہر جگہ سے ان گٹھوں کو کاٹا جاتا تھا، اسی وجہ سے آپؑ کو ''ذوالثفنات'' کہا جاتا ہے۔

باقر علیہ السلام کو باقر اس لئے کہا گیا کیونکہ آپؑ نے علم کو شگافتہ کر دیا جیسا کہ شگافتہ کرنا چاہیے یعنی اس کو جدا، جدا کر دیا جیسا کہ جدا، جدا کرنا چاہیے تھا اور اس کو ظاہر و آشکار کر دیا جیسا کہ ظاہر و آشکار کرنا چاہئے تھا۔ اور صادق علیہ السلام کو صادق اس لئے کہا گیا تا کہ آپؑ بغیر حق کے امامت کا دعویٰ کرنے والوں سے جدا و ممتاز ہو جائیں اور وہ جھوٹا دعوے دار جعفر بن علی تھا کہ جو فطحیہ فرقے کا دوسرا امام تھا۔ اور موسی بن جعفر علیہما السلام کو کاظم اس لئے کہا گیا چونکہ آپؑ نے اس شخص کے اوپر اپنے غصے اور غیض کو ضبط کیا ہوا تھا کہ جس کے بارے میں آپؑ جانتے تھے کہ وہ عنقریب دنیا کے ملک و ثروت کے لالچ میں آپؑ پر توقف (امامت) کرے گا (اور فرقہ واقفیہ کی بنیاد رکھے گا) اور آپؑ کے بعد آنے والے امام (رضا علیہ السلام) کی امامت سے انکار کر دے گا۔ اور علی بن موسی علیہما السلام کا رضا اس لئے نام پڑا کیونکہ آپؑ بلند ذکر والے اللہ کے اس کے آسمان میں پسندیدہ تھے اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے بعد آنے والے ائمہؑ کے زمین میں پسندیدہ تھے اور آپؑ سے ان کے دشمنوں میں مخالفت کرنے والے بھی اسی طرح سے راضی تھے جس طرح سے آپؑ کے دوستوں میں موافقت کرنے والے راضی تھے۔ اور محمد بن علی الثانی علیہما السلام کا نام تقی رکھا گیا کیونکہ آپؑ اللہ عزّ وجلّ سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے، پس اللہ تعالی نے بھی آپؑ کو مامون کے شر سے حفاظت میں رکھا جب وہ آپؑ کے پاس رات کو نشے کی حالت میں پہنچا اور اپنی تلوار سے ضرب لگائی یہاں تک کہ اس کا گمان تھا کہ آپؑ یقیناً قتل ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالی نے اس کے شر سے آپؑ کی حفاظت فرمائی۔ دو اماموں - علی بن محمد اور حسن بن علی - علیہما السلام کو عسکریین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں امام ''سرمن رای'' شہر کے جس محلّے (عسکر) میں رہتے تھے اس کی طرف نسبت دیتے ہوئے یہ نام پڑا۔ اور قائم علیہ السلام کا قائم نام رکھا گیا ہے کیونکہ یقیناً آپؑ اپنے ذکر کے مردہ ہو جانے کے بعد قیام کریں گے۔''

اور یقیناً اس معنی میں اس کے علاوہ بھی روایت کیا گیا ہے، اور یقیناً میں ان فصول کو ترتیب کے ساتھ، سلسلہء سند کے بیان کے ساتھ کتاب ''علل الشرائع والاحکام والاسباب'' میں ذکر کر چکا ہوں۔

(۲۹)☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' (میں جس کا مولا ہوں پس علی اس کے مولا ہیں) کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جعفر بن محمد حسنی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن [اسماعیل بن] عامر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زافر بن سلیمان نے، انہوں نے شریک سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے کہا کہ میں نے علی ابن حسین علیہما السلام سے عرض کیا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے کیا معنی ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''آپؐ نے لوگوں کو خبر دی کہ بیشک علی علیہ السلام آپؐ کے بعد امام ہیں۔''

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالحسن موسی بن محمد ابن الحسن ثقفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صفوان بن یحییٰ بیاع السابری نے، انہوں نے یعقوب بن شعیب سے، انہوں نے ابان بن تغلب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اے ابا سعید! تم اس قسم کا سوال کر رہے ہو؟ (کہ جو کہ بالکل واضح ہے) نبیؐ نے لوگوں کو پہچان کروائی کہ علیؑ لوگوں میں ان کے قائم مقام ہیں۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن قاسم محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباد بن یعقوب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ زید بن علی [بن حسین] علیہ السلام کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ'' کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''رسولؐ نے علیؑ کو مختلف فرقوں میں اللہ عزّ وجلّ کے گروہ کی پہچان کی خاطر بطور علَم ونشان معین فرمایا۔''

۴۔ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حارث ابوبکر واسطی نے اپنی کتاب کے اصل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یزید بن سلیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن ابان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومریم نے، انہوں نے عطا سے، انہوں نے ابن عبّاس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ میرا پروردگار ہے اور کوئی امارت وحکومت میرے لئے اس کے ساتھ نہیں ہے، اور میں اپنے پروردگار کا رسول ہوں اور کوئی امارت وحکومت میرے ساتھ (کسی اور کو حاصل) نہیں ہے، اور علی (میرا ولی ہے اور) ان لوگوں کے لئے ولی ہے کہ جن کا میں ولی ہوں اور کوئی امارت وحکومت اس کے ساتھ (کسی اور کو حاصل) نہیں ہے۔''

۵۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبید اللہ عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن بسام حرانی نے اپنی کتاب کے اصل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معلّل بن نفیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سلمہ کے بھائی ایوب بن سلمہ نے، انہوں نے بسام صیرفی سے، انہوں نے عطیہ سے، انہوں نے نے ابوسعید سے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں جس کا ولی ہوں پس علی اس کا ولی ہے اور میں جس کا امام ہوں پس علی اس کا امام ہے اور میں جس کا امیر ہوں پس علی اس کا امیر ہے اور میں جس کا نذیر اور ڈرانے والا ہوں پس علی اس کا نذیر اور ڈرانے والا ہے اور میں جس کا ہادی ہوں پس علی اس کا ہادی ہے اور میں جس کا اللہ تعالی کی جانب وسیلہ ہوں پس علی اس کا اللہ عزّ وجلّ کی جانب وسیلہ ہے، پس اللہ سبحانہ علی اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔''

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن سعید بن زیاد ابو محمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن قیس نے، انہوں نے عطیہ سے، انہوں نے ابوسعید سے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''علی میرے بعد ہر ایک [مؤمن] کے امام ہیں۔''

۷۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ جعابی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن سعید بن زیاد نے اپنی کتاب کے اصل سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حفص بن عمر عمری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عصام ابن طلیق نے، انہوں نے ابوھارون سے، انہوں نے ابوسعید سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و قفوھم انّھم مسؤلون'' (اور ذرا ان کو ٹھہراؤ کہ ابھی ان سے سوال کیا جائے گا) (سورۂ صافات: آیت-۲۴) کے متعلق نقل کیا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ولایت علی کے بارے میں (سوال کیا جائے گا) کہ انہوں نے اس معاملہ میں کیا کیا؟ جبکہ یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے ان کو پہچان کروادی تھی کہ وہ اس کے رسول کے بعد خلیفہ ہیں۔''

۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن حسین بن یوسف بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا رشید کے غلام علی بن محمد ابن عنبسہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا دارم بن قبیصہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نعیم بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا:- جبکہ غدیر خم کا دن تھا اور آپؐ علیؑ کے ہاتھ کو تھامے ہوئے تھے- کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟، لوگوں نے کہا: یقیناً، آپؐ نے فرمایا: تو میں جس کا مولا ہوں پس یہ علی اس کا مولا ہے، پروردگار! تو دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور تو دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے، تو مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور تو اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے جو اس کی مدد کو ترک کرے۔''

اس کتاب کے مصنف ابوجعفر محمد بن علی بن حسین- رضی اللہ عنہ- فرماتے ہیں کہ ہم اس بات پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر نص قائم کردی ہے اور آپؐ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا ہے اور آپؐ کی اطاعت کو تمام مخلوق پر فرض قرار دیا ہے اس پر ہم صحیح

روایتوں کی مدد سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ ان روایتوں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم ان روایتوں کے سلسلے میں ہے کہ جن کو نقل کرنے کے سلسلے میں تو ہمارے مخالفین ہمارے ساتھ متفق ہیں مگر ان کی تاویل میں انہوں نے ہم سے اختلاف کیا ہے، اور دوسری قسم کہ جس میں ہمارے مخالفین نے ان روایتوں کو نقل کرنے کے سلسلے میں بھی ہم سے اختلاف کیا ہے، ان لوگوں کے سلسلے میں کہ جو ہم سے نقل میں موافق ہیں مگر تاویل میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ہم پر سزاوار ہے کہ ہم ان کے لئے کلام کی تقسیم، کلام کو مشہور لغات اور معروف و رائج استعمال کی طرف پلٹانے کے متعلق بحث کو واضح کریں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس سے وہی والا معنی مراد ہے کہ جس کے ہم نص کے سہارے قائل ہیں اور اس سے خلافت کا ہی معنی مراد ہے نہ کہ وہ والا معنی جو اس کے حقیقی معنی کے خلاف ہے اور جس کے وہ قائل ہوئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے سلسلے میں کہ جو ہم سے نقلِ روایات کے سلسلے میں ہی اختلاف کرتے ہیں سزاوار ہے کہ ہم یہ واضح کر دیں کہ یہ روایت اتنی زیادہ وارد ہوئی ہے کہ جس سے ہر قسم کا عذر منقطع ہو جاتا ہے، اور یہ روایت انہی روایتوں کے جیسی ہے کہ جن کو وہ قبول کرتے ہے اور جن سے ان کا عذر منقطع ہو جاتا ہیں اور (انہی روایتوں کی طرح ہیں کہ) جن روایتوں کا سہارا لے کہ وہ اپنے مخالفین پر دلیل قائم کرتے ہیں جب کہ وہ روایتیں کہ جن کے سہارے وہ اپنے مخالفین پر دلیل قائم کرتے ہیں ان کو نقل کرنے میں وہ اکیلے ہیں جب کہ ان کے مخالفین نے ان روایتوں کو نقل ہی نہیں کیا ہے (پھر بھی وہ اپنے مخالفین پر دلیل قائم کرتے ہیں) اور اس کے باوجود ان روایتوں کے عذر کو منقطع کرنے والی اور اپنے مدمقابل لوگوں پر حجت قرار دیتے ہیں۔ پس ہم کہیں گے اور اللہ ہی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں:

ہم اور ہمارے مخالفین نے یقیناً ہم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غدیر خم کے دن کھڑے ہوئے جب کہ سارے مسلمان جمع تھے، پھر فرمایا: ''اے لوگو! کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ و بلند نہیں ہوں؟ پس سب نے کہا: پروردگار گواہ ہے، یقیناً ایسا ہی ہے، آپؐ نے فرمایا: ''میں جس کا مولا ہوں پس علی اس کا مولا ہے، پروردگار تو دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے، تو دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے، تو مدد کرے اس کی جو اس کی مدد کرے اور تو بے یار و مددگار چھوڑ دے اس کو کہ جو اس کی نصرت سے کنارہ کشی کرے۔'' پھر ہم نگاہ کریں گے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے ''اولیٰ'' نہیں ہوں؟ پھر آپؐ کے قول: میں جس کا ''مولا'' ہوں پس علی اس کا ''مولا'' ہے، تو دیکھیں گے کہ یہ معنی لغتِ (عرب) میں کئی شکلوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں کہ جن کو لغت میں غیر لغت والا نہیں جانتا۔ میں ان شاء اللہ اس کا تذکرہ کرنے والا ہوں۔ اور ہم نگاہ کریں گے ان باتوں کے سلسلے میں کہ جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کو خطبہ دیا اور وہ کونسا عظیم الشان مقصد تھا، پس یقیناً وہ کوئی ایسی چیز ہوگی کہ جس کو لوگ پہلے سے نہیں جانتے ہوں گے کہ ان کے اوپر اس بات کی تکرار کی گئی ہو (یہ کہا جا سکے) اور نہ وہ کوئی ایسی چیز ہوگی کہ جس کو بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو چونکہ یہ چیزیں (لوگوں کو معلوم ہو پھر بھی بتایا جائے یا بے فائدہ بات کے لئے لوگوں روکا جائے) عبث اور فضول کام کرنے والے کے اوصاف ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس قسم کے عبث کام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پس پہلے ہم اس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ لفظ ''مولا'' کے سلسلے میں لغت میں کیا کیا احتمالات ہیں۔ (ایک) احتمال ہے کہ مولا سے مراد غلام کا مالک، جیسا کہ مولا اپنے غلام

کا مالک وآقا ہوتا ہے اور اس کو غلام کو بیچنے اور تحفے میں دینے کا حق حاصل ہوتا ہے؛ (دوسرا) احتمال ہے کہ مولا سے مراد آزاد شدہ غلام کا آقا؛ (تیسرا) احتمال ہے کہ مولا سے مراد آزاد ہونے والا غلام، یہ تینوں معانی ہر خاص وعام کے نزدیک مشہور ہیں، پس یہ تینوں معنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول میں ساقط ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپؐ نے ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے ان تینوں میں سے کوئی ایک معنی مراد لئے ہوں، چونکہ آپؐ مسلمانوں کی خرید وفروخت کے مالک نہیں تھے اور نہ ہی آپؐ نے مسلمانوں کو اپنی غلامی سے آزاد کیا ہوا تھا اور نہ ہی ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو غلام بنایا تھا (کہ آزاد کردہ غلام والے معنی لئے جائیں)۔ (چوتھا) احتمال یہ بھی ہے کہ مولا سے مراد چچا کا بیٹا ہو، شاعر کا قول ہے:

مهلاً بنی عمّنا مهلاً موالینا ☆ لِمَ تظهرون لنا ما کان مدفونا

(جلد بازی نہ کرائے ہمارے چچا کے بیٹے جلد بازی نہ کرائے ہمارے مولا ☆
کیوں تم لوگ ہمارے لئے اس چیز کو ظاہر کر رہے ہو جو دفن ہو چکی تھی)

اور (پانچواں) احتمال ہے کہ مولا سے مراد عقاب وسزا ہو، اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: ''مأویکم النار هی مولیکم'' (تم سب کی منزل (جہنم کی) آگ ہے اور یہ تمہاری سزا ہے) (سورۂ حدید: آیت-۱۵) یعنی (یہاں پر مولا سے مراد یہ ہے کہ) تمہاری سزا اور وہ چیز کہ جس کی طرف تمہاری حالت کو پھیر دیا جائے گا؛ (چھٹا) احتمال ہے کہ مولا سے مراد وہ کہ جو کسی چیز سے متصل ہو جیسے کسی چیز کے پیچھے ہونا یا آگے ہونا، شاعر کا قول ہے:

فغدت، کلا الفرجین تحسب انّه ☆ مولی المخافة خلفها و امامها

(پس اس ناقے نے صبح کی، جبکہ فکر لگی ہوئی تھی کہ دونوں طرف کے درمیان آیا یہ خوف سے متصل ہو سکے گا اپنے پیچھے سے اور اپنے آگے سے)

اور ہم نہیں پاتے ان معانی میں سے بھی کسی چیز کو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے یہ والا معنی مراد لیا ہو کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ: ''میں جس کے چچا کا بیٹا ہوں پس علی اس کے چچا کا بیٹا ہے'' چونکہ یہ بات تو معروف اور سب کو معلوم تھی اس کی مسلمانوں پر تکرار کرنا عبث وبیکار اور بغیر فائدہ والا کام تھا اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ آپؐ کی مراد ان کے کام کا انجام وسزا یا اس کے پیچھے ہونا یا آگے ہونے والا معنی مراد ہو چونکہ اس معنی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ کوئی فائدہ ہے۔ ہم نے لغت میں (یہ معنی بھی) پایا ہے کہ جائز ہے کوئی شخص کہے: فلاں میرا مولا ہے، جب وہ اس کی اطاعت کا مالک ہو، پس یہی وہ معنی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے مراد لیا تھا، چونکہ دیگر معانی کی وہ قسمیں کہ جس کا لغت احتمال دیتی ہے وہ والے معانی لینا جائز نہیں ہے، اُنہی وجوہات کی وجہ سے کہ جن کا ہم نے ذکر کیا اور اس قسم کے علاوہ کوئی اور قسم باقی نہیں بچتی، تو لازم وواجب ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے یہ والا معنی مراد لیا ہو۔ اور اس بات کی تاکید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ قول: کیا میں مؤمنین کے اپنے نفسوں سے ''اولیٰ'' نہیں ہوں؟ بھی کر رہا ہے کیونکہ آپؐ نے یہ فرمانے کے بعد پھر فرمایا ''فمن

کنت مولاہ فعلی مولاہ ''تو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مولا کے معنی مؤمنین پر ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ ہونا ہے، چونکہ لغت اور عرف میں مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کہے کہ: بیشک تم میرے لئے اپنے نفس سے اولیٰ ہو، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس شخص کو اپنے لئے قابل اطاعت اور اپنے اوپر آمر و حاکم قرار دیتا ہے اور اس کی نافرمانی کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہوتا، اور یقیناً اگر ہم کسی شخص سے اپنے لئے بیعت اخذ کریں اور وہ اقرار کرے کہ بیشک ہم اس کے نفس سے اولیٰ ہیں تو پھر اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمارے احکام میں سے کسی چیز میں ہماری مخالفت کرے۔ اگر وہ مخالفت کرے گا تو اس کے اس اقرار کا مطلب باطل ہو جائے گا کہ ہم اس کے نفس سے اولیٰ ہیں، اور چونکہ عربوں میں بھی جب کوئی انسان دوسرے انسان کو کسی چیز کا حکم کر دیتا ہے اور اس کو انجام دینے پر مجبور کرتا ہے جبکہ وہ حق رکھتا ہو اس کی نافرمانی کرنے کا اور پھر وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے: اے شخص میں اپنے آپ میں تجھ سے اولیٰ ہوں، بیشک مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں جو چاہوں کروں اور تجھے اس سلسلے میں مجھ پر کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تو پس انسان کا یہ قول کہ: میں اپنے آپ میں تجھ سے اولیٰ ہوں، یہ سبب بنتا ہے کہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔ مگر جب وہ حقیقت میں اپنے نفس سے دوسرے کو اولیٰ قرار دے تو پھر اس اولیٰ شخص کو حق حاصل ہے کہ اس شخص سے کہ جس پر یہ اولیٰ ہے جو چاہے فعل طلب کرے اور جب صورت حال اس انداز سے ہوگی تو اِس کو اپنے مولا کی مخالفت اور نافرمانی کا حق نہیں ہوگا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟'' تو اس کے ذریعے سے آپؐ نے علی علیہ السلام کے حق میں ان سے اقرار لیا اور پھر بالکل پہلے قول سے بغیر کسی فاصلے کے ارشاد فرمایا: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' تو یقیناً معلوم ہو گیا کہ آپؐ کے قول میں ''مولاہ'' سے اسی معنی کو تعبیر کیا گیا ہے کہ جن کا لوگوں نے اقرار کیا کہ بیشک آپؐ ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ پس جب آپؐ نے اپنے قول: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' میں اولیٰ والا معنی لیا تو یہی والا معنی اپنے قول: ''فعلی مولاہ'' کے ذریعے سے علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے بھی قرار دیا، چونکہ یہ جملہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ پیغمبرؐ نے اپنے قول: فعلی مولاہ' سے ان اقسام میں سے کوئی معنی لیا ہو کہ جس کے سلسلے میں ہم بیان کر چکے کہ وہ معنی نبیؐ کا اپنے لئے لینا محال ہے، چونکہ وہ قسمیں یعنی کہ غلام کا مالک یا آزاد شدہ غلام یا چچا کا بیٹا یا انجامِ کار یا پیچھے ہونا یا آگے ہونا ہے۔ تو پس جملہ میں سے کوئی معنی پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے لئے مناسب نہیں ہیں تو اسی طرح یہ والے معنی علی علیہ السلام کے لئے بھی مناسب نہیں ہیں (چونکہ پیغمبرؐ نے اپنے اور علیؑ دونوں کے لئے مولا کا لفظ استعمال کیا ہے) اور باقی بچا ''اطاعت کا مالک ہونا''، تو ثابت ہو گیا کہ یہی والا معنی آپؐ نے مراد لیا ہے۔ اور جب مسلمانوں کے لئے علی علیہ السلام کی اطاعت واجب ہو گئی تو یہی امامت کا مطلب ہے چونکہ امامت کا لفظ ''ایتمام'' سے نکلا ہے اور ایتمام کا مطلب ہے اتباع کرنا، اقتداء کرنا، اس کے عمل کے مطابق عمل انجام دینا اور اس کے قول کے مطابق قول انجام دینا، اس کے اصلی معنی لغت میں ایسے تیر کے ہیں جو نمونہ قرار پائے جس کے مطابق دوسرے تیروں کو ڈھالا جاتا ہے اور تیروں کی صناعت و بناوٹ میں اس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کی مقدار کے مطابق ہی مقدار رکھی جاتی ہے، (اسی طرح امام نمونہ ہوتا ہے تمام لوگوں کے لئے کہ وہ اپنے آپ کو ان کے مطابق

ڈھالیں)۔پس جب علی علیہ السلام کی اطاعت مخلوق پر واجب ہوگئی تو آپؑ امامت کے معنی کے بھی حقدار ہو گئے۔

پس اگر وہ لوگ کہیں: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس قول کے ذریعے سے فقط علی علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا بیان کیا ہے اور یہاں پر امامت کا معنی نہیں ہے۔

ان سے جواب میں کہا جائے گا: جب یہ روایت ہم تک پہنچی تو سب سے پہلے جس بات کی طرف نفس متوجہ ہوتا ہے وہ یہی بات ہے مگر کلام کی تقسیم بندی کے بعد اور لفظ ''مولا'' میں لغت کے اعتبار سے موجود احتمالات کے واضح کرنے کے بعد یہاں تک کہ وہ معنی حاصل ہوگیا جو اس لفظ ''مولا'' کے ذریعے سے علی علیہ السلام کے لئے حاصل ہوتا ہے پھر یہ صرف فضیلت والے معنی لینا جائز نہیں ہے چونکہ یقیناً ہم نے دیکھا کہ لغت میں لفظ ''مولا'' کے کئی معنی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے لئے یا علی علیہ السلام کے لئے مراد نہیں لیا ہے اور صرف ایک معنی باقی رہ گیا تو لازم ہے کہ وہی معنی آپؐ نے اپنے آپ کے لئے اور علی علیہ السلام کے لئے مراد لیا ہوگا اور وہ معنی اطاعت کے مالک ہونے کے ہیں۔ اگر وہ کہیں: کہ شاید آپؐ نے وہ معنی مراد لیا ہو کہ جس کو ہم نہیں جانتے، کیونکہ ہم مکمل لغت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

ان کے لئے کہا جائے گا: اگر یہ بات صحیح قرار پائے تو پھر ہمارے لئے وہ تمام باتیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نقل ہوئی ہیں اور وہ تمام باتیں کہ جو قران میں آئی ہیں ان کے سلسلے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاید اس سے وہ معنی ہو کہ جو لغت میں استعمال نہیں کیا جاتا اور یہ بات مشکوک ہوگی اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر کلام تفہم سے خارج اور بیکار قرار پائے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: کیا میں مؤمنین سے ان کے اپنے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں، پھر جب لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' یہ بالکل اس قول کے جیسا ہے کہ جب کوئی شخص ایک گروہ سے کہے: کیا یہ مال ومتاع میرے اور تمہارے درمیان نہیں ہے کہ جس کو میں فروخت کروں اور جو نفع حاصل ہو اس میں ہم نصف، نصف کے حصہ دار ہوں اور اگر نقصان ہو تو وہ بھی اسی طرح ہوگا؟ پس جواب میں وہ سب کہیں: ہاں، پھر وہ شخص کہے: تو میں جس کا شریک ہوں پس زید بھی اس کا شریک ہے، تو یقیناً وہ جانتا ہے کہ اپنے قول: میں جس کا شریک ہوں پس زید بھی اس کا شریک ہے، سے کیا مراد ہے، [یقیناً] فقط اس نے وہی معنی لئے ہیں کہ جس کا اس نے مال ومتاع کو فروخت کرنے سے پہلے لوگوں سے نفع ونقصان کی تقسیم کے سلسلے میں اقرار لیا تھا، اور پھر اس نے یہ معنی جو شرکت کے ہیں یہ کہے کہ: ''زید اس کا شریک ہے''، زید کے لئے قرار دیئے ہیں۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول ہے: کیا میں مؤمنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں اور پھر ان لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' یہ صرف اس بات کا اعلان تھا کہ آپؐ نے اس لفظ سے وہی معنی لئے ہیں کہ جس کا شروع میں لوگ اقرار کر چکے ہیں اور اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کے لئے ''پس علی اس کے مولا ہیں'' کو اسی طرح سے قرار دیا ہے جس طرح اس شخص نے زید کو شریک قرار دینے کے لئے کہا تھا کہ: زید اس کا شریک ہے، اور ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم نے جو معنی بیان کئے ہیں اس سے ہٹ کر کوئی لغت میں معنی ہیں تو اس

معنی کو لے آئے، مگر وہ ایسے کسی معنی کو نہیں پاتا۔ اگر اعتراض اس بات کے ذریعے سے ہو کہ جن کا وہ دعویٰ زید بن حارثہ کی یا دوسروں کی روایتوں کو بنیاد بنا کر کرتے ہیں جو روایت فقط ان سے خاص ہیں تو یہ اعتراض ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا چونکہ وہ لوگ ایک ایسی روایت پر کہ جس کے وارد ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس روایت کو بنیاد بنا کر اعتراض کر رہے ہیں جس کے صرف وہ راوی ہیں اور ہمارے پاس وہ روایت نہیں ہے۔ اور یہ ظلم ہے چونکہ ہمارے پاس بہت ساری روایتیں ہیں کہ جو ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے معنی کی تاکید کرتی ہیں، اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعے سے علی علیہ السلام کی خلافت اور ان کی اطاعت کے فرض ہونے کو طلب کیا ہے، اور اسی طرح ہم اس خبر کو واضح نص کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں تو ہمارے پاس بھی خاص روایت موجود ہے ان کی خاص روایت کے مقابلے میں، (اور جب اس بارے میں دونوں مساوی ہیں تو دونوں گروہ اپنی خاص خبر کو ایک طرف رکھ دیں) اور روایت اپنے عمومیت پر باقی ہے کہ جس کے ذریعے سے ہم اور وہ دونوں اس معنی کے ذریعے سے دلیل پیش کریں کہ جس کو لغت بیان کرتی ہے اور جس میں استعمال ہوتا ہے اور تقسیم کلام اور کلام کو صحیح معنی کی طرف پلٹانے سے (دلیل پیش کریں)۔ اور ہمارے مدمقابل والوں کے پاس نہ کوئی ایسی روایت ہے کہ جس پر اجماع قائم ہو اور نہ کوئی ایسی دلیل ہے کہ جیسی ہمارے پاس ہے۔

ان لوگوں نے زید بن حارثہ سے اس سلسلے میں جو روایت نقل کی ہے تو اس کے مقابلے میں خود ان کی زبان سے ایسی کئی روایتیں آئی ہیں کہ جو بتاتی ہیں کہ بیشک زید (بن حارثہ) غزوہ موتہ ﴿جو کہ ۸ ہجری میں واقع ہوا تھا۔﴾ جعفر بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ شہید ہو گئے تھے اور یہ غزوہ یوم غدیر خم سے کافی مدت پہلے کا ہے چونکہ یوم غدیر حجۃ الوداع کے بعد کا ہے اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں صرف تین ماہ سے بھی کم مدت تک حیات رہے، پس جب تمہاری زید والی روایت میں کہ جس کو تم نے روایت کیا ہے اس کی رد کے لئے تمہاری اپنی روایت موجود ہے تو پھر تمہارے حق میں کوئی دلیل اس روایت کے مقابلے میں باقی نہیں رہی ہے کہ جس پر سب کا اجماع ہے۔

اور اگر (یہ مان لیا جائے کہ) زید یوم غدیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے موقع پر حاضر تھے، تو ان کا حاضر ہونا بھی تمہارے حق میں حجت نہیں بن سکتا کیوں کہ تمام عرب اس بات کو جانتے تھے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام اور چچا کے بیٹے علیہ السلام کا بھی غلام ہے، یہ بات تو ان کی لغت میں مشہور و معروف تھی اور وہ لوگ اس کو جانتے تھے تو مناسب نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول لوگوں کے لئے یوں ہو: تم لوگ جان لو اُس بات کو کہ جس کو تم پہلے سے جانتے ہو، اگر یہ ممکن ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کہنے والا کہے: نبیؐ کے والد کے بھائی کا بیٹا ان کے چچا کا بیٹا نہیں ہے، تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: پس جو میرے والد کے بھائی کا بیٹا ہے وہ میرے چچا کا بیٹا ہے، اور یہ فاسد و غلط ہے چونکہ اس قسم کا کلام کرنا عیب ہے اور اس کو زیب نہیں دیتا سوائے اس شخص کہ جو فضول کام کرنے والا بے وقوف ہو، اور اس قسم کا کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناممکن ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے: بیشک ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم ہر اس روایت کے مقابلے میں کہ جس کو تم نقل کرتے ہو اپنی اس روایت کو نقل

کریں کہ جو "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے معنی میں فرق کرتی ہے۔

اس سے کہا جائے گا: اظہارِ نظر کے قاعدے کے تحت یہ غلط ہے چونکہ تمہارے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ ہماری روایتوں میں سے کوئی ایسی روایت پیش کرو کہ جو اس مسئلہ میں تمہارے حق میں قرار پاتی ہو، (ورنہ اگر صرف تم اپنی روایت پیش کرو گے) تو پس ہماری مخصوص روایت تمہاری مخصوص روایت سے ٹکرائے گی اور "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" والی حدیث اس حیثیت سے کہ ہم سب نے اس کو نقل کرنے میں اجماع قائم کیا ہے ہمارے حق میں تمہارے خلاف حجت باقی رہے گی، جو سبب بنے گی اس بات کو ثابت کرنے کی کہ جس پر دلالت ہے نص کی بنیاد پر، اور یہ ایسی بات ہے کہ جس میں کسی مزید بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ پس اگر کہنے والا کہے: اگر آپ لوگوں کی بات صحیح ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں فصیح و واضح طور سے کیوں نہیں فرمایا اور کیوں ایسا قول ارشاد فرمایا کہ جس کی وجہ سے اس قسم کی تاویل کی ضرورت پیش آئی اور بحث مباحثہ کی ضرورت ہوئی؟

اس سے کہا جائے گا: اگر یہ لازم آتا ہے کہ یہ روایت (تاویل والے معنی لینے کی وجہ سے) باطل قرار پائے یا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے خلافت کا اور علی علیہ السلام کی اطاعت کے فرض ہونے کا معنی مراد نہ لیا ہو، اس میں احتمالِ تاویل پایا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ کوئی اور معنی آپ کے نزدیک زیادہ واضح اور زیادہ فصیح معنی موجود ہیں تو اگر آپ کا تعلق (فرقہ) معتزلہ سے ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ عزّ وجلّ کو اپنی کتاب (قرآن) میں یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ: "لاتُدرِکُہ الابصار" (نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں) (سورۂ انعام: آیت: ۱۰۳) یعنی اس کو دیکھا نہیں جا سکتا تو آپ کا کہنا کہ "اس کو دیکھا نہیں جا سکتا" اس میں احتمال تاویل ہے، اور اسی طرح اللہ عزّ وجلّ کو اپنے اس قول کو اپنی کتاب میں وارد نہیں کرنا چاہئے تھا کہ: "واللہ خلقکم و ما تعملون" (اور اللہ نے تمہیں اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس کو خلق کیا ہے) (سورۂ صافات: آیت-۹۶) کہ بیشک اللہ نے ان جسموں کو خلق کیا ہے کہ جن میں بندے افعال کو انجام دیتے ہیں نہ کہ ان کے افعال کو، پس اگر اس سے لفظی معنی مراد ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس قول کے مقابلہ میں۔ کہ بقول آپ کے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ خدا اس سے زیادہ واضح ارشاد فرماتا۔ (ورنہ ظاہری اعتبار سے تو معنی کچھ اور نکل رہا ہے) اسی طرح سے اللہ عزّ وجلّ اپنے اس قول کو اس طرح وارد نہ کرتا کہ: "و من یقتل مؤمنا متعمداً فجزائوہ جھنّم" (اور جو کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے) (سورۂ نساء: آیت-۹۳) چونکہ اس کا معنی یہ نکل رہا ہے مؤمن کا ہر قاتل جہنم میں ہے چاہے اس کے ساتھ نیک اعمال ہوں یا نہ ہوں چونکہ خدا نے اپنے قول میں۔ کہ آپ کے بقول جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت نہیں کی (کہ قاتل اگر نیک اعمال والا ہوگا تو کوئی رعایت ہوگی یا نہیں ہوگی)۔ اگر آپ کا تعلق (فرقہ) اشاعرہ سے ہے تو آپ کے اوپر بھی وہ تمام باتیں لازم آئیں گی جو معتزلہ کے لئے ہم نے ذکر کیا ہے جو بات آپ کے نزدیک حق ہے اس کو کوئی لفظِ فصیح بیان نہیں کر رہا۔ (بلکہ آپ نے اپنی معنی کو بھی الفاظ کو تاویل کر کے ہی نکالا ہے)۔

اور اگر کہنے والے کا تعلق اصحاب حدیث سے ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ آپ پر لازم ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اس حدیث کو نہ مانیں کہ جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کے چاند کو

دیکھتے ہو اور اس کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی'' چونکہ یہ ایسا قول ہے کہ جس میں تاویل کے بغیر چارا نہیں ہے جبکہ (آپ کے بقول) تاویل والا کلام فصیح نہیں ہوتا۔ چونکہ پیغمبر اسلامؐ نے دیکھنے کے سلسلے میں یہ نہیں بیان کیا کہ تم آنکھوں کے ذریعے سے یا دل کے ذریعے سے دیکھو گے۔ اور جب اس روایت میں تاویل کا احتمال ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے وہ والا دیکھنا مراد نہیں لیا ہے کہ جس کے تم دعوے دار ہو اور یہ بہت سخت مغالطہ ہے چونکہ زیادہ تر کلام جو قران میں اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی روایتوں میں وارد ہوا ہے عربی زبان میں اور ایسی فصیح قوم کو مخاطب کر کے وارد ہوا ہے کہ جو اس صورت حال سے واقف تھی کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مراد پر دلالت کرتی ہے۔

کبھی کبھی علم المعنی عقول کے سپرد کرنا پڑتا ہے تا کہ کلام سمجھ میں آسکے۔ اور میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: کیا میں مؤمنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں، میں کسی ایسی تعبیر کو نہیں جانتا کہ جو اطاعت کے فرض ہونے کے معنی سے زیادہ تاکیدی معنی رکھتا ہو۔ چونکہ آپؐ نے یہ کہنے کے بعد پھر فرمایا: '' فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ '' چونکہ یہ پورا کلام مرکب ہے کہ جس میں مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حق میں اقرار کیا یعنی اطاعت کا اور اس بات کا اقرار کیا کہ آپؐ ان کے نفسوں سے اولیٰ ہیں تو (گویا) اس کے بعد پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: ''تو میں جس کے نفس سے اولیٰ ہوں پس علی اس کے نفس سے اولیٰ ہیں'' چونکہ ''فمن کنت مولاہ'' کا معنی یہ ہے کہ: میں جس کے نفس سے اولیٰ ہوں چونکہ یہ اس کی معنی کے اعتبار سے تعبیر بنتی ہے، چونکہ لغت میں اس کے علاوہ معنی لینا ممکن نہیں ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کہنے والا ایک گروہ سے کہے: کیا ایسا نہیں ہے کہ یہ مال ومتاع ہمارے درمیان ہے کہ ہم اس کو فروخت کریں اور اس کے نفع ونقصان کو تقسیم کریں؟ تو جواب میں وہ لوگ کہیں گے: ہاں، پس وہ کہے: ''میں جس کا شریک ہوں زید اس کا شریک ہے'' تو یہ کلام صحیح ہوگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریک ہونے کو ہی اس نے اپنے قول: ''یہ مال ہمارے درمیان ہے اور ہم نفع ونقصان کو تقسیم کر لیں'' میں تعبیر کیا ہے اور اس وجہ سے اس کے بعد اس کا یہ کہنا صحیح ہے کہ: جس کا میں شریک ہوں پس زید اس کا شریک ہے، اور اسی طرح [یہاں پر] صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے قول: کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟ [فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ] چونکہ اپنے اس قول سے: ''کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں'' کے بارے میں ''مولاہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر بعد والے جملے کا ''فاء'' کے ساتھ آنا بہتر نہ قرار پاتا اور اگر ''فاء'' نہ ہوتا تو پھر کلام کا نہ تو کوئی مفہوم ہوتا اور نہ کوئی حقیقت بلکہ یہ کلام ہذیان گوئی میں شامل ہو جاتا اور اس قسم کی چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف نسبت دینا عظیم اللہ کا انکار ہے۔ اور اس بنیاد پر کہ جو ہم نے دیکھا، جب ''فمن کنت مولاہ'' کا لفظ ''میں جس کے نفس سے اولیٰ ہوں'' کے معنی پر دلالت کر رہا ہے اور پھر پیغمبرؐ نے بعینہٖ ایسا ہی لفظ علیؑ کے لئے استعمال کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کو مؤمنین کے اپنے نفسوں سے اولیٰ قرار دیا اور اسی کا مطلب ہے کہ علی علیہ السلام کے حق میں اطاعت کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا تھا۔

اور وہ بات کہ جس کے ذریعے سے بیان کو زیادہ کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ آپؐ کے قول: فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ'' سے

''تمہارے اپنے نفسوں سے اولیٰ'' والا معنی وارد نہ ہو تو پھر یہ بھی ممکن ہو جائے کہ یہ والا معنی ''فمن کنت مولاہ'' سے بھی وارد نہ ہو یعنی ''میں جس کے اپنے نفس سے اولیٰ ہوں'' (یہ والا معنی بھی نہ نکلے) اور جب یہ ممکن قرار پائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے پہلے جو کلام تھا وہ خلط، فاسد، غیر منظم اور معنی کے سمجھانے سے قاصر قرار پائے اور یہ ان باتوں میں سے نہیں ہے کہ حکیم اور عاقل شخص اس کا تلفظ کرے، تو یقیناً ہمارے گذشتہ کلام اور بیان سے واضح ہو گیا کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم: ''کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں'' کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ ان کی اطاعت کے مالک ہیں اور آپؐ کے قول: ''فمن کنت مولاہ'' سے لازم ہے کہ آپؐ نے فقط اس بات کا ارادہ کیا ہو کہ ''پس میں جس کی اطاعت کا مالک ہوں پس علی اس کی اطاعت کا مالک ہے، یہ مراد ہو آپؐ کے قول: فعلی مولاہ سے، اور یہ واضح ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس کی اعانت و توفیق پر۔

(۳۰) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علی علیہ السلام کے لئے قول:

''انت منی بمنزلة هارون من موسی الاّ انّه لانبیّ بعدی''

(تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے کوفہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن معمر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن علی رملی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یعقوب بن اسحاق مروزی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن منصور نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسماعیل بن ابان نے، انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو ھارون عبدی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علی علیہ السلام کے حق میں قول: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: ''قسم بخدا! اس قول کے ذریعے سے آپؐ نے علیؑ کو اپنی امت پر اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کیا ہے اور امت پر ان کی اطاعت کو فرض کیا ہے، پس جس نے اس قول کے بعد علی علیہ السلام کے حق میں خلافت کی گواہی نہیں دی تو وہ ظالموں میں سے ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی محمد بن زکریا نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو خالد کابلی سے، انہوں نے کہا کہ سید العابدین امام علی ابن حسین علیہما السلام سے عرض کیا گیا: بیشک لوگ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد

لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر ہے، پھر عمر ہے، پھر عثمان ہے، پھر علی علیہ السلام۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں نے اُس روایت کا کیا کیا کہ جس کو سعید بن مسیّب نے سعد بن ابی وقاص سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''؟ پس موسیٰؑ کے زمانہ میں ھارونؑ کی مثل کون تھا؟''

اس کتاب کے مصنف - قدّس اللہ روحہ - فرماتے ہیں کہ ہم اور ہمارے مخالفین کا اجماع ہے اس بات پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے علی علیہ السلام کے حق میں نقل کیا گیا ہے کہ: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' پس یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علی علیہ السلام کی منزلت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے تمام حالتوں میں اسی طرح سے ہے جس طرح سے ھارونؑ کی منزلت موسیٰؑ سے تھی سوائے اس صورت کے کہ جس کو پیغمبرؐ نے خود اسی روایت میں استثناء کر کے الگ کر دیا ہے، پس ھارونؑ کی جو منزلت موسیٰؑ سے تھی اس میں ایک چیز یہ تھی کہ ھارونؑ موسیٰؑ کے ولادت کے اعتبار سے بھائی تھے اور عقل اس منزلت کا استثناء کر دیتی ہے اور بتا دیتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اپنے قول سے یہ منزلت مراد نہیں ہو سکتی چونکہ علیؑ آپؐ کے ولادت کے اعتبار سے بھائی نہیں تھے۔ ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت میں سے ایک چیز یہ تھی کہ ھارونؑ بھی موسیٰؑ کے ساتھ ساتھ نبی تھے اور (روایت میں) نبوت کا استثناء اس بات کو منع کرتا ہے کہ علی علیہ السلام نبی ہوں، ھارونؑ کی موسیٰؑ سے ان کے علاوہ دیگر جو منزلتیں ہیں اس میں کچھ ظاہری چیزوں پر مشتمل ہیں اور کچھ باطنی چیزوں پر مشتمل ہیں۔ ظاہری چیزوں میں سے یہ ہے کہ ھارونؑ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل تھے، تمام لوگوں سے زیادہ موسیٰؑ کو محبوب تھے، تمام لوگوں سے زیادہ موسیٰؑ سے خاص تھے، تمام لوگوں سے زیادہ اپنے آپ میں قابل بھروسہ تھے اور موسیٰؑ جب اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے وہ اپنی قوم پر خلیفہ تھے اور وہ موسیٰؑ کے علم کے دروازے تھے اور یہ کہ اگر موسیٰؑ کا انتقال ہو جاتا اور ھارونؑ زندہ ہوتے تو موسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے۔ اور یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ یہ تمام کی تمام خصلتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے علی علیہ السلام کے حق میں ہیں۔

اور وہ منزلیں جو ھارونؑ کی موسیٰؑ سے باطنی طور پر تھیں، لازمی ہے کہ عقل اس کا استثناء نہیں کرے گی جس طرح عقل نے ولادت کے اعتبار سے بھائی ہونے کا استثناء کیا تھا اور نتیجتاً یہ باطنی منزلتیں بھی اسی انداز سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے علی علیہ السلام کے حق میں قرار پائیں گی، اگرچہ ہمارا علم ان باطنی خصوصیات کا احاطہ نہیں کر پاتا مگر چونکہ روایت کا یہی تقاضا ہے (کہ تمام منزلتوں میں مساوی ہیں جن میں باطنی منزلتیں بھی شامل ہیں)۔ کسی کہنے والے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ یوں کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بعض منزلتیں مراد لی ہیں اور بعض مراد نہیں لی ہیں چونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا اور یوں کہا جائے گا کہ: مراد بعض دوسری منزلتیں لی ہیں نہ کہ وہ والی کہ جو تم ذکر کرتے ہو اور نتیجتاً اس صورت میں تمام بات باطل ہو جائے گی کہ مراد و معنی ناقص ہو جائے اور کلام بے فائدہ ہو جائے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بے فائدہ کلام نہیں کرتے، آپؐ فقط اس لئے کلام کرتے ہیں تا کہ ہمیں سمجھائیں اور ہمیں تعلیم دیں، پس اگر یہ ممکن ہو جائے کہ آپؐ نے

ھارونؑ کی موسیٰؑ سے بعض منزلتیں مراد لی ہوں اور بعض نہ لی ہو جبکہ روایت میں کوئی تخصیص دینے والی بات بھی موجود نہ ہو اس صورت میں ہم کلام کو سمجھ نہیں پائیں گے کہ آیا قلیل منزلتیں مراد ہیں یا کثیر، اور جب ایسا نہیں ہو سکتا تو واجب و لازم ہے کہ یقیناً آپؐ نے تمام منزلتیں مراد لی ہیں کہ جو ھارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھیں اور جن کا عقل اور خود روایت استثناء نہیں کر رہی۔ اور جب یہ لازمی ہو گیا تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب میں سب سے افضل ہیں، ان میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو محبوب ہیں، خود کے نزدیک سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہیں، اور علی علیہ السلام کے حق میں یہ بھی لازم آجائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپؐ کو اپنی قوم پر خلیفہ مقرر کریں جب آپؐ لوگوں سے غائب ہوں، چاہے سفر کی وجہ سے ہو یا پھر موت کی وجہ سے، چونکہ یہ تمام چیزیں ھارونؑ اور ان کی موسیٰؑ سے منزلت کی شرائط میں سے ہیں۔ پس اگر کہنے والا کہے: بیشک ھارونؑ کا انتقال موسیٰؑ سے پہلے ہو گیا تھا اور وہ موسیٰؑ کے بعد امام نہیں تھے، تو پھر آپ کیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: وہ مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہیں، سے علی علیہ السلام کے معاملے کا ھارونؑ سے قیاس کر رہے ہیں جبکہ علی علیہ السلام یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد باقی تھے۔ اس سے کہا جائے گا: ہم نے علی علیہ السلام کے معاملے کو ھارونؑ پر قیاس فقط اس وجہ سے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ: وہ مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہے، تو جب علی علیہ السلام کے لئے یہ والی منزلت تھی اور پھر علی علیہ السلام (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے بعد) باقی رہے تو لازم ہے کہ علی علیہ السلام ہی امتِ نبیؐ میں نبیؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے خلیفہ ہیں۔

اس بات کی وضاحت کے لئے میں ان شاء اللہ مثال بیان کرنے والا ہوں: ''اگر کوئی خلیفہ اپنے وزیر سے کہے کہ: زید کا حق تم پر یہ ہے کہ جس دن میں وہ تم سے ملاقات کرے ایک دینار دینا ہے اور عمرو کے حق میں بھی تم پر وہی ذمہ داری ہے جو میں نے زید کے سلسلے میں بیان کی ہے''، تو عمرو کے حق میں بھی وہی واجب ہو گیا جو زید کے حق میں لازم قرار پایا تھا، پس جب زید وزیر کے پاس تین دن تک آتا رہا تو اس نے تین دینار حاصل کئے، پھر آنا بند کر دیا اور اس وجہ سے وزیر نے اسے دینار عطا نہیں کئے اور عمرو وزیر کے پاس تین دن تک آیا تو اس نے بھی تین دینار حاصل کئے، اب عمرو کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چوتھے دن، پانچویں دن اور ہمیشہ ہمیشہ جب تک کہ عمرو زندہ ہے آتا رہے اور اس وزیر پر لازم ہے کہ جب تک عمرو باقی اور زندہ ہے ہر اس دن میں جس میں وہ اس کے پاس آیا ہے ایک دینار عطا کرتا رہے اگرچہ زید نے تین دن سے زیادہ دینار کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اور وزیر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عمرو کو یوں کہے: ''میں تمہیں عطا نہیں کروں گا سوائے اتنا کہ جتنا زید نے حاصل کیا ہے''، چونکہ زید کے لئے شرط لگائی گئی تھی کہ جب وہ تمہارے پاس آئے اس وقت ایک دینار دینا تو اگر زید آتا تو وہ اسے حاصل کرتا اور یہی شرط عمرو کے لئے بھی تھی اور وہ یقیناً آیا (جب اس نے شرط پوری کر دی) تو لازم ہے کہ وہ دیناروں کو حاصل کرے۔

پس اسی طرح ھارونؑ کے وصی ہونے کے لئے شرط تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی قوم میں باقی رہے اور اسی طرح کی شرط علی علیہ السلام کے لئے بھی تھی، تو علی علیہ السلام اپنی قوم میں (پیغمبرؐ کے بعد زندہ) باقی رہے تو اسی طرح سے علی علیہ السلام کے حق میں یہ ضروری ہو گیا کہ آپؐ نبیؐ کی قوم میں آپؐ کے خلیفہ قرار پائیں اُسی طرح سے کہ جو ہم نے زید اور عمرو کی مثال میں بیان کیا، اور یہ بالکل لازمی چیزوں

میں سے ہے اور یہاں جو قیاس کیا گیا وہ بالکل حق بجانب ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے کہ اگر موسیٰؑ انتقال فرما جاتے اور ھارونؑ زندہ ہوتے تب بھی ان کو ان کی قوم پر خلافت کا حق نہ ہوتا۔

تو اس سے کہا جائے گا کہ کونسی چیز ہے کہ جس کو یہ کہنے والا جواب میں پیش کرے گا، اگر اس سے کوئی کہنے والا کہے کہ: ھارونؑ موسیٰؑ کے بعد اپنے زمانہ میں سب سے افضل نہیں تھے، نہ وہ ان کے نزدیک قابل بھروسہ تھے، نہ ان کے علم میں نائب تھے؟ (تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہ) یہ فضیلتیں ھارونؑ سے جدا نہیں کی جاسکتی چونکہ یہ منزلتیں ھارونؑ کی موسیٰؑ سے مشہور ہیں، تو اگر کوئی انکار کرنے والا ان میں سے کسی ایک کا انکار کردے گا تو لازم آئے گا کہ تمام کا انکار کردے۔ پس اگر کہنے والا کہے: بیشک یہ منزلت کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کے لئے قرار دی ہے یہ فقط آپؐ کی حیات میں ہی تھی۔ اس سے کہا جائے گا: ہم واضح دلیل کے ساتھ اس بات پر دلالت پیش کریں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علی علیہ السلام کے حق میں یہ قول: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''، یہ فقط علیؑ کے حق میں آپؐ نے اپنی وفات کے بعد کے لئے قرار دیا ہے نہ کہ آپؐ کے ساتھ آپؐ کی حیات میں، اس بات کو وہ سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''، میں جو باتیں دلالت کرتی ہیں وہ دو معنی ہیں: پہلا: علی علیہ السلام کی آپؐ سے جو فضیلت اور منزلت ہے اس کو ثابت کرنا؛ دوسرا: آپؐ کے بعد کسی کے نبی ہونے کی نفی کرنا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نبیؐ کا علیؑ کے لئے اس بات کی نفی کرنا کہ علیؑ آپؐ کے بعد نبی نہیں ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر پیغمبر اسلامؐ اس کی نفی نہ کرتے تو وہم کرنے والے کے لئے یہ وہم کرنا ممکن ہوتا کہ علیؑ آپؐ کے بعد نبی ہوں، چونکہ آپؐ نے فرمایا تھا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہو''، اور یقیناً ھارونؑ نبی تھے مگر جب آپؐ نے نبوت کی نفی کردی تو ضروری ہے کہ یہ نفی اس وقت کے اندر ہو کہ جس میں آپؐ نے علیؑ کے لئے فضیلت اور منزلت کو قرار دیا تھا، چونکہ اسی فضیلت اور منزلت کی وجہ سے آپؐ کو علیؑ سے نبی ہونے کی نفی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ چونکہ اگر آپؐ یہ نہ فرماتے کہ: علیؑ مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰؑ سے منزلت پر ہے تو پھر یہ فرمانے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی کہ: ''مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''، تو آپؐ نے نبی ہونے کی نفی کی اس کی وجہ صرف اور صرف اس فضیلت اور منزلت کی وجہ سے ہے کہ جو نبوت کے سبب قرار پاتی تھی اور اسی وجہ سے آپؐ کے لئے لازم ہوا کہ اسی وقت میں کہ جس میں علیؑ کے لئے فضیلت قرار دی اور ھارونؑ والی تمام منزلتیں قرار دیں علیؑ سے نبوت کی نفی کردیں، اور اگر نبیؐ اس کے بعد کسی اور وقت میں نبوت کی نفی کرتے اور اس وقت کے لئے نفی کرتے کہ جو آپؐ (کی وفات) کے بعد کا ہے، تو ہمارے مخالفین کے پاس یہ گنجائش نکل آتی کہ وہ کہتے کہ اس روایت میں علی علیہ السلام کے لئے کوئی ایسی منزلت ثابت نہیں ہے کہ جو نبوت کا سبب بنتی ہو اور یہ بعد میں استثناء ہونے کہ وجہ سے کلام لغو قرار پاتا چونکہ (اس فرض پر کہ استثناء کسی اور وقت میں واقع ہوا ہے) یہ استثناء فقط وفات کے بعد کے لئے واقع قرار پاتا اور وہ منزلت کہ جو سبب نبوت بن رہی ہے وہ صرف حیات پیغمبرؐ

کے لئے قرار پاتی کہ جس میں نبوت کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ پس اگر نبوت کا استثناء وفات کے بعد ہوتا اس بات کے باوجود کہ فضیلت آپؑ کی حیات میں ثابت ہے تو لازم آتا کہ علیؑ آپؐ کی حیات میں نبی ہوتے (چونکہ استثناء تو بعد کے لئے ہے) مگر یہ بات فاسد ہے اور لازم ہے کہ نبوت کا استثناء اسی زمانے کے لئے قرار پائے کہ جس زمانے کے لئے نبیؐ نے علیؑ کے لئے یہ منزلت قرار دی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ آپؑ اس فضیلت و منزلت کے مستحق ہونے کے باوجود نبوت کے مستحق نہیں ہیں۔

اس کا مزید بیان یوں ہو سکتا ہے کہ: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر فرماتے: ''علی مجھ سے میری وفات کے بعد ھارونؑ کی موسیٰ سے منزلت پر ہے مگر یہ کہ میرے ساتھ میری زندگی میں کوئی نبی نہیں ہے'' تو اس قول سے لازم آتا کہ علیؑ کا نبیؐ کی وفات کے بعد نبی ہونا ممکن ہے چونکہ نبی ہونے کا منع فقط اپنی زندگی کے لئے کیا ہے اور علیؑ کے لئے اپنی وفات کے بعد نبی ہونے کو ثابت کیا ہے چونکہ یہ نبی ہونا یہ ھارونؑ کی منزلتوں میں سے ایک ہے چونکہ ھارونؑ نبی تھے، تو جب صورت حال ایسی ہے تو لازم ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کے نبی ہونے کی نفی صرف اس وقت و زمان کے لئے کی ہے کہ جس میں آپؐ کے لئے یہ فضیلت قرار دی ہے چونکہ اسی وجہ سے آپؐ نبوت کی نفی کرنے کی طرف محتاج ہوئے ہے؛ اور جب ضروری قرار پایا کہ منزلت میں سے نبوت بھی ہے تو لازم ہے کہ یہ وفاتِ پیغمبر کے بعد بھی ہو چونکہ نبوت کی نفی وفات کے بعد کے لئے کی گئی ہے، اور جب یہ لازم ہو گیا کہ علی علیہ السلام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد موسیٰؑ کی حیات میں جو موسیٰ سے ھارونؑ کی منزلت تھی وہ ہے، تو یہ بھی لازم آ گیا کہ علی علیہ السلام کے حق میں مسلمانوں پر خلافت اور اطاعت کا فرض ہونا ہے، اور آپؑ تمام سے زیادہ علم رکھنے والے اور تمام سے افضل ہیں چونکہ یہی ساری منزلتیں ھارونؑ کی موسیٰ سے موسیٰ کی حیات میں تھی۔

پس اگر کہنے والا کہے: شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول: بعدی (میرے بعد) سے مراد بعد نبوتی (میری نبوت کے بعد) ہے نہ کہ بعد وفاتی (میری وفات کے بعد)۔ اس سے کہا جائے گا: اگر یہ جائز ہو جائے تو یہ بھی جائز ہو جائے کہ وہ تمام روایتیں کہ جن کو مسلمانوں نے بیان کیا ہے کہ جس میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، تو اس سے مراد لیا جائے آپؐ کی نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (نہ کہ آپؐ کی وفات کے بعد) اور یہ چیز جائز بنا دے گی کہ آپؐ کی وفات کے بعد اور انبیاء بھی ہوں۔ پس اگر وہ کہے: یقیناً مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' سے مراد ''میری وفات کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا'' ہے۔ تو اسی طرح اس سے کہا جائے گا: کہ یہی بات تمام روایتوں اور آثار میں ہے کہ جس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

پس اگر وہ کہے: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علی علیہ السلام کے حق میں یہ قول: تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰ سے منزلت پر ہو'' یہ فقط اس وقت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کی جانب نکلے اور علی علیہ السلام کو پیچھے چھوڑ دیا تو آپؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو آپؐ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰ سے منزل پر ہو؟ کہا جائے گا: استدلال کے قانون کے تحت یہ غلط ہے چونکہ آپ اجماع والی روایت کو ایسی روایت سے تخصیص نہیں دے سکتے کہ جو فقط آپ کے لئے خاص ہے ورنہ ہم بھی اس اجماع والی روایت کو ایسی روایت سے تخصیص دیں گے کہ

جس کو ہم مانتے ہیں اور آپ نہیں مانتے اور اس طرح سے نہ آپ کے حق میں اور نہ ہمارے حق میں کوئی حجّت و دلیل باقی رہے گی چونکہ دونوں مخصوص روایتیں ہیں (آپ کی مخصوص روایت اور ہماری مخصوص روایت ٹکرا کر ختم ہو جائے گی) اور عمومی روایت (کہ جس کو دونوں گروہ مانتے ہیں) اپنے عمومیت پر باقی رہے گی اور اسی کی بنیاد پر دلیل قائم ہوگی۔

وہ روایت جو اس عمومی روایت پر ہمارے حق میں وارد ہوئی ہے، آپ کے حق میں نہیں، وہ یہ ہے کہ ہم آپ کی مخصوص روایت کے مقابلے میں روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے ارشاد فرمایا: ''یقیناً میں نے علی کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے اور تمہارے امور کو اس کے سپرد کیا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے اس سلسلے میں میری طرف وحی کی گئی ہے۔''

پھر آپؐ نے اس قول کے بعد اس کی تاکید کے لئے ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰ سے منزل پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' تو یہ قول پہلے قول کی شرح و تشریح کرنے والا ہو گیا اور تمہارے مخصوص (غزوۂ تبوک والی روایت) کے مدمقابل ہو گیا۔ (اور جب دونوں کی مخصوص روایتیں ساقط ہو گئیں، آپ کی غزوۂ تبوک والی اور ہمارے باقاعدہ مجمع کو جمع کر کے خلافت کے اعلان اور امور کو سپرد کرنے والی) تب وہ روایت باقی رہ گئی کہ جس پر ہم سب (مسلمانوں) کا اجماع ہے اور جس کی نقل پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے ھارونؑ کی موسیٰ سے منزلت پر ہو مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' یہ اس حالت میں باقی ہے کہ اس کے معنی وہی ہیں کہ لغت جسے سمجھا رہی ہے اور قانونِ تفاہم کے اعتبار سے جو مشہور ہے اور یہ وہی ہے کہ جس کے متعلق ہم نے گفتگو کی اور جس کی تشریح کی اور اس کی وجہ سے ہم پر لازم ہوگا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی وفات کے بعد کے لئے یقیناً علی علیہ السلام کی امامت کے اوپر نص قائم کر دی ہے اور آپؐ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے اور آپؐ کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا ہے۔ حق و واضح راستہ دکھانے پر تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کہ جو عالمین کا رب ہے۔

(۳۱) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حسن و حسین علیہما السلام کے لئے فرمان کہ: ''تم میرے بعد مستضعفین ہو'' کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد ہیثم عجلی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی، حسن اور حسین علیہم السلام کی طرف نگاہ فرما کر، گریہ کیا اور ارشاد فرمایا: تم لوگ میرے بعد

مستضعفین ہو۔'' مفضل کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! اس کے کیا معنی ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''(پیغمبرؐ کے فرمان کا مطلب ہے) تم لوگ میرے بعد ائمہ ہو، بیشک اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین ''ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں۔'' ﴿(سورۂ قصص: آیت ۵)﴾، پس یہ آیت قیامت کے دن تک ہمارے سلسلے میں جاری رہنے والی ہے۔''

(۳۲) ☆ان الفاظ کے معانی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات میں وارد ہوئے ہیں☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق الطالقانیؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو صالح حذّاء کے نام سے معروف ابو احمد القاسم بن بندار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن نصر بن عبد العزیز الرازی نہاوندوالے نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو غسّان ملک اسماعیل النّہدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جمیع ابن عمیر بن عبد الرحمٰن عجلی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ایک راوی نے مکہ میں، انہوں نے ابن ابی ھالہ تمیمی سے، انہوں نے حسن بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ۔ جو صفات بیان کرنے میں ماہر تھے۔ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا۔ اور مجھ سے بیان کیا حسن بن عبد اللہ بن سعید عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بن منیع نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر ابن محمد بن علی بن الحسینؑ نے مدینہ رسول میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ ابن محمدؑ بن علیؑ نے، انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے، آپؑ نے علی ابن الحسین علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ ابن علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں۔ ''ھند بن ابی ھالہ''۔ سے رسول اللہ کے حلیہ اقدس کے بارے میں سوال کیا۔ اور مجھ سے بیان کیا حسنؑ بن عبد اللہ بن سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن احمد عبدان اور جعفر بن محمد بزّاز بغدادی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سفیان بن وکیع نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جمیع بن عمیر عجلی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا بنی تمیم کے ایک شخص نے جو ابو ھالہ کی اولاد میں سے تھا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسنؑ بن علیؑ سے، آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ تمیمی۔ جو نبی کریمؐ کی صفات کو بیان کرنے والے تھے۔ سے سوال کیا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ آپ میرے سامنے نبی کریمؐ کی صفات بیان کریں تا کہ میں ان کا گرویدہ ہو جاؤں۔ پس انہوں نے کہا: ''کان رسولُ اللہؐ فخماً، مفخماً، یتلا لا و جه تلالو القمر لیلة البدر، اطول من المربوع، واقصر من المشذب، عظیم

الهمامة رجل الشعر ، ان انفرقت عقيقته فرق ، والافلا يجا وز شعره شحمة اذنيه اذا هو وفره ، ازهر اللون ، واسع الجبين ، ازج الحواجب ، سوابغ فی غير قرن ، بينهما عرق يدره الغضب، اقنى العرنين، له نور يعلوه ، يحسبه من لم يتامله اشم ، كث اللحيه،سهل الخدين،ضليع الفم ، اشنب ، مفلّج الاسنان ، دقيق المسربة ، كان عنقه جيددمية فی صفاء الفضة ، معتدل الخلق ، بادنا، متماسكاً، سواء البطن والصدر ، بعيد ما بين المنكبين ضخم الكراديس، عريض الصدر، انور المتجرد، موصول ما بين اللبة والسرة بشعر يجری كالخط، عاری الثديين والبطن مما سوی ذلک، اشعر الذراعين والمنكبين واعلی الصدر، طويل الزّندين، رحب الراحة، شثن الكفين والقدمين ، سائل الاطراف، سبط القصب خمصان الاخمصين ، مسيح القدمين ينبو عنهما الماء، اذا زالزال قلعا، يخطو تكفواً ، ويمشی هونا، ذريع المشية اذا مشی كانما ينحط فی صبب واذا التفت جميعا، خافض الطرف نظره الی الارض اطول من الی السماء، جل نظره الملا حظة، يبدرمن لقيه بالسلام.

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نگاہوں میں عظمت اور سینے میں ہیبت رکھتے تھے۔آپؐ کا پرنور چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح درخشندہ تھا۔آپؐ میانہ قد سے کچھ اونچے لیکن زیادہ بلند قامت نہیں تھے اور آپؐ کا سر مبارک بڑا اور آپؐ کے بال نہ زیادہ پیچیدہ اور نہ الگ الگ تھے۔آپؐ کے سر کے بال اکثر اوقات کان کی لَو سے نیچے نہیں جاتے تھے۔اور اگر زیادہ بڑھ جاتے تو مانگ نکال کر سر کے دونوں طرف پھیلا دیتے تھے۔آپ کا چہرہ سفید اور نورانی اور آپؐ کی پیشانی کشادہ تھی۔آپؐ کے ابرو باریک کمانی دار اور کشیدہ تھے۔آپؐ کی پیشانی کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پُر ہو کر اُبھر آتی تھی۔آپؐ کی ناک باریک اور کشیدہ اور درمیان میں سے تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اس سے نور نکلتا تھا۔آپؐ کی ریش مبارک گھنی اور دندان مبارک سفید چمکدار نازک اور کشادہ تھے اور آپؐ کی گردن صفائی ،نورانیت اور استقامت میں ان مورتیوں کی گردن کی طرح تھی جو چاندی سے بنائی جاتی اور صیقل کی جاتی ہیں۔آپؐ کے تمام اعضاء بدن معتدل اور سینہ اور شکم برابر تھے آپؐ کے دو کندھوں کے درمیان والی جگہ پھیلی ہوئی تھی اور مفاصل اور جوڑ کی ہڈیوں کے سرے قوی اور سخت تھے اور یہ چیز شجاعت و قوت کی علامات میں داخل اور عرب کے نزدیک ممدوح ہے۔آپ کا بدن سفید اور نورانی تھا اور وسط سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا مثل چاندی کے جسے صیقل کیا گیا ہو اور اس کے درمیان سے زیادہ صفائی کی بناء پر خط سیاہ نظر آتے۔آپؐ کے سینہ کے اطراف اور شکم بالوں سے صاف تھا اور آپؐ کے بازو اور کندھوں اور سینہ کے اوپر کے حصہ پر بال تھے،آپؐ کی انگلیاں سیدھی اور بڑی تھیں۔آپؐ کے بازو اور پنڈلیاں صاف وشفاف اور سیدھی تھیں۔آپؐ کے پاؤں کے تلوے ہموار نہیں تھے بلکہ درمیانی حصہ زمین سے دور تھا اور پاؤں کی پشت بہت صاف اور نرم تھی،اس حد تک کہ اگر پانی کا قطرہ اس پر پڑ جاتا تو رک نہیں سکتا تھا۔جب آپؐ راستہ چلتے تو متکبروں کی طرح قدم نہیں رکھتے تھے لیکن وقار کے ساتھ چلتے تھے۔جب آپؐ کسی کی طرف متوجہ ہوتے کہ کوئی بات کریں تو ارباب حکومت کی طرح گوشۂ چشم سے اشارہ نہیں کرتے تھے بلکہ پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف مڑتے اور بات کرتے تھے۔اکثر اوقات آپؐ کی نگاہیں نیچے کی طرف ہوتیں اور

زمین کی طرف زیادہ نظر رکھتے تھے اور جسے دیکھتے سلام میں سبقت کرتے تھے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تکلم (انداز گفتگو) کے بارے میں بیان کریں۔ انہوں نے جواب میں کہا: کان علیہ السلام متواصل الاحزان، دائم الفکر، لیست له راحة، طویل السکت، لا یتکلم فی غیر حاجة، یفتتح الکلام ویختمه با شداقه، یتکلم بجوامع الکلم فصلا لا فضول فیه ولا تقصیر، دمثاً [لیناً] لیس بالجافی ولا بالمهین، تعظم عنده النعمة وان دقت، لا یدم منها شیئا، غیر انه کان لا یذم ذواقا ولا یمدحه، ولا تغضبه الدنیا وما کان لها، فاذا تعو طی الحق لم یعرفه احد ولم یقم لغضبه شیء حتی ینتصر له، اذا اشار بکفه کلها، واذا تعجب قلبها، واذا تحدث اتصل بها، فضرب براحته الیمنی باطن ابها مه الیسری، واذا غضب اعرض واشاح، واذا فرح غضّ طرفه، جل ضحکه التبسم، یفتر عن مثل حب الغمام.

آپ کا کلام ہمیشہ غم انگیز اور فکر پرور ہوتا۔ آپؐ ہمیشہ غور وفکر کرتے اور اس سلسلہ میں آپؐ کوئی وقفہ نہیں دیتے۔ زیادہ تر خاموش رہتے اور ضرورت کے بغیر کلام نہیں کرتے تھے۔ آپ کلام کا آغاز واختتام وضاحت کے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام کلام کی خوبیوں سے پر، ایسے فاصلہ کے ساتھ کہ جو نہ فضول ہو اور نہ (بالکل ہی) کم ہو (یعنی نہ بہت رفتار سے اور نہ ہی اتنا ٹھہر ٹھہر کے کہ اتنا ٹھہرنا فضول کہا جائے۔) نرمی (ملائمت) کے ساتھ۔ سختی آپؐ کے خلق کریم میں نہیں تھی، کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور تھوڑی نعمت کو زیادہ سمجھتے اور کسی نعمت کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور کھانے پینے کی چیزوں کی مذمت بھی نہیں کرتے تھے اور تعریف بھی نہیں کرتے تھے۔ امور دنیا کے ختم ہونے پر غصّے میں نہیں آتے تھے۔ اور خدا کے معاملے میں تو اتنا جلال میں آتے کہ کوئی شخص ان کی پہچان نہیں کر سکتا تھا۔ جب اشارہ فرماتے تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ جب آپؐ کسی بات پر تعجب کرتے تو ہاتھ کی ہتھیلی کو الٹا دیتے تھے، گفتگو کے دوران آپؐ کے ہاتھ متحرک ہوتے تھے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے، جب غضب ناک ہوتے تو اعراض کرتے اور دوری اختیار کرتے اور جب خاموش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے، آپؐ کا زیادہ تر ہنسنا تبسم ہوتا اور اس وقت آپؐ کے دندان مبارک سفید بادلوں کے چھوٹے ٹکڑوں کی مانند ظاہر ہوتے۔

یہاں تک ابوالقاسم بن منیع نے اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد سے روایت کی ہے اور باقی آخر تک عبدالرحمٰن کی روایت کے مطابق ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں نے ان (اوصاف) کو ایک عرصے تک (اپنے بھائی) حسینؑ سے پوشیدہ رکھا پھر میں نے ان سے بیان کیا تو میں اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ مجھ پر اس معاملے میں سبقت رکھتے تھے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے کس سے دریافت کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے پدر بزرگوارؑ سے نبیؐ کے گھر میں داخل ہونے کے وقت، نکلتے وقت، آپؐ کی نشست اور آپؐ کے سراپا اقدس کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ پس انہوں نے کسی بات کو بھی چھوڑا نہیں تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گھر میں داخل ہوتے وقت

کے بارے میں سوال کیا؟ تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: آپؐ کا گھر میں داخل ہونا اپنے حق میں اجازت کے ساتھ تھا۔ پس جب آپؐ گھر میں داخل ہو جاتے، تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ پروردگار کے لئے، ایک حصہ گھر والوں کے لئے، اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر اپنے حصہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک اپنی ذات کے لئے اور ایک دوسرے لوگوں کے لئے ملاقات کے موقع پر پہلے مخصوص لوگوں کو عام لوگوں پر مقدم فرماتے اور ان میں سے کسی کو بھی ذرہ برابر حقیر نہیں قرار دیتے۔ آپؐ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اپنی امت میں سے ان افراد کو تقسیم اموال کے موقع پر مقدم فرماتے تھے جنہیں دینی معاملات میں فضیلت حاصل ہوتی تھی۔ پھر آپؐ اسی فضیلت کے معیار کے مطابق ان کا حصہ مقرر فرماتے تھے۔ پس ان میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جو ایک حاجت رکھتے تھے اور کچھ دو حاجتیں اور کچھ زیادہ حاجتیں رکھتے تھے۔ آپؐ تمام امور کا خیال رکھتے تھے اور لوگوں کو اصلاح احوال اور اصلاح اُمت کی ترغیب دلاتے تھے۔ انہیں اصلاحی مسائل اور ان کی دیگر جزیات کے بارے میں آگاہ فرماتے آپؐ فرمایا کرتے تھے: تم میں سے حاضر و موجود شخص میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ غائب و غیر حاضر شخص تک (پیغام) پہنچائے، اسی طرح تم لوگ ان غیر موجود لوگوں کی حاجتیں مجھ تک پہنچاؤ جو اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتے۔ پس جو شخص حاکم تک اس شخص کی حاجت پہنچائے کہ جو اپنی حاجت پہنچانے پر قادر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا۔ آپؐ کے ساتھ فقط ضرورت کے مطابق بات کی جاتی تھی۔ کسی کو غلطی پر مورد مواخذہ قرار نہیں دیتے تھے۔ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کو امور مملکت کے بارے میں اطلاعات فراہم کرتے اور جب آپؐ کی خدمت سے واپس لوٹتے تو ہر شخص دنیا کی رہبری کا فریضہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر باہر نکلتا فرمایا: میں نے پوچھا گھر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کیا تھی؟ تو آپؑ نے فرمایا: پیغمبر خدا اپنی باتوں کو اپنے دل کے خزانے میں جمع رکھتے تھے اور سوائے ان مواقع کے کہ جہاں بات کرنا ضروری ہوتا یا لوگوں کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا کسی اور مقام پر گفتگو نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے اور ان کے ساتھ ناپسندیدگی کا رویہ نہیں اپناتے، ہر قوم کے بزرگ کا احترام کرتے اور اس کو اس کی قوم پر ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ لوگوں سے بڑی احتیاط اور پرہیز کے ساتھ سامنا کرتے لیکن اس کے باوجود اپنی خوش رفتاری اور کشادہ روئی کو کسی سے بھی کم نہیں کرتے تھے۔ اگر ایک مدت تک اپنے ساتھیوں کو نہ دیکھتے تو ان کے حالات دریافت کرتے اور لوگوں سے ان کے حالات کے بارے میں پوچھتے تھے، نیک کاموں پر آفرین کہتے اور نیکی کے فروغ کو تقویت دیتے جبکہ برائی کی مذمت فرماتے اور اسے حقیر اور بے قدر و قیمت قرار دیتے، تمام امور میں میانہ روی اختیار فرماتے، کبھی تند روئی نہیں کرتے، لوگوں کی اکتاہٹ اور لوگوں کی غفلت کے خوف سے غافل نہیں رہتے اور حق میں کوتاہی نہیں فرماتے۔

لوگوں میں سے اچھے اور نیک لوگ آپؐ کی خدمت میں بیٹھتے تھے۔ آپؐ کی نظر میں وہ شخص دوسروں سے زیادہ محترم ہوتا تھا جو دوسروں کی نسبت لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا۔ جو شخص لوگوں کی مالی یا غیر مالی زیادہ خدمت کرتا وہ آنحضورؐ کے نزدیک برتر ہوتا۔

میں نے آپؑ سے آپؐ کی مجلس و نشست کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: آپؐ نہ بیٹھتے تھے اور نہ اٹھتے تھے مگر ذکر (خدا) کے ساتھ، ہمیشہ ایک مخصوص جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ہمیشہ ایک معین جگہ پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ جب کسی

ایسی مجلس میں وارد ہوتے جہاں دوسرے لوگ آپؐ سے پہلے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرماتے تھے، اپنی توجہ اور نظر کو (کسی ایک طرف مرکوز نہیں رکھتے تھے بلکہ) سب پر برابر تقسیم فرماتے تھے۔ چنانچہ مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کو یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ حضورؐ کی نظر میں قابلِ اکرام وعزت ہے۔ جو شخص بھی آپؐ کے حضور بیٹھتا تو آپؐ مروت سے کام لیتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اٹھ کر چلا جائے، جو حاجت مند بھی آپؐ کے پاس حاضر ہوتا وہ نہیں پلٹتا مگر اپنی حاجت پا کر یا اچھی گفتگو و تسلی خاطر کے ساتھ۔

آپؐ کے اخلاق جاذبہ کا یہ عالم تھا کہ ہر کسی کے لئے آپؐ (گویا کہ) والد بن گئے تھے۔ مخلوق میں سے تمام لوگ آپؐ کی نظر میں یکساں تھے، آپؐ کی مجلس بردباری، حیا، صدق اور امانت کی مجلس ہوتی۔ جس میں آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ کی مجلس عشق ومحبت کی پرورش کا گہوارہ تھی۔ اس مجلس میں لوگوں کا احترام محفوظ رہتا تھا، (اہل مجلس) آپس میں عدل کرنے والے اور ایک دوسرے کو تقویٰ کی وصیت کرنے والے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتے تھے۔ سب اہل مجلس بڑوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے، حاجتمندوں کو مقدم کرتے تھے، پردیسی کی حفاظت کرتے تھے۔

میں نے عرض کی آپؐ کی اپنی نشستوں میں کیسی سیرت تھی؟ فرمایا: آپؐ ہمیشہ خندہ پیشانی اور نرمی کے ساتھ پیش آتے، جلدی راضی ہو جاتے، آپؐ نرم دل اور بے آزار تھے۔ غصہ نہ کرتے اور نہ سخت مزاج تھے، کسی کو برا بھلا کہنے والے نہ تھے، نہ کسی کی عیب جوئی کرنے والے تھے اور نہ کبھی کسی کی چاپلوسی کرتے، جس کی خواہش نہ ہوتی اسے نظر انداز کرتے، آپؐ سے مایوس نہ ہوا جاتا بلکہ حاجت روائی ضرور فرماتے، آرزومند خالی ہاتھ واپس نہیں جاتے تھے، تین چیزوں کو اپنے آپ کے لئے ترک کر دیا تھا۔ کسی سے بحث کرنا، زیادہ گفتگو کرنا، اور بے فائدہ کام میں مشغول ہونا اور تین چیزوں کو لوگوں کے سلسلہ میں ترک کر دیا تھا۔ کسی کی مذمت نہیں فرماتے تھے، کسی کی طرف عار کی نسبت نہیں دیتے، اور لوگوں کے رازوں اور پوشیدہ باتوں کی جستجو نہیں فرماتے تھے۔

کلام نہیں کرتے تھے مگر ان چیزوں کے سلسلہ میں جہاں ثواب کی امید ہو، جب آپؐ کلام فرماتے تو اہل جلسہ نیچے سر ڈال کر اس طرح زمین کی طرف دیکھتے رہتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ اگر سر کو حرکت دی تو وہ اڑ جائیں گے)، پس جب آپؐ خاموش ہو جاتے تو لوگ کلام کرتے، آپؐ کے حضور بات کرنے میں جھگڑا نہیں کرتے، جب کوئی ایک بات کرتا تو دیگر خاموش رہتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے، ان کی باتیں آپؐ کی خدمت میں وہی ہوتیں جو ان کے پہلے کی بات ہوتیں، جس بات سے لوگ ہنستے ہیں آپؐ بھی مسکراتے اور جس بات سے لوگ تعجب کرتے آپؐ بھی تعجب فرماتے، آپؐ اجنبی و پردیسی شخص کے سوال اور بول چال میں جفا پر صبر فرماتے، جب کہ آپؐ کے اصحاب ان کو اپنے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں لے آئے ہوتے، حضورؐ فرماتے: جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو کہ وہ حاجت کو طلب کر رہا ہے تو فوراً تم اس کی مدد کرو۔ ثناء قبول نہیں فرماتے مگر اس شخص کی کہ جس پر احسان کیا گیا ہو، اور آپؐ کسی کی بات کو اس وقت تک قطع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ جائز ہو جائے (مثلاً باطل کلام کہنے لگے) اس وقت آپؐ اسے منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت (خاموشی) کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''آنحضرتؐ کا سکوت چار موقعوں پر ہوتا تھا: حلم کے موقع پر، احتیاط کے موقع پر، شان وقدر کے موقع پر اور غور وفکر کے موقع پر۔ جہاں تک قدر ومنزلت کے سکوت کا تعلق ہے تو یہ نگاہ میں مساوات اور لوگوں کی باتیں سننے کے موقع پر ہوتا اور جہاں تک آپؐ کے غور وفکر کا تعلق ہے تو یہ ان امور کے بارے میں ہوتا کہ جو باقی رہنے والی (آخرت کے) ہیں اور جو فنا ہونے والی (دنیا کے) ہیں۔ آپؐ نے حلم کو صبر میں جمع کر دیا تھا۔ پس کوئی چیز آپؐ کو غضب ناک نہیں کرتی تھی اور نہ ہی کوئی چیز آپؐ کو مضطرب کرتی، آپؐ نے احتیاط کو چار چیزوں میں جمع کر دیا تھا، احتیاط کو اخذ کر کے نیکی کو انجام دیتے تا کہ لوگ اس میں آپؐ کی پیروی کریں، اور بطور احتیاط قبیح افعال کو ترک کر دیتے تا کہ لوگ ان سے باز رہیں، اپنی امت کی فلاح وبہبود میں رائے کے ذریعے اجتہاد کرنے میں، اور ان امور کو قائم کرنے میں جن میں لوگوں کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی جمع کر دی گئی ہے۔ یہ انتہا ہے اس روایت کی کہ جس کو عبدان نے ذکر کیا ہے۔

اور ہم سے بیان کیا ابوعلی احمد بن یحییٰ مؤدّب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ہیثم انباری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن صقر سکری ابوالعباس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سفیان بن وکیع بن جراح نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا جمیع بن عمیر عجلی نے املاء کرتے ہوئے اپنی کتاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوھالہ تمیمی کی اولاد میں سے بنی تمیم کے ایک راوی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے امام حسن بن علی ابن ابی طالبؑ سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ھند ابی ھالہ تمیمی سے سوال کرتے ہوئے کہا: جبکہ وہ نبیؐ کی صفات بیان کرنے والے (افراد میں سے ماہر) تھے۔ کہ میں خواہش رکھتا ہوں کہ نبیؐ کی صفات میں سے کچھ میرے لئے (بیان کر کے) اضافہ کریں امید ہے کہ میں آپ کا گرویدہ ہو جاؤں۔ پس انہوں نے کہا: ''رسول اللہؐ بہت عظیم اور زبردست صفات کے مالک تھے۔۔۔ اور انہوں نے اس حدیث کو جو گذر چکی طوالت سے بیان کیا۔

اس کتاب کے مصنف محمد ابن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ابواحمد حسن ابن عبداللہ بن سعید عسکری سے اس روایت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ روایت کے جملے: ''کان رسول اللہ فَخِما مُفَخَماً'' کے معنی ہیں کہ آپؐ (لوگوں) کے سینوں اور آنکھوں میں عظیم اور معظم تھے۔ نہ یہ کہ آپؐ کی جسمانی خلقت میں ضخامت اور گوشت کی زیادتی تھی اور حدیث کے اس جملے: ''یتلا لاُ تلاُ لؤ القمر'' ۔ کے معنی یہ ہیں کہ وہ چاند کی روشنی کی طرح دوسروں کو منور اور روشن فرماتے تھے۔ اور حدیث کے جملے: ''اطول من المربوع واقصر من مشذّب'' تو مشذّب کا لفظ عربوں کے نزدیک اس دراز قد آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو زیادہ موٹا نہ ہو۔ ایک محاورے میں کہا جاتا ہے۔ ''جِذْعٌ مشذّب'' کھجور کا وہ تنا کہ جو چھلکوں اور اس کی مانند چیزوں سے آراستہ ہو جائے، جب ان چھلکوں کو کھجور کے تنے سے الگ کر دیا جائے تو انہیں ''شذّب'' کہا جاتا ہے۔ ایک شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے:

اَمَا اِذَا استقبلتُهُ فَكَانَّهُ ☆ فِی العَینِ جِذعٌ مِن اَوالِ مُشَذَّب

(میں جب بھی اس کے سامنے جاتا ہوں تو وہ میری آنکھوں میں اس کھجور کے تنے کی مانند

نظر آتا ہے کہ ابتداء سے ہی جس کے چھلکے اتار دیئے گئے ہوں)۔

اور حدیث کا جملہ: ''رَجِلَ الشَّعْر'' اس کے معنی ہیں کہ آپؐ کے بالوں میں کنگھی کی ہوئی ہوتی تھی اور آراستہ و پیراستہ ہوتے تھے۔ ''شعر رجل'' کہا جاتا ہے جب بال اس طرح ہوں، اور ''شَعر سبط ورسل'' کہا جاتا ہے جب بال پھیلے ہوئے ہوں اور کنگھی نہ کی ہو اور حدیث کا جملہ: ''اِنْ تَفَرَّقَت عَقِیقَتُه'' میں عقیقہ کا لفظ ان بالوں کے بارے میں استعمال ہوتا ہے جو سر میں اکٹھے ہوں۔ ''عقیقة المولود'' سے مراد نومولود بچے کے سر کے وہ بال ہیں جو رحم مادر سے اس کے سر پر موجود ہوں۔ اس بال کو بھی عقیقہ کہتے ہیں جو نومولود بچے کے پہلے بال کاٹنے کے بعد دوبارہ پیدا ہوں۔ اور اس جانور کو بھی عقیقہ کہا جاتا ہے جو نومولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے ہر بچہ اپنے عقیقہ کا گروی ہے۔ پیغمبرؐ نے مبعوث برسالت ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لئے عقیقے کے طور پر دو بھیڑوں سے عقیقہ کیا۔ اور ''ازهر اللون'' کا مطلب چمکدار رنگ ہے۔ جب کوئی مرغ چمکدار پروں والا ہو تو اسے ''یزهر'' کہا جاتا ہے اور جب کوئی فانوس سے زیادہ تابناک ہو تو اسے ''السراج یزهر'' کہا جاتا ہے۔ حدیث کا قول: ''اَزَجُّ الحَواجِب'' یعنی آپؐ کے ابرو گھنے بالوں والے باریک بلند اور کھنچے ہوئے تھے۔ اور کنپٹی کی ہڈی تک کھنچے ہوئے (دراز) تھے۔ شاعر کہتا ہے:

اِنّ ابتسا ماً بالنقیّ الاَفلَج ☆ ونظراً فی الحاجِبِ المُزَجَّج

مَبنَة مِنَ الفِعال الاَعوَج

(دراز قد اور خوش قامت انسان کو دیکھ کر تبسم کرنا اور گھنی ابرو کو غور سے دیکھنا کامیابی تک پہنچنے کی علامت ہے)

''مبنة'' کا معنی ''علامت'' ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا طولانی نماز پڑھنا اور مختصر بات کرنا اس کی دانش مندی کی علامت ہے۔ شاعر نے حاجب (ابرو) کو تثنیہ کی بجائے جمع کے لفظ کے ساتھ استعمال کیا ہے اور حواجب کہا ہے جبکہ اسے حاجبین کہنا چاہیئے تھا تو اس کا یہ قول اس لغت کی بناء پر ہے کہ جو تثنیہ کی جگہ پر جمع کو استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی دلیل یہ آیت: ''وکنا لحکمهم شاهدین'' ہے کہ جس کے مطابق حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے حکم کی طرف اشارہ ہے لیکن جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ نیز اس فرمان نبیؐ کو بھی وہ لوگ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''الاثنان وما فوقها جماعة۔'' (دو اور اس سے زیادہ جماعت ہے) اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ (شعر میں حواجب کا لفظ) جمع کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہو (اور تثنیہ مراد نہ ہو) اس بنا پر کہ ''ازج الحواجب'' میں حاجب کے ہر حصہ کو مستقل طور پر حاجب کہا جائے لہذا مختلف ٹکڑوں کے مجموعے کو حواجب کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر عورت کو ''حسنة الاجساد'' کہا جاتا ہے (جبکہ اس کا جسد و جسم ایک ہی ہے مگر جسم کے مختلف حصوں کو الگ سے جسم قرار دے کر ''حسنة الاجساد'' کہا گیا)۔ یقیناً اعشیٰ نے کہا ہے:

وَ مِثلُکِ بَیضَاء مَکسُورَة ☆ وَضَاکِ العَبیرُ بِاَجسَادِهَا

(تیری طرح خوش قامت اور سفید بھری پنڈلیوں والی کہ جس نے اپنے بدن کے ہر حصے کو معطر کیا ہوا ہے)

''صاک'' کا مطلب لگانا ہے۔

حدیث کا جملہ: '' فِی غَیرِ قَرن '' اس معنی میں ہے کہ جب دو ابروؤں کے درمیان فاصلہ اور سفیدی ہو، چنانچہ اگر دو ابروؤں کے درمیان جگہ پر بال ہوں تو اسے '' البلج و البلجه '' کہا جاتا ہے، جب اس انداز سے ہو تو '' حاجبه ابلج '' کہا جاتا ہے اور جب بال ابرو کے درمیان متصل ہو جائیں تو اسے '' قرن '' کہتے ہیں۔

''اَقنَی العِرنَین'' کے جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ناک کی ہڈی درمیان سے قدرے بلند تھی۔ عرنین یعنی ناک۔ اور۔ ''کث اللحیة'' کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی ریش مبارک چھوٹی تھی اور اس میں بال کثیر تھے۔

''ضلیع الفم'' کا مطلب ہے: بڑے منہ والا۔ عرب بڑے منہ والوں کی مدح کرنا ترک نہیں کرتے تھے اور چھوٹے منہ کے آدمی کی مذمت کرتے تھے، چنانچہ شاعر ایک آدمی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:

ان کان کدّی و اقدامی لفی جُرُذ ☆ بَینَ العَواسِجِ اَجْنیٰ حولَهُ المُصع

اس کا مطلب ہے: اگر میرا زحمت اٹھانا اور ہمت کرنا ایسے مرد کے لئے ہے جس کا منہ چوہے کی طرح چھوٹا سا ہے کہ جو کانٹے دار جھاڑیوں کی بجائے میوہ دار درخت سے پھل کھاتا ہے۔

اور بعض شعراء نے کہا ہے:

لَحَی اللهُ اَفوَاهَ الدَّبا مِن قَبیلَةٍ۔ خدا قبیح کرے اور لعنت کرے (اس پر جو ہے) چھوٹے منہ والے قبیلے سے۔

شاعر نے ایک قبیلے کے افراد کی مذمت اس بنیاد پر کی ہے کہ ان کے منہ چھوٹے تھے، جس طرح عرب بڑے بڑے نامور سخنوروں ''اشداق'' (بڑے منہ والے) کی کشادگی کی وجہ سے مدح کرتے تھے۔

چنانچہ حدیث کے جملے ''کان یفتتح الکلام و یختمه باشداقه'' کا یہی مطلب ہے چونکہ ''شدق'' کے معنی جمیل اور قابل تعریف کے ہیں اس لئے عربوں کے نزدیک کہا جاتا ہے: ''خطیب اهرت الشدقین'' اور ''هریت الشدق''۔

عمرو ابن سعید کو اشدق کہا جاتا تھا اور خنساء نے اپنے بھائی کے سوگ میں یہ شعر کہے۔:

وَاَحیَا مِن مُحیَاه حَیاءُ ☆ وَاَجریٰ مِن اَبی لَیثٍ هُزَبر

هَرِیتَ الشَّدقِ رِئبال اِذَا مَا ☆ عدا لم ینه عدوته بزجر

(میں اس کے چہرہ سے بہت شرمندہ ہوں۔ قبیلہ ابولیث سے ایک شیر چلا گیا ہے، سخنور اور دہن دار وہ شیر کہ جب بھی میدان جنگ میں جاتا تھا دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔)

ابن مقبل کہتا ہے:

''هُرتُ الشَّقاشِق ظَلّامُون لِلجُزُر''

اورقول: ''اَشْنَب'' کالفظ منہ کی صفت ہے، انہوں نے کہا ہے: اس کا منہ ایسا ہے کہ جس کا لعاب میٹھا اور ٹھنڈا ہے۔ اسی طرح دانتوں کی تیزی، تازگی اوران کی کاٹ کو بھی اس کلمے سے انہوں نے تعبیر کیا ہے اور قریب ہے کہ یہ (صفت) نہ ہو مگر بچپن کے عالم میں یا جوانی میں۔ شاعر نے کہا ہے:

یا بَابِی اَنتَ وَفُوکَ الاَشنَبُ ☆ کَاَنَّمَا ذُرَّ عَلَیهِ الزَّرنَب

(اے والد! تم پر فدا اور تمہارے اس منہ پر فدا کہ جس کے دانت ایسے سفید اور تیز ہیں کہ ایسا لگتا ہے زعفران اس پر ملا ہوا ہے)۔

اورقول: ''دَقِیقَ المَسرُبَةِ'' تو مسربہ کا مطلب ہے کہ بالوں کی ایک لکیر جو سینے سے ناف تک کھنچی ہوئی ہے۔ حارث بن وعلہ جرمی کہتا ہے:

الآن لمّا اَبیَضَّ مَسرُبَتِی ☆ وَعَضَضتُ مِن نابی علی جِذَم

[اب کہ سینے سے ناف تک کے میرے بال سفید ہو گئے ہیں (یعنی میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں)

اور کاٹنے والی تلوار کو میں نے دانتوں سے پکڑا ہوا ہے]۔

اورقول: '' کان عنقه جید دُمیة.'' تو ''دمیة'' صورت کو کہا جاتا ہے جسکی جمع ''دمی'' ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

اَو دُمیةٌ صُوِّر مِحرَابُها ☆ اَو دُرَّةٌ سِیقَت اِلی تاجر

(یا وہ ایسی صورت ہے جس کی محرابوں پر نقش ونگار کیا گیا ہے یا وہ قیمتی گوہر ہے جس کو تاجر کے پاس لے جایا جا رہا ہے)

''جید'' گردن کو کہتے ہیں۔

اورقول: ''بادِنا مُتمَا سِکاً '' یعنی آپؐ کے اعضائے بدن کامل تھے۔ نہ زیادہ موٹے اور نہ زیادہ دبلے پتلے۔

اورقول: '' سَواءَ البَطنِ وَالصَّدرِ '' یعنی پیٹ متوازن اور سینہ فراخ وکشادہ۔ اس جہت سے سینہ اور شکم برابر تھے۔

اورقول: ''کَرادِیس'' کا مطلب ہے ہڈیوں کے سرے۔

اورقول: '' اَنوَرَ المُتَجَرَّد'' کا مطلب ہے لباس سے خالی (حالت میں بھی) نورانی بدن۔

اورقول: '' طَوِیلُ الزَّنَدَین '' کا مطلب ہے۔ ہر ذراع (کہنی تک کا ہاتھ) میں دو (ہتھیلیوں جتنی بڑی ایک) ہتھیلی تھی کہ جو ذراع کی بڑی ہڈی سے متصل تھی، پس ہتھیلی کا وہ سرا کہ جو انگوٹھے سے ملا ہوتا ہے اسے ''الکوع'' کہا جاتا ہے اور ہتھیلی کا وہ حصہ جو چھوٹی انگلی سے متصل ہوا سے ''الکُرسوع'' کہا جاتا ہے، کہا جاتا ہے ''رَحبَ الرَّاحة '' یعنی بڑی ہتھیلی والا۔ عرب بڑی اور چوڑی ہتھیلی والے شخص کی تعریف کرتے ہیں اور چھوٹی ہتھیلی والے کی مذمت۔ شاعر کہتا ہے:

فناطوا من الکذّاب کفّاً صغیرة ☆ وَ لیسَ عَلَیهِم قَتلُه بِکَبِیر

(ان چھوٹے ہاتھ والوں نے اس کے خلاف دروغ پردازی شروع کی جبکہ اس کا قتل کرنا ان کے لئے اتنا اہم نہ تھا)۔

اسی طرح عرب اپنے محاورے میں کہتے ہیں: "رَحبَ الرَّاحَة" یعنی (بڑے ہاتھ والا اور مراد ہوتا ہے کہ) شخص بہت سخی ہے جبکہ مذمت کے وقت کہتے ہیں: "ضیق الباع"۔

اور قول: "شَثنَ الکَفَّین" یعنی کھردری ہتھیلیوں والا۔ عرب سخت اور مضبوط ہتھیلی والے مرد اور نرم ہتھیلی والی عورت کی مدح کرتے ہیں۔

اور قول: "سَائِلَ الاَطرَاف" یعنی بے نقص، نہ زیادہ دراز نہ زیادہ کوتاہ۔

اور قول: "سَبطُ القَصَب" یعنی پاؤں کا سیدھا ہونا ان میں ٹیڑھا پن نہ ہونا۔ "قصب" پاؤں کی اس ہڈی کو کہتے ہیں جو اوپر کے حصے میں سیدھی ٹخنے کے وسطی جوڑ کی طرف سے ملی ہوتی ہے۔

اور قول: "خُمصَان اَخمَصَین" یعنی ان کے پاؤں کے تلوے کا خم زمین سے کافی بلند تھا۔ "اخمص" پاؤں کے تلوے کے اس درمیانی اور نیچے کے حصے کو کہتے ہیں کہ جو زمین سے بلند ہو۔ اگر کسی کے پاؤں میں یہ خم نہ ہو بلکہ اس کا پاؤں کا تلوا زمین سے ملا ہوا ہو تو اسے "أرح" کہا جاتا ہے اور ایسے پاؤں والے کو "رجل ارح" کہا جاتا ہے، جب اس کے پاؤں میں "اخمص" نہ ہو۔

اور قول: "مَسِیحَ القَدَمَین" کا مطلب ہے قدموں میں اور ان کا ظاہری حصہ زیادہ لحیم شحیم نہ تھا (بلکہ متناسب و موزوں تھے) کہ اگر ان پر پانی کا قطرہ گرایا جائے تو رکے نہیں۔

اور قول: "زَالَ قَلعًا" کا مطلب ہے مضبوطی سے (قدموں کو) رکھنا،

اور قول: "یَخطُو تَکَفُّؤاً" یعنی قدم اٹھانے میں جلدی نہ کرتے تھے یعنی چلنے میں جلدی نہ دکھاتے تھے بلکہ بڑے وقار اور تمکنت سے چلتے تھے۔

اور قول: "یمشی ھوناً" سکون و وقار کے ساتھ راستہ چلتے تھے۔

اور قول: "ذَرِیعَ المِشیَة" کا مطلب ہے لمبے قدم اٹھاتے تھے لیکن یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ جلدی میں ہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے کہ "رجل ذریع فی مشیة" (مرد چلنے میں ذریع ہے یعنی بڑے قدم اٹھاتا ہے مگر رفتار ظاہر نہیں ہوتی) اور جب عورت کاتنے کے کام میں تیزی سے ہاتھ چلائے تو کہا جاتا ہے "امراة ذراع"۔

اور قول: "کانَّمَا یَنحَط فی صَبَبٍ" صبب کا مطلب ہے اترنا (گویا کہ نشیب میں اتر رہے ہوں)

اور قول: "دمثا" یعنی نرم اخلاق کے مالک۔ اخلاق کی نرمی کو ریت کی نرمی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قیس بن خطیم کہتا ہے:

یمشی کمشی الزَّھراء فی دَمث ☆ الرَّمل اِلی السھل دونہ الجرف

(وہ اس طرح قدم اٹھاتا ہے جس طرح غنچہ نرم ریت پر اس بیابان کی طرف رواں ہو جس کے کنارے نہر جاری ہے)۔

"مُھِین" یعنی حقیر یا ذلیل۔ بعض راویوں نے اسے "مھیَن" روایت کیا ہے، یعنی آپؐ اپنے اصحاب کی حقارت نہیں کرتے تھے

اور نہ ہی ان کو ذلیل کرتے تھے۔

''تعظم عندہ النعمة'' کا مطلب ہے آپؐ کو اچھائی سے یاد کیا جاتا کہ آپؐ کے نزدیک کمترین چیز کی بھی بڑی اہمیت تھی۔

اور قول: '' فاذا تعوطی الحق'' جب کوئی غلط کام ہوتا دیکھتے تو ناراض ہو جاتے لیکن آپؐ کا غصہ خدا کے لئے ہوتا تھا۔ اعشیٰ کہتا ہے:

تعاطی الضَّجیع اِذا سامها ☆ بعید الرُّقاد و عِندَ الوَسَن

(اپنے ہمخواب کو تلاش کرو کہ جب بھی وہ خود کو پیش کرتا تھا تھوڑے خواب یا بے ہوشی میں آنے کے بعد چلا جاتا تھا)

یہاں پر ''تعاطی'' ''تناول'' کے معنی میں ہے۔

اور قول: ''اذا غضب اعرض واشاح'' عرب ''اشاح'' کہتے ہیں جب غصے میں جلدی اور تیزی ہو۔ عرب اسی معنی میں جدّ، جزع اور استعد کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

واسطائی عَلَی العِلاتِ مالی ☆ وضربی هامَّة البَطَلِ المُشیح

(میں نے اپنا مال اپنے غیر سگے بھائیوں کو بخش دیا ہے اور سنجیدہ اور کوشش کرنے والے پہلوانوں کے سروں پر مارا ہے)

اور قول: ''یسوق اصحابه'' انکساری اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ اصحاب کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کو (راستہ چلتے ہوئے) آگے رکھتے تھے۔ بعض لوگوں نے ''یسوق'' کی جگہ ''یفوق'' نقل کیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اصحاب کو ان کی دینداری، بردباری اور فضیلت کی وجہ سے برتری اور فوقیت دیتے تھے۔

اور قول: ''یفتر عن مثل حبّ الغمام'' کا مطلب ہے کہ بات کرنے کے لئے جب لبہائے مبارک کو کھولتے تو سفید بادلوں کے ٹکڑوں کی مانند آراستہ دندان مبارک نمودار ہوتے۔

اور قول: ''قد فرت الفرس'' جب اس کے دانت آشکار کئے جاتے تب یہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح محاورہ میں ''فرت الرجل عما فی قلبه'' کہا جاتا ہے جب بھی کسی آدمی سے دل کا حال پوچھا جائے اور وہ سب کچھ کھول کر سامنے رکھ دے۔

اور قول: ''لکل حال عنده عتاد'' عتاد یعنی آمادہ و تیار رہنا۔ تمام امور کی انجام دہی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور جنہوں نے ''فلا یقید من احد عثرة'' ''یقید'' کو دال کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپؐ سے گستاخی کرتا اسے بزرگواری فرماتے ہوئے بخش دیتے اور مکمل معافی دے دیتے۔ بشرطیکہ یہ بخشش اللہ کے حقوق کی کسی قسم کی پامالی کا سبب نہ بنتی ہو، کسی بندہ خدا کے حق کو ضائع کرنے کا سبب نہ بنتی ہو اور نہ کسی فرض کو فاسد کرتی ہو اور جن لوگوں نے اسے ''یقیل'' یعنی لام کے ساتھ روایت کیا ہے ان کے نزدیک مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ لوگوں کے وہ حقوق بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے جو بعض کے حق میں بعض پر واجب ہیں۔

اور قول: ''ثم یرد ذالک بالخاصة علی العامة'' کا مطلب ہے آپؐ یہ اعتماد رکھتے تھے کہ آپؐ کے خصوصی صحابہ آپؐ سے سیکھے ہوئے علوم و مسائل اور دانش کو عام لوگوں تک پہنچائیں گے۔ اس میں ایک اور قول بھی ہے جس کے مطابق جب خصوصی افراد کی محفل ختم

ہوتی تو عمومی لوگ بھی آتے تھے۔ اس طرح ''باء'' کا لفظ ''من'' اور ''علیٰ'' کا لفظ ''اِلیٰ'' کا قائم مقام ہے۔ جس طرح بعض صفات دوسری صفات کی جگہ آتی ہیں۔

اور قول: ''یدخلون روّاداً'': ''روّاد'' ''رائد'' کی جمع ہے جس کا مطلب ہے وہ شخص جو صحراؤں اور بیابانوں میں گھومنے پھرنے کے بعد واپس لوٹ کر دوسروں کو نہ دیکھے ہوئے سرسبز و شاداب علاقوں کی خبریں دے۔ یعنی جو لوگ پیغمبر اکرمؐ کے پاس حاضر ہوتے تھے وہ واپس اپنے وطن جا کر یہاں کی باتیں اور خبریں پہنچاتے تھے۔

اور قول: ''لا یفترقون الاعن ذواق'' وہ (لوگ) علم و دانش کہ جس کی کچھ مٹھاس وہ چکھ چکے ہوتے تھے، جس کھانے کی خواہش ہو اس کا ذائقہ چکھ چکے ہوتے تھے (یعنی آپؐ) لوگوں کو ان کے دینی امور میں رہنمائی فرماتے تھے۔

اور قول: ''لا تؤبن فیہ الحرم''۔ دوسروں پر عیب نہیں لگاتے۔ ''آبن'' عیب لگانے والے، ''مأبون'' جس پر عیب لگایا جائے اور ''ابنۃ'' عیب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ابو درداء کہتا ہے ''اگر تم اس عیب کو بیان کرو جو ہم میں نہیں تو کبھی کبھار یہ ان چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کرنے کا سبب بنے گا جو ہم میں نہیں ہیں، اس لحاظ سے معنی شاید یہ ہیں کہ جو عیب ہم میں موجود نہیں ہے اس کے بارے میں تم نے عیب لگایا ہے۔ اعشیٰ کہتا ہے:

سَلاجِمُ کَالنَّخلِ البَستها ☆ قَضیبُ سَرَاء قلیلُ الاَبَن

[(دراز پیکان مانند درخت جنہیں درخت سراء کی شاخوں نے چھپا رکھا ہے (سراء وہ درخت ہے جس سے کمان بناتے ہیں) اور کم عیب ہے۔]

اور قول: ''ولا تنشی فلتاتہ'' کا معنی ہے اگر محفل میں کوئی غلطی کا ارتکاب کر دیتا تو اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ ہوتی بلکہ بعد میں بھی اس سے پوچھ گچھ نہ ہوتی تھی۔ ''نثوت الحدیث انثوہ نثوا'' کہا جاتا ہے جب کسی بات کو دہرایا جائے۔

اور قول: ''اذا تکلم اطرق جلسانوہ کانّ علی رئوسھم الطیر'' یہ حاضرین مجلس اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت کی وجہ سے حرکت نہیں کرتے تھے اور اس طرح ساکت بیٹھے ہوئے ہوتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جن کا وہ شکار کرنا چاہتے ہیں کہ اگر انہوں نے حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے۔ اس میں ایک اور قول بھی ہے کہ اس طرح ساکت بیٹھتے تھے اور حرکت نہیں کرتے تھے کہ اگر پرندہ وہاں سے گذرتا تو گمان کرتا کہ کوئی دیوار یا عمارت ہے اور وہ ان کے سروں پر بیٹھنے سے بالکل نہ گھبراتا (اور بے خوف و خطر بیٹھ جاتا)۔ شاعر کہتا ہے:

اِذَا حُلتَ بُیوتَھم عکاظاً ☆ حَسبتَ عَلیٰ رُئووسِھم الغُرابا

(جب بھی عکاظ میں ان کے گھروں کے قریب سے گذرے تو ایسے پتہ چلے گا کہ کوّا ان کی چھتوں پر بیٹھا ہے)

یعنی ان کی خاموشی کی وجہ سے کوّا ان کے سروں پر ہے۔ کوّے کا نام شاعر نے اس لئے لیا کہ یہ دوسرے پرندوں کی نسبت زیادہ احتیاط کرتا ہے۔

اور قول: ''ولا یقبل الثناء الاّ من مکافی'' کا مطلب ہے کہ: آپؐ کے نزدیک جن کا اسلام صحیح ہو ان کی ثناء و تعریف آپؐ کے نزدیک کرنا مناسب قرار پاتا اور جو آپؐ سے نفاق رکھتے ہوئے اور اپنی دیانت میں ضعف رکھنے کے باوجود شعر کہتا تو اسے منع فرماتے اور اسے اہمیت نہ دیتے۔

اور قول: ''اذا جاء کم طالب الحاجة یطلبها فارفدوه'' یعنی (آپؐ اصحاب کو فرماتے کہ) جب کوئی تم سے حاجت طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اس کی خواہش پوری کرو۔ کہا جاتا ہے ''رفدت رفدا'' - را کو زبر دیں گے تو مصدر اور زیر دیں گے تو اسم - یعنی تحفہ اور بخشش۔ پس یہ روایت اپنی تفسیر کے ساتھ (تمام ہوئی) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بہت زیادہ۔

(۳۳) ☆ ثقلین اور عترت کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مغیرہ بن محمد بن مہلب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ ابن داود نے، انہوں نے فضیل بن مرزوق سے، انہوں نے عطیۃ العوفی سے، انہوں نے ابوسعید الخدری سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان دونوں میں سے ایک دوسری سے زیادہ بلند مرتبہ ہے، اللہ عزوجل کی کتاب ایسی رسی ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک کھنچی ہوئی ہے کہ جس کا سرا پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ اور (دوسری) میری عترت ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گی۔'' میں نے ابوسعید سے کہا کہ عترتِ رسولؐ سے مراد کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن جعفر بن الحسن بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے املاء کرتے ہوئے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بشر بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن طلحہ نے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عطیہ بن سعید سے، انہوں نے ابوسعید خدری سے، کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک قریب ہے کہ میں بلایا جاؤں۔ اور میں اس پر لبیک کہوں گا۔ پس میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں (ایک) اللہ عزوجل کی کتاب اور (دوسری) میری عترت۔ اللہ کی کتاب ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین کے درمیان کھنچی ہوئی ہے، اور میری عترت میرے اہل بیتؑ ہیں۔ اور بے شک (خداوندِ) لطیف اور خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔ پس تم غور کرو کہ کس کو میرا خلیفہ بناتے ہو''۔

۳۔ ہم سے بیان کیا علی بن فضل بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ابوعمر[و] ابی العباس تغلب کے ساتھی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ابوالعباس تغلب سے، کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: "اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین" کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس وجہ سے ان دونوں (قران وعترت) کو ثقلین کہا گیا؟ انہوں نے جواب دیا: اس لئے کہ اس دونوں سے تمسک رکھنا ثقیل (دشوار) ہے۔

۴۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؓ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ میں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: "میں تم میں دو گراں قدر چیزوں کو پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت۔" کے بارے میں سوال کیا کہ یہاں پر عترت سے کون مراد ہیں؟ پس امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں، حسنؑ، حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو ائمہ، ان کا نواں مہدی اور قائم ہوگا، یہ اللہ کی کتاب سے جدا نہیں ہوں گے اور نہ اللہ کی کتاب ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آپؐ کے حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔"

۵۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے محمد بن زکریا جوہری سے، انہوں نے جعفر بن محمد بن عمارۃ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن الحسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے، آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیتؑ، اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے ان دونوں کی طرح - اور رسولؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا -۔" پس جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ کی عترت سے کون مراد ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور وہ ائمہ جو قیامت تک حسینؑ کی اولاد میں سے ہوں گے۔"

اس کتاب کے مصنف - قدس اللہ روحہ - فرماتے ہیں کہ حکایت کی محمد بن بحر شیبانی نے، انہوں نے ابوالعباس ثعلب کے ساتھی محمد بن عبدالواحد سے ان کی کتاب جس کا نام انہوں نے "کتاب الیاقوتۃ" رکھا تھا - سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالعباس ثعلب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابن الاعرابی نے [اور] اس نے (عترت کے چند معانی بیان کرتے ہوئے) کہا:

(۱) مشک کے بڑے بڑے ٹکڑے جو مشکدان (ہرن کی ناف) میں ہوتے ہیں۔ اس کا مصغر "عتیرۃ" ہے۔

(۲) میٹھا اور لذیذ لعاب دہن اور اس کا مصغر "عترۃ" ہے۔

(۳) ایک درخت جو گوہ کے بل کے سامنے اگتا ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ ان کی مراد نجو کی غار ہے چونکہ گوہ کے بل کو ''مکو'' کہتے ہیں اور نجو کی غار کو ''وجار'' (اور چونکہ لفظ ''وجار'' استعمال ہوا ہے) پھر اس نے کہا: جب گوہ اپنے بل سے نکلتا ہے تو پہلے اس سے لپٹ جاتا ہے پھر ادھر ادھر جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ درخت چھوٹا ہی رہتا ہے اور پھلتا پھولتا نہیں۔ عرب اپنے محاورے میں ذلیل ترین آدمی کے لئے اور ذلت کے لئے کہتے ہیں۔ ''اذل من عترة الضب'' (گوہ کے درخت سے بھی ذلیل ترین)۔

(۴) کسی شخص کی اولاد اور اس کے صلب سے پیدا ہونے والی ذریت، اسی وجہ سے محمدؐ کی ذریت جیسے علیؑ اور فاطمہؑ کو محمدؐ کی عترت کہا جاتا ہے۔

ثعلب کہتا ہے: میں نے ابن اعرابی سے کہا کہ پھر سقیفہ میں ابو بکرؓ کے اس جملے کا کیا مطلب تھا کہ ''ہم عترت رسول اللہؐ ہیں۔'' اعرابی نے جواب دیا: ان کی مراد شہر اور محل زندگی تھا جبکہ عترت محمدؐ بے شک وشبہ اولاد فاطمہؑ ہیں اور اس بات کی دلیل سورۂ برأت کی تبلیغ کے لئے ابو بکرؓ کو واپس بلا لینا اور علی علیہ السلام کو معین کرنا ہے اور آپؐ کا قول کہ: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میری طرف سے اس پیغام کو نہ پہنچائے سوا میرے یا ایسے مرد کے کہ جو مجھ سے ہو۔'' پس آپؐ نے ابو بکرؓ سے سورہ برائت کو لے لیا اور اس شخص کے سپرد کر دیا کہ جو آپؐ سے ہے۔ اگر ابو بکرؓ نسب کے اعتبار سے عترت میں سے ہوتے۔ نہ کہ ابن اعرابی کی تفسیر کے مطابق کہ ابو بکر کی مراد ہم شہری ہونا تھا تو پھر یہ محال تھا کہ پیغمبرؐ ان سے سورۂ برائت کو واپس لے کر علی علیہ السلام کے سپرد کرتے۔

(۵) اور یقیناً کہا گیا ہے کہ عترت اس بڑے پتھر کو کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس گوہ بسیرا کرنے کے لئے اپنا بل بنا لیتی ہے تاکہ اسے اپنے بل کا راستہ یاد رہے۔

(۶) اور یقیناً کہا گیا ہے کہ عترت کا مطلب اس کٹے ہوئے درخت کی جڑ ہے کہ جو چند جڑوں اور گہری بنیادوں کے ساتھ اگتا ہے۔

(۷) عترۃ کے اس معنی کے علاوہ معنی کا استفادہ نبی اکرمؐ کے اس فرمان سے ہوتا ہے: ''لا فرعة لا عتيرة'' (نہ اونٹ کے پہلے بچے کی قربانی بتوں کے لئے جائز ہے اور نہ ہی بتوں کے لئے بھیڑ کے بچے کی قربانی ماہ رجب میں جائز ہے)۔ اصمعی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص نذر کرتا کہ اگر میری بھیڑوں کی تعداد سو تک پہنچ جائے تو ایک ''رجبیہ'' اور ''عتائرہ'' قربان کرے گا۔ (ماہ رجب کے لئے اس کی قربانی کو رجبیہ کہا جاتا تھا) جب اس کی بھیڑیں سو تک پہنچ گئیں تو بخیل ہونے کی وجہ سے اس کا دل نہ چاہا کہ عتیرہ (بھیڑ کا بچہ) ذبح کرے بلکہ اس نے جنگل سے ایک ہرنی شکار کر کے اسے بتوں کے نذرانہ کے طور پر پیش کر دیا تاکہ اس کی نذر اس طرح ادا ہو جائے۔ اس موضوع پر حارث بن حلزہ نے یہ شعر کہا ہے:

عنتا باطلاً و ظلماً كما تعتر عن حجرة الربيض الظباء

یعنی: انہوں نے اس کو دوسروں کے گناہ کے بدلے پکڑ لیا جس طرح سے وہ لوگ اپنی بھیڑ بکریوں کے بدلے ہرن کو ذبح کر دیتے تھے۔

(۸) اصمعی کہتا ہے کہ عترت کا مطلب ہوا ہے۔

(۹) اور عترت اس درخت کو بھی کہتے ہے کہ جو بہت زیادہ دودھ کا حامل ہوتا ہے اور انسان کے قد سے چھوٹا ہوتا ہے۔

(۱۰) اور کہا گیا ہے کہ عترت کے معنی مذکر ہرن کے بھی ہیں جیسے: عتر (ماضی) یعتر (مضارع) اور عتراً (مصدر) استعمال ہوتا ہے جب ''نعظ'' کے معنی میں آئے۔

(۱۱) ریاشی کہتا ہے کہ میں نے اصمعی سے عترت کے (معنی کے) بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: یہ ایک مرزنجوش جیسا پودہ ہے کہ جو متفرق حالت میں اگتا ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ عترت سے مراد علی ابن ابی طالبؑ اور آپؑ کی ذریت جو حضرت فاطمہؑ اور نبیؐ کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن کو امامت پر اپنے نبیؐ کی زبانی نص قائم کر دی ہے اور یہ بارہ ہیں ان میں سے پہلے علی علیہ السلام اور آخری قائم علیہ السلام ہیں کہ جو عترت کے سلسلے کے ان تمام معانی کے حامل ہیں کہ جن کے عرب قائل ہیں۔

اور یہ اس طرح سے کہ یہ تمام ائمہ بنی ہاشم کے درمیان اور ابو طالبؑ کی اولاد کے درمیان اسی طرح سے ہیں جیسے مشک کے بڑے بڑے ٹکڑے جو (مشکدان) ہرن کی ناف میں ہوتے ہیں اور ان کے علوم اہل حل وعقد (دانشوروں کے نزدیک) خوشگوار ہیں۔ یہ وہی درخت ہے کہ جس کے بارے میں رسولؐ (اللہ کے فرمان کے مطابق) اس کی جڑ اور امیر المؤمنین علیہ السلام اس کا تنا ہیں اور ان کی اولاد میں سے ائمہؑ اس کی ٹہنیاں ہیں اور ان کے شیعہ اس کے پتے ہیں اور ان کا علم اس کا پھل ہیں اور یہ (ائمہؑ) اسلام کی بنیادیں ہیں شہر اور مرکز کے معنی پر۔ اور یہ (ائمہؑ) ایسے رہنما ہیں جو ایک عظیم چٹان کی مانند ہیں ایسی چٹان کہ جس کے پہلو میں سوسمار (گوہ) پناہ لینے کے لئے اپنا بل بناتی ہے تاکہ اسے اپنے بل کا راستہ یاد رہے۔

اور یہی کٹے ہوئے درخت بھی ہیں چونکہ یہ تنہا کر دئے گئے، ان پر ظلم ڈھایا گیا، جفا کی گئی، ان (سے کئے گئے وعدوں) کو قطع کر دیا گیا اور ان (کے حق) کو نہیں دیا گیا جس کے نتیجے میں یہ اپنی جڑوں اور گہری بنیادوں سے اگتے رہیں اور (عہد و پیمان کو) قطع کرنے والوں کے قطع کرنے اور پیٹھ پھیرنے والوں کے پیٹھ پھیرنے نے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبیؐ کی زبان پر منصوص شدہ ہیں۔ اور عترت کے معنی میں سے یہ بھی ہیں کہ یہ ایسے مظلوم ہیں کہ جن پر بغیر کسی جرم اور بغیر کسی گناہ کے ظلم کیا گیا اور ان کے منافع بہت زیادہ ہیں اور یہ منبع علم ہیں اس درخت کے معنی پر کہ جس پر بہت زیادہ دودھ ہو۔ اور یہ ائمہؑ تمام کے تمام بغیر کسی عورت کے مرد تھے (کہ امامت کا عہدہ صرف مردوں کو ملا) اس قول کی بنا پر کہ جس میں کہا گیا ہے کہ عترت کا معنی مرد ہے، اور وہ اللہ عزوجل کا لشکر اور اس کا گروہ ہیں۔

میں نے عرض کیا: اہل سے کون مراد ہیں؟۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ائمہؑ''، راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اللہ عزوجل کے فرمان: '' ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب'' (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو بدترین عذاب کی منزلوں میں داخل کردو) (سورہ مومن: آیت: ۴۶) سے کون مراد ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اللہ نے اس سے مراد نہیں لیا ہے سوا فرعون کی بیٹی کے۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آل محمدؐ کون ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''آپؐ کی ذریّت''۔ پس میں نے عرض کیا: اہل بیتؑ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ائمہؑ جو کہ اوصیاء ہیں''۔ پھر میں نے عرض کیا: 'عترت سے کون مراد ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''اصحاب عباء'' (پنجتن۔ اصحاب کساء)، میں نے عرض کیا: امت سے مراد کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ مومنین کہ جنہوں نے ان چیزوں کی تصدیق کی جو اللہ عزوجل کی طرف سے آئی ہیں، جو اس ثقلین سے تمسک رکھنے والے ہیں کہ جس سے تمسک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل کی کتاب، آپؐ کی عترت آپؐ کے وہ اہل بیتؑ کہ جن سے ہر رجس کو اللہ نے دور رکھا ہے اور ان کو اس طرح پاکیزہ رکھا ہے جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ اور وہ دونوں رسولؐ کے بعد امت پر خلیفہ ہیں۔''

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ۔ ''الذریات۔'' جہاں کہیں بھی الف کے ساتھ ہوگا اس کی تاویل بعد والوں اور نسل سے ہوگی۔ ابوعبید نے (بھی) اسی طرح کہا ہے، وہ کہتا ہے: وہ جو قران میں آیا ہے، ''والذین یقولون ربّنا ھب لنا من ازواجنا و ذرّیّتنا قرۃ اعین.'' (اور وہ لوگ برابر دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدایا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما) (سورۂ فرقان: آیت-۷۴) اس آیت میں فقط امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اس معنی کے ساتھ تلاوت کیا ہے۔ اور وہ آیت جو سورۂ یٰس میں آئی ہے۔ ''و آیۃ لھم انا حملنا ذریتھم''۔ (اور ان کے لئے ہماری ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذریّت کو اٹھایا) (سورۂ یٰس: آیت-۴۱) اور اللہ تعالیٰ کا قول: ''کما انشا کم مِن ذریۃ قومٍ اخرین.'' (جس طرح تم کو دوسری قوم کی اولاد میں رکھا ہے) (سورۂ انعام: آیت-۱۳۳)

اس میں دو لغتیں ہیں: ذُرّیّہ اور ذِرّیّہ عُلَیّۃ و عِلَیّۃ کی طرح، اس جگہ پر ذریت کی ذال کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کو ابوعمرو نے پڑھا ہے اور یہ اہل مدینہ کی قرأت ہے مگر زید بن ثابت نے ''ذرّیّۃ من حملنا مع نوحٍ'' (سورۂ بنی اسرائیل: آیت-۳) میں اس کو ذِرّیّۃ ذال کے کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اِلّا ذرّیّۃ من قومہ'' (مگر ان کی قوم کی ایک نسل) (سورۂ یونس: آیت-۸۳) کے بارے میں کہا ہے کہ یہ قوم ان لوگوں کی اولاد تھی جن میں حضرت موسیٰؑ کو مبعوث کیا گیا اور ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ اور فراء نے کہا ہے ان کو ذرّیّت اس لئے کہا گیا چونکہ ان کے باپ قبط میں سے تھے اور ان کی مائیں بنی اسرائیل میں سے تھی اور کہا یہ اسی طرح ہے جس طرح اولادِ اہل فارس کے لئے کہ جو یمن میں آباد ہوئے ''الانبناء'' کہا گیا کیونکہ ان کی

مائیں ان کے (باپ) کے خاندان سے نہیں تھیں۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ان کو ذریۃ کہا گیا جبکہ یہ سب مرد تھے جو اسی معنی میں ذکر ہوئے ہیں اور مرد کی ذریّت اس کی اس اولاد کی طرح ہے جو اس سے وجود میں آئی ہو۔ اور یہ لفظ ذَرَوْت یا ذَرِیْت سے ہے اور مہموز (ہمزہ والا) نہیں ہے۔ (بلکہ ناقص واوی یا ناقص یائی ہے) اور ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ اصل میں مہموز ہی تھا لیکن عرب والوں نے اس میں ہمزہ کا استعمال چھوڑ دیا تھا اور یہ اس شخص کے عقیدے کے مطابق ہے کہ جو لفظ کو ھمزہ کے ساتھ استعمال کر کے کہتا ہے کہ: ''من ذرأ الله الخلق''۔ جس طرح کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ '' ولقد ذرأنا لجهنم كثيراً مّن الجن و الانس.'' (اور یقیناً ہم نے انسان و جنات کی ایک کثیر تعداد کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے) (سورۂ اعراف: آیت-۱۷۹) وہ (جن و انس) اس کی ذریّت ہیں یعنی اس نے ان کو وجود بخشا ہے اور ان کو خلق کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول :''يذرؤكم فيه.'' (سورۂ شوریٰ۔ آیت:۱۱) یعنی اس نے تمہیں خلق کیا ہے۔ پس مرد کی ذریت کے معنی اللہ عزوجل کی وہ مخلوق جو اس مرد کی نسل سے ہے اور جن کے صلب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے۔

(۳۵) ☆امام مبین کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن صقر صائغ نے،، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عیسی بن محمد علوی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن سلام کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن عبدالواحد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حارث بن حسن نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن اسماعیل بن صدقہ نے، انہوں نے ابوجارود سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ ''جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئی: '' كل شئي احصيناه فِي امام مبين '' ۔ (اور ہم نے ہر شئی کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے) (سورۂ یٰس: آیت-۱۲)۔ (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر دونوں اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس (امام مبین) سے مراد تورات ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں''۔ پھر ان دونوں نے کہا: انجیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں'' پھر ان دونوں نے کہا: کیا اس سے مراد قران ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں'' امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی وقت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام وارد مجلس ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''وہ یہ ہے کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے علم کو جمع کر دیا ہے۔''

اس کتاب کے مصنف۔ رضی اللہ عنہ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینۃ السلام میں ابوبشر لغوی سے ''امام'' کے معنی پوچھے؟ تو اس نے کہا: عربی زبان میں امام وہ ہے جو لوگوں کا پیشوا ہو، امام معماروں کے اس دھاگے کو کہتے ہیں کہ جس کو مدنظر رکھ کر دیواروں کی تعمیر کی جاتی ہے اور وہ اصل وجڑ ہے کہ جس پر دیوار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ امام اس سونے کے سکّے کو کہتے ہیں جو نمونہ قرار دیا جاتا ہے تا کہ اس کے مطابق سکّے

ڈھالے جاسکیں۔ امام اس سلائی کو کہتے ہیں کہ گرہوں کے دانے جہاں پر جمع ہوتے ہیں۔ اور امام وہ ہے جو سفر میں رات کی تاریکی میں رہنمائی کرے۔ اور امام وہ تیر ہے کہ جس کو نمونہ بنایا جاتا ہے تاکہ دوسرے تیر اس کی طرح بنائے جائیں۔

۲۔ ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد قاسم بن محمد بن علی ہارونی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوحامد عمران موسیٰ بن ابراہیم نے، انہوں نے حسن بن قاسم رقام سے، انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا قاسم بن مسلم نے، انہوں نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مرو میں تھا۔ ہماری موجودگی کے درمیان جمعہ کے دن ہم جامع مسجد میں جمع تھے۔ لوگ امامت کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے۔ لوگوں کے درمیان اس امر میں بہت زیادہ اختلاف تھا۔ پس میں اپنے سردار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے لوگوں کے درمیان ہونے والی بحث کے متعلق عرض کیا۔ پس آپ علیہ السلام مسکرائے اور پھر فرمایا: ''اے عبدالعزیز! لوگوں کو جاہل رکھا گیا اور وہ اپنے دین کے بارے میں دھوکہ میں مبتلا ہوئے۔ بے شک اللہ عزوجل نے اس وقت تک اپنے نبیؐ کو اس دنیا سے نہیں اٹھایا جب تک لوگوں کے لئے دین مکمل نہ کر دیا اور اس نے آپؐ پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ پروردگار نے اس میں حلال وحرام، حدود واحکام اور ہر وہ چیز جس کی طرف لوگ محتاج ہیں مکمل طور سے بیان کر دی ہے۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا: ''ما فرّطنا فی الکتاب من شئیٍ'' ۔ (ہم نے کتاب میں کسی شے کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی ہے) (سورہ انعام: آیت-۳۸) پس خدا نے حجۃ الوداع میں جو پیغمبرؐ کی زندگی کا آخری حصہ تھا، وحی فرمائی۔'' واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' ۔ (اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے) (سورہ مائدہ: آیت:۳)۔ پس آپؐ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر یہ کہ آپؐ نے امت کے لئے دین کے دستور کو بیان کر دیا، ان کے حق میں ان کے راستے کو واضح کر دیا، ان کو راہ حق پر لا کر چھوڑ دیا اور ان کے لئے علی علیہ السلام کو علَم (نشانی) اور امام کے طور پر معین فرما دیا۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ جس کی طرف امت محتاج ہو مگر یہ کہ اس کو بیان کر دیا۔ پس جس نے یہ عقیدہ بنایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا ہے تو اس نے اللہ کی کتاب کو رد کر دیا اور جس نے اللہ کی کتاب کو رد کر دیا وہ کافر ہے۔ کیا لوگ امامت کی قدر اور امت میں اس کے محل و مقام کی معرفت رکھتے ہیں کہ ان کو امام کا انتخاب کرنے کی چھوٹ مل جائے؟ بے شک امامت قدر کے اعتبار سے جلیل ترین، شان کے اعتبار سے عظیم ترین، مقام ومنزلت کے اعتبار سے اعلیٰ ترین، اطاعت میں مضبوط ترین اور ایسی پستی سے سب سے زیادہ دور ہے کہ لوگ اپنی باتوں کے ذریعہ اس تک پہنچ سکیں، یا اپنی آراء کے ذریعہ اس کو پا سکیں، یا اپنی پسندیدگی کی بنیاد پر کسی کو امام معین کر سکیں۔ امامت کی منزلت تو یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نبوت اور خُلّت کے بعد تیسرے مرتبے پر امامت کے ساتھ مخصوص کیا اور اس فضیلت کے ذریعہ شرف بخشا۔ اور اس امامت کے ذریعہ سے ان کے ذکر کو بلند فرمایا۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا: '' انّی جاعلک للناس اماما'' ۔ (ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں)۔ پس خلیلؑ نے خوشی کے عالم میں فرمایا: (اے پروردگار) ''ومن ذریّتی''. (اور میری ذریت میں) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''لا ینال عھدی الظّلمین'' (یہ عہدہ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا) (سورۂ بقرہ: آیت-۱۲۴) پس یہ

آیت نے یوم قیامت تک ہر ظالم کی امامت کو باطل قرار دیا ہے اور یہ امامت برگزیدہ بندوں میں قرار پائی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہ شرف بخشا کہ امامت کو ان کی ذریت میں سے برگزیدہ اور پاکیزہ لوگوں میں قرار دیا۔ پس پروردگار نے فرمایا: "ووهبنا اسحق و يعقوب نافلة وكلاً جعلنا صالحين ☆ وجعلنا هم ائمة يهدون بأمرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلوة وايتاء الزكوة وكانوا لنا عابدين." (اور پھر ابراہیم کو اسحاق اور ان کے بعد یعقوب عطا کیے اور سب کو صالح اور نیک کردار قرار دیا ☆ اور ہم نے سب کو امام قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کی طرف کار خیر، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی اور یہ سب کے سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے)۔ (سورۂ انبیاء: ۷۲-۷۳) پس ان کی ذریت میں وراثت ایک کے بعد دوسرے میں ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں چلتی رہی، یہاں تک کہ یہ وراثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔ پس اللہ جل جلالہ نے فرمایا: "انّ اولى الناس بابراهيم للّذين اتبعوه وهذا النبى والذين آمنوا والله ولىّ المومنين". (یقیناً ابراہیم سے قریب تر ان کے پیرو ہیں اور پھر یہ پیغمبر اور صاحبان ایمان ہیں اور اللہ صاحبان ایمان کا سرپرست ہے) (سورۂ آل عمران: آیت- ۶۸) پس امامت پیغمبر اسلام کے لئے مخصوص ہوگئی۔ پس رسول اللہ سا نے اللہ عزوجل کے حکم سے اس طریقہ کے مطابق جو اللہ نے فرض کیا تھا امامت کو علیؑ کے سپرد کر دیا۔ یہ امامت آپؑ کی ذریت میں سے اس برگزیدہ بندے میں قرار پائی کہ جس کو اللہ نے علم اور ایمان عطا فرمایا تھا چونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "وقال الله الذين اوتوا العلم والايمان لقد لبثتم فى كتاب الله الى يوم البعث". (اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ تم لوگ کتاب خدا کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے رہے۔) (سورۂ روم- آیت: ۵۶) اور قیامت تک یہ امامت اولاد علیؑ میں [مخصوص ہے] چونکہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پس کہاں سے ان جاہلوں نے (خود سے) چن لیا ہے؟ بیشک امامت مقام انبیاء ہے اور وراثت اوصیاء ہے، بے شک امامت خلافتِ الٰہی اور خلافتِ رسولؐ ہے اور امیر المؤمنینؑ کا منصب ہے اور حسنؑ اور حسینؑ کا ورثہ ہے۔ چونکہ اللہ عزوجل کا قول ہے: "وقال الّذين اوتوا العلم والايمان". (اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے) (سورۂ روم: ۵۶)۔ بے شک امامت دین کی لگام ہے، مسلمانوں کا نظام ہے، دنیا کی اصلاح ہے اور مومنین کی عزت ہے۔ بیشک امامت بڑھتے ہوئے اسلام کی مضبوط جڑ ہے اور اس کی شان وشوکت والی شاخ ہے۔ امامت کی وجہ سے ہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، صدقات، حدود واحکام کا نفاذ اور خطرے والی جگہوں اور سرحدوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ امام اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے، اللہ کی حدود کو قائم کرتا ہے اور دین خدا کی حفاظت کرتا ہے اور کامل دلیل کے ساتھ اچھی نصیحت اور حکمت کے ذریعہ اپنے ربّ کے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ امام چمکتے سورج کی مانند ہے [کہ جو اپنے نور سے] عالم کو روشن کرتا ہے اور یہ افق میں اس مقام پر جلوہ فگن ہوتا ہے کہ جہاں نہ تو ہاتھ پہنچ سکتے ہیں اور نہ نظریں۔ امام چودھویں رات کا چاند، ظاہر وآشکار چراغ، پھیلا ہوا نور، تاریک رات، چٹیل وویران شہر اور سمندری طوفان میں بھٹک جانے والوں کی ہدایت کرنے والا ستارہ ہے۔ امام وہ میٹھا پانی ہے جو پیاسوں کو سیراب کرتا ہے اور راہ ہدایت پر راہنمائی کرنے والا ہے۔ اور ہر برائی سے نجات دلانے والا ہے۔ امام بلند مینار پر جلتی آگ ہے، تاپنے کے خواہش مند کو حرارت دینے والی آگ ہے۔ ہلاکت

کے مقامات میں رہنما ہے۔ جو اس سے جدا ہوا وہ ہلاک ہونے والا ہے۔ امام برسنے والا بادل، موسلا دھار بارش، چمکتا سورج، اور سایہ دار آسمان، پھیلی ہوئی زمین، بڑا چشمہ، نہر اور باغ ہے۔ امام امانتدار دوست، شفیق باپ، مہربان بھائی اور بندوں کے لئے [حسد کی] مصیبت میں پناہ گاہ ہے۔ امام اللہ کی مخلوق میں اس کا امانتدار ہے اور اس کے بندوں پر اس کی حجت ہے اور اس کی زمین پر اس کا خلیفہ ہے اور اللہ کی طرف سے (ہدایت کی طرف) دعوت دینے والا اور محرمات الٰہی سے بچانے والا ہے۔ امام گناہوں سے پاک کرنے والا، عیوب سے نجات دلانے والا ہے۔ (امام وہ ہے کہ) جس کے ساتھ تمام علوم کو خاص کیا گیا ہے، تمام حلم و بردباری اسی سے موسوم ہے، (امام) دین کا نظام، مسلمانوں کی عزت، منافقین کے لئے غضب اور کافروں کے لئے تباہی و بربادی ہے۔ امام اپنے زمانے کا ایسا گوہر یکتا ہے کہ اس کے مقام تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی عالم اس کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا، نہ کوئی اس کا بدل، نہ مثل اور نہ نظیر ہے۔ ساری فضیلتیں اسی کے ساتھ خاص ہیں جو اسے بغیر طلب اور کسب کے حاصل ہوئی ہیں بلکہ (یہ فضیلتیں) بہت زیادہ فضل و بخشش کرنے والے (خدا) کی طرف سے ہیں۔ تو کون ہے جو امام کی معرفت کو پہنچ سکے یا اس کے لئے امام کا انتخاب ممکن ہو سکے؟ بہت بعید ہے! بہت بعید ہے! (ہرگز نہیں ہو سکتا) امام کی شان میں سے کسی شان کی توصیف کرنے اور امام کے فضائل میں سے کسی فضیلت کو بیان کرنے کے بارے میں عقلیں گمراہ ہو گئیں، سمجھداریاں فضول باتوں میں مشغول ہو گئیں، عقلمند افراد حیران و سرگرداں ہو گئے، آنکھیں چکا چوند ہو گئیں، بڑے پست ہو گئے، دانشور حیرت زدہ ہو گئے، صاحب علم افراد کوتاہ ہو گئے، سخنور و خطیب محصور و محدود ہو گئے، شعراء تھک گئے، صاحبان عقل ہکا بکا ہو گئے، ادیب عاجز ہو گئے، اور بلیغ گونگے ہو گئے، پس سب نے اپنی عاجزی اور کوتاہی کا اعتراف کر لیا۔ اور امام کی توصیف کیسے کی جا سکتی ہے یا حقیقت امام کو کیسے بیان کیا جا سکتا ہے یا امر امام میں سے کسی چیز کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے یا ان کے مقام تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے یا کوئی امام سے کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے جبکہ وہ لینے والے ہاتھوں اور اوصاف بیان کرنے والے کی صفت کی نسبت (درخشاں) ستارہ ہیں کہ (امام اتنی بلندی پر ہونے کے بعد) امام کہاں اور لوگوں کا انتخاب کہاں؟ عقلیں اس تک پہنچ ہی نہیں سکتیں کہ اس کا انتخاب کر سکیں؟ اور اس جیسا کہاں دستیاب ہے؟ کیا ان کا یہ خیال ہے ایسی شخصیت آل رسولؐ کے غیر میں پائی جاتی ہے؟ خدا کی قسم ان کے نفسوں نے ان کے ساتھ جھوٹ بولا ہے اور باطل نے ان کو فریب دیا ہے۔ انہوں نے ایسے طولانی اور پیچیدہ راستے کا انتخاب کیا ہے کہ جس کی چوٹی تک پہنچنا ان کے بس کے باہر ہے۔ ان کے قدم وہاں سے لڑکھڑائے اور دامن کوہ کی جانب گر پڑے، انہوں نے اپنی حیرت زدہ بنجر اور ناقص عقلوں اور گمراہ کرنے والی آراء کے ذریعے امام کو معین کیا، جس کے نتیجے میں اس سے کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا سوا (حق سے) دوری کے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قتل کرے کہ انہوں نے کیسا خطرناک راستہ اپنایا ہے۔ یقیناً انہوں نے مشکل اور سخت کام کو اپنایا، انہوں نے جھوٹ بولا اور بہت دور کی گمراہی کو اپنایا اور حیرت و گمراہی میں پڑ گئے چونکہ انہوں نے امام کو پہچانتے ہوئے چھوڑ دیا۔ "وذین لهم الشیطان اعمالهم فصدّهم عن السبیل و کانوا مستبصرین". (اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو آراستہ کر دیا تھا اور انہیں راستہ سے روک دیا تھا حالانکہ وہ لوگ بہت ہوشیار تھے) (سورۂ عنکبوت: آیت-۳۸) انہوں نے اللہ کے انتخاب اور رسول کے انتخاب سے اپنے اختیار کردہ لوگوں کی طرف منہ پھیر لیا جبکہ قرآن ان کو پکار رہا ہے: "وربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لهم

الخیرۃ سبحان اللہ وتعالی عمّا یشرکون". (اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور ان لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں، خدا ان کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے) (سورۂ قصص: آیت-۶۸) اور فرمایا: "وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضیٰ اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم". (اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا اور رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائیں)۔ (سورۂ احزاب: آیت-۳۶) اور فرمایا: "مالکم کیف تحکمون ☆ ام لکم کتاب فیہ تدرسون ☆ انّ لکم فیہ لما تخیّرون ☆ ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ ان لکم لما تحکمون ☆ سلھم ایّھم بذالک زعیم ☆ ام لھم شرکآء فلیاتوا بشرکائھم ان کانوا صادقین". (تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسا فیصلہ کر رہے ہو ☆ یا تمہاری کوئی کتاب ہے جس میں یہ سب پڑھا کرتے ہو ☆ کہ وہاں تمہاری پسند کی ساری چیزیں حاضر ملیں گی ☆ یا تم نے ہم سے روز قیامت تک کی قسمیں لے رکھی ہیں کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے ☆ ان سے پوچھیے کہ ان سب باتوں کا ذمہ دار کون ہے ☆ یا ان کے لئے شرکاء ہیں تو اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شرکاء کو لے آئیں) (سورۂ قلم: آیت: ۳۶-۴۱ تک) اور فرمایا: "افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا"۔ (تو کیا یہ لوگ قران میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں) (سورۂ محمد: آیت-۲۴) یا اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے کہ اب یہ کچھ سمجھنے والے نہیں ہیں۔ (اشارہ: سورۂ توبہ: آیت-۸۷) یا "قالوا سمعنا وھم لا یسمعون ☆ ان شرّ الدّوابّ عند اللہ الصمّ البکم الّذین لا یعقلون ☆ ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولّوا وھم معرضون". (اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ کچھ نہیں سن رہے ہیں ☆ اللہ کے نزدیک بدترین زمین پر چلنے والے وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں ☆ اور اگر خدا ان میں کسی خیر کو دیکھتا تو انہیں ضرور سناتا اور اگر سنا بھی دیتا تو یہ منہ پھیر لیتے اور اعراض سے کام لیتے) (سورۂ انفال: ۲۱ سے ۲۳)۔ یا "قالوا سمعنا وعصینا" (تو انہوں نے ڈر کے مارے فوراً اقرار کر لیا کہ ہم نے سن لیا تو لیکن پھر نافرمانی بھی کریں گے) (سورۂ بقرۃ: آیت-۹۳) (ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ) "ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم." (یہ ایک فضل خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور وہ بڑے عظیم فضل کا مالک ہے) (سورۂ حدید: آیت-۲۱ اور سورۂ جمعہ: آیت-۴)

پس ان کو کیسے امام کے انتخاب کا حق مل گیا جبکہ امام عالم ہوتا ہے جاہل نہیں ہوتا، وہ (دین کی طرف) دعوت دینے والا ہوتا ہے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہوتا، پاکیزگی، طہارت، قربانی، زہد، علم و دانش اور عبادت کا خزانہ ہوتا ہے۔ اور دعوت رسولؐ اور حضرت بتولؑ کی مطہر نسل سے مخصوص ہوتا ہے کہ اس کے نسب میں کوئی عیب جوئی نہیں ہوتی اور کوئی صاحب حسب اس کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ قریش کے گھرانے سے ہوتا ہے اور ہاشم کی ذریت سے ہوتا ہے۔ اور [آل] رسولؐ کی عترت سے ہوتا ہے اور اللہ کی رضا کا حامل، شرفاء میں سے بلند ترین مقام شرافت پر فائز، اور عبد المناف کی فرع (شاخ) سے ہوتا ہے، علم کو نمو بخشنے والا، حکیم کامل، امانت کی حفاظت کرنے والا، سیاست کا علم رکھنے والا، واجب الاطاعت، اللہ کے حکم سے قیام کرنے والا، بندگان خدا کو نصیحت کرنے والا، اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔ بے شک

توفیق ایزدی انبیاءؑ اور ائمہؑ کے ساتھ جاری رہی اور پروردگار انہیں اپنے علم اور حکمت کے خزانوں میں سے وہ چیزیں عطا فرماتا رہا کہ جو ان کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کیں۔ پس ان کا علم اہل زمان کے علم سے بلند ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امّن لا یھدی الآ ان یھدی فما لکم کیف تحکمون". (اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو) (سورۂ یونس: آیت-۳۵) اور پروردگار کا قول: " و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً". (اور جسے حکمت عطا کر دی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کر دیا گیا) (سورۂ بقرہ: آیت-۲۶۹) اور حضرت طالوت کے بارے میں پروردگار کا قول ہے: "اِنَّ اللہ اصطفیٰہ علیکم و زادہ بسطة فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکه من یشاء واللہ واسع علیم". (انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے اور علم و جسم میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دے دیتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی)۔ (سورۂ بقرہ: آیت-۲۴۷) اور اپنے نبیؐ سے ارشاد فرمایا: "اور اس نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان تمام باتوں کا علم دے دیا ہے جن کا علم نہ تھا اور آپ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے (اشارہ: سورۂ نساء: آیت-۱۱۳) اور رسولؐ کے اہل بیت، عترت اور ذریت میں سے ائمہؑ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: "ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد اتینا ال ابراھیم الکتاب و الحکمة واتینا ھم ملکا عظیما ☆فمنھم من آمن به ومنھم من صَدّ عنه و کفی بجھنم سعیرا". (یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے تو پھر ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ☆ پھر ان میں سے بعض ان چیزوں پر ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا اور ان لوگوں کے لئے دہکتا ہوا جہنم ہی کافی ہے)۔ (سورۂ نساء: آیت-۵۴، ۵۵) جب اللہ عزوجل اپنے بندوں کے امور کی اصلاح کے لئے کسی بندے کو منتخب فرماتا ہے تو اس کام کے لئے اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے۔ پس اس کے قلب کو منابع حکمت کے سرچشموں کا امین قرار دیتا ہے اور علم و دانش کو اسے الہام کرتا ہے کہ پھر وہ کسی جواب میں جھوٹا نہیں ہوتا اور نہ وہ اس جواب میں حق کے پانے کے سلسلہ میں متحیر رہتا ہے۔ وہ معصوم و تائید والا، توفیق والا، اور ایسا ثابت قدم ہوتا ہے کہ خطاء، گناہ اور لغزش سے امان میں ہوتا ہے۔ اللہ نے امام کو ان تمام امتیازات کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے تا کہ وہ اس کے بندوں پر حجت اور اس کی مخلوق پر گواہ قرار پائیں۔ "ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم". (یہ ایک فضل خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور وہ بڑے عظیم فضل کا مالک ہے) (سورہ جمعہ: آیت:۴) تو کیا لوگ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ امام کا انتخاب (خود) کریں۔ یا ان کا اختیار کیا ہوا ان اوصاف کا حامل ہے؟ اگر ہے تو سامنے لایا جائے! بیت اللہ کی قسم! وہ لوگ حق سے دور ہو گئے اور اللہ کی کتاب کو پس پشت پھینک دیا گویا کہ وہ اس کو جانتے ہی نہیں جبکہ اللہ کی کتاب میں ہدایت اور شفا ہے مگر انہوں نے اس کو پھینک دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، پس اللہ نے ان کی مذمت کی، ان سے نفرت کی اور ان کو ڈگمگاہٹ میں مبتلا حالت میں چھوڑ دیا۔ پس اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: " وَمن اضلّ ممّن اتّبع ھواہ بغیر ھدیً مّن اللہ اِنّ اللہ لا یھدی القوم الظالمین" (اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدائی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کا اتباع کر لے جب کہ

اللہ ظالم قوم کی ہدایت کرنے والا نہیں ہے) (سورۂ قصص: آیت-۵۰) اور فرمایا: "فتعسالهم واضلّ اعمالهم". (ان کے واسطے ڈگمگاہٹ ہے اور ان کے اعمال برباد ہیں) (سورۂ محمد: آیت-۸) اور فرمایا: "كبر مقتا عند الله وعند الذين آمنوا كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار". (وہ اللہ اور صاحبان ایمان کے نزدیک سخت نفرت کے حق دار ہیں اور اللہ اسی طرح مغرور اور سرکش انسان کے دل پر مہر لگا دیتا ہے) (سورۂ مومن: آیت-۳۵)

۳۔ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن ہارون عبسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا کثیر بن عیاش نے، انہوں نے ابی الجارود سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ امام کو کس طرح پہچانا جائے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: چند خصلتوں کے ذریعے سے۔ ان میں پہلی: اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کی امامت پر نص ہو، اور پروردگار نے اس کو لوگوں کے لئے علَم (نشان) قرار دیا ہو کہ وہ ان پر حجت ہو چونکہ رسول اللہؐ نے علیؑ کو مقرر کر دیا تھا اور لوگوں کو ان کے نام سے پہچان کروائی تھی اور ان کو معین فرما دیا تھا اور اسی طرح تمام ائمہؑ کہ جن میں سے ہر پہلا دوسرے کو مقرر و معین کرتا رہے۔ (دوسری نشانی یہ ہے کہ) کہ جب بھی اس سے سوال کیا جائے تو فوراً جواب دے اور اگر اس کے پاس خاموش رہا جائے تو وہ خود ابتداء کرے، وہ لوگوں کو آنے والے کل میں جو ہونے والا ہے اس کی خبر دیتا ہے اور لوگوں سے ہر زبان اور لغت میں گفتگو کرتا ہے۔

اس کتاب کے مصنف -رضی اللہ عنہ- فرماتے ہیں کہ امام کا مستقبل کے بارے میں خبر دینا ان باتوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے کہ جو ان کو پہلے سے معلوم ہوتی ہیں اور اس کی اصل و بنیاد رسول اللہؐ سے ہے اور رسول اللہؐ کے پاس یہ خبریں ان باتوں میں سے ہیں کہ جن کو لے کر جبرئیلؑ آپؐ پر نازل ہوئے تھے کہ جن میں قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبریں موجود تھیں۔

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "امام کے لئے چند علامات ہیں: وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو اور لوگوں میں سب سے زیادہ حکمت کا حامل ہو، لوگوں میں سب سے زیادہ متقی، لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار، لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، لوگوں میں سب سے زیادہ سخی، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے اور طاہر، پاک و مطہر ہوتا ہے۔ اپنے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح اپنے سامنے سے دیکھتا ہے۔ اس کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ اور جب شکم مادر سے زمین پر تشریف لاتا ہے تو دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ کر بلند آواز سے دونوں شہادتوں (خدا کی وحدانیت اور خاتم الانبیاء کی رسالت) کی گواہی دیتا ہے۔ وہ محتلم نہیں ہوتا اس کی آنکھ سوتی ہے مگر قلب نہیں سوتا اور اس سے باتیں کی جاتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زرہ مبارک اس پر بالکل ٹھیک قرار پاتی ہے۔ اس کا پیشاب و پاخانہ دکھائی نہیں دیتا، چونکہ اللہ عزوجل نے زمین پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ جو کچھ اس سے خارج ہو اس کو نگل

لے۔اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ وطیب ہوتی ہے،اور وہ لوگوں پر ان کے اپنے نفسوں سے زیادہ اولیٰ ہوتا ہے۔اور وہ لوگوں پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفیق ہوتا ہے۔اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے لئے تواضع کرنے والا ہوتا ہے،اور لوگوں کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے سب سے زیادہ انجام دینے والا ہوتا ہے۔اور ان چیزوں سے رک جاتا ہے جن سے منع کیا گیا ہے اور اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ پتھر پر دعا کرے تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔اور رسول اللہؐ کا اسلحہ اور آپؐ کی تلوار ذوالفقار اس کے پاس ہوتی ہے۔اور اس کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں قیامت تک آنے والے اس کے شیعوں کے نام موجود ہیں۔اور ایک ایسا صحیفہ موجود ہوتا ہے کہ جس میں قیامت کے اس کے دشمنوں کے نام موجود ہیں۔اور یہ اس کے نزدیک ''جامعہ'' ہے۔اور یہ ایک صحیفہ ہے کہ جس کا طول ۷۰ ذراع ہے اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جس کی طرف اولاد آدمؑ محتاج ہے،اس کے پاس جفر اکبر اور جفر اصغر ''اھاب ماعز'' اور ''اھاب کبش'' ہوتا ہے کہ ان دونوں میں تمام علوم موجود ہیں،یہاں تک کہ خراش کی دیت اور حتیٰ کہ ایک تازیانہ اور آدھا تازیانہ اور ایک تہائی تازیانہ اور اس کے پاس مصحف فاطمہؑ موجود ہوتا ہے۔

(۳۶) ☆ پیغمبرؐ کے فرمان کہ علیؑ عرب کے سردار ہیں کے معنیٰ ☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن بن عبدویہ قطان نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن صالح بن ابی سلمہ نصیبی نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعوانہ نے،انہوں نے ابوبشیر سے،انہوں نے سعد بن جبیر سے، انہوں نے عائشہؓ سے،انہوں نے کہا،کہ میں ایک دن نبیؐ کے پاس موجود تھی کہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام تشریف لائے،پس نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:''یہ سید العرب ہیں''۔میں نے عرض کیا:یارسول اللہؐ! کیا آپؐ سید العرب نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:''میں اولاد آدمؑ کا سردار ہوں اور علیؑ عربوں کے سردار ہیں''۔میں نے عرض کیا:سید کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا:''جس کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے جس طرح میری اطاعت فرض قرار دی گئی ہے''۔

۲۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد [بن] سنانی -رضی اللہ عنہ- نے،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حمزہ بن قاسم علوی عباسی نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن [ی] زید زیات نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سنان نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زیاد بن منذر نے،انہوں نے سعید بن جبیر سے،انہوں نے عائشہؓ سے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''علی سید العرب ہیں''۔پس میں نے عرض کی:یارسول اللہؐ! کیا آپؐ سید العرب نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:''میں اولاد آدمؑ کا سردار ہوں اور علی سید العرب ہے۔'' پس میں نے کہا:سید سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے

فرمایا: ''جس کی اطاعت اسی طرح فرض قرار دی گئی جس طرح میری اطاعت فرض کی گئی ہے''۔

(۳۷)☆''نور کی تزویج نور سے''کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور۔رحمہ اللہ۔نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسن بن محمد بن عامر نے، انہوں نے معلّٰی بن محمد سے، انہوں نے احمد بن محمد بزنطی سے، انہوں نے علی بن جعفر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن امام موسی بن جعفر الکاظم علیہما السلام کو فرماتے سنا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کی خدمت میں چوبیس (۲۴) چہروں والا ایک فرشتہ آیا، آپؐ نے اس سے فرمایا: میرے دوست جبرئیل کو میں نے کبھی اس صورت میں نہیں دیکھا!، اس فرشتے نے عرض کیا: میں جبرئیل نہیں ہوں، [میں محمود ہوں اور] مجھے اللہ عزّ وجلّ نے نور کی نور سے تزویج کے لئے مبعوث فرمایا ہے، آپؐ نے فرمایا: کس کی کس سے؟، فرشتے نے کہا: فاطمہؑ کی علیؑ سے۔امامؑ فرماتے ہیں: جب فرشتہ جانے کے لئے پلٹا تو اس کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا تھا: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علیؑ ان کے وصی ہیں، (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: کب سے یہ تحریر تیرے شانوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے؟، فرشتے نے کہا: اللہ عزّ وجلّ کے آدمؑ کو خلق کرنے سے بائیس (۲۲) ہزار سال پہلے سے۔''

(۳۸)☆ظالم لنفسہ، مقتصد اور سابق کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن علی بن نصر بخاری مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ کوفی علوی فرغانہ کے فقیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ سلسلے کو الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے متصل کرتے ہوئے کہ آپ علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن الله'' (پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدائی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں) (سورۂ فاطر: آیت ۳۲) کے سلسلے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ظالم وہ ہے کہ جس کی ساری کوششیں اپنے نفس کے لئے ہوتی ہیں، مقتصد وہ ہے کہ جس کی ساری کوششیں اپنے دل کے لئے ہوتی ہیں اور سابق وہ ہے کہ جس کی ساری کوششیں رب عزّ وجلّ (کی خوشنودی) کے لئے ہوتی ہیں۔''

۲۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن حسین سکری نے، انہوں نے کہا کہ ہم

کو خبر دی محمد بن زکریا جوھری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن الله'' کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہم (اولاد پیغمبرؐ) میں سے ظالم وہ ہے کہ جو امام کے حق کی معرفت نہیں رکھتا، اور مقتصد وہ ہے کہ جو امام کے حق کو پہچانتا ہے اور ''وہ کہ جو اللہ کی اجازت سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے'' وہ امام ہے، (اس کے بعد کی آیت میں جو ہے کہ) ''جنّات عدن یدخلونها'' یعنی سابق اور مقتصد مراد ہیں (کہ جو جنّت کے باغوں میں داخل ہوں گے)۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا ابو عبداللہ حسین بن یحییٰ بجلی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عوانہ موسیٰ بن یوسف کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یحییٰ نے، انہوں نے یعقوب بن یحییٰ سے، انہوں نے ابو حفص سے، انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے، انہوں نے کہا کہ میں ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا، جب اہل بصرہ میں سے دو شخص آئے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ ہمیں اللہ عزّ جلّ کے قول: ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن الله ذلک هو الفضل الکبیر'' سے دونوں آیتوں (۳۲ اور ۳۳) کے آخر تک، کے متعلق باخبر کیجئے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ ہم اہل بیت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں۔'' ابو حمزہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں، باپ آپؑ پر فدا ہو جائیں، اپنے نفس کے حق میں ظلم کرنے والا کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم اہل بیت میں سے جو اچھائیوں اور برائیوں کو مساوی طور پر انجام دے وہ اپنے نفس کے حق میں ظلم کرنے والا ہے۔'' میں نے عرض کیا: آپ (اہل بیتؑ) میں سے مقتصد کون ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ کہ جو دونوں حالتوں میں اپنے پروردگار اللہ کی عبادت کرنے والا ہو، یہاں تک کہ موت کو پالے۔'' پھر میں نے عرض کیا: ''آپ (اہل بیتؑ) میں سے ''سابق بالخیرات'' کون ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''قسم بخدا! وہ کہ جو اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دے، اچھائیوں کا حکم کرے، برائیوں سے روکے، گمراہوں کی پشت پناہی نہ کرے، اور نہ ہی خیانت کاروں کا ساتھی بنے، اور نہ فاسقوں کے فیصلوں پر راضی ہو مگر یہ کہ اس کو اپنی جان اور دین پر خوف ہو اور کسی مددگار کو (بھی) نہ پاتا ہو۔''

(۳۹)☆''فاطمہؑ کی پاکدامنی و پاکیزگی کی وجہ سے اللہ نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام کر دیا ہے'' کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور محمد بن علی بن بشار قزوینی -رضی اللہ عنہما- نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوفرج مظفر بن احمد قزوینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوفیض صالح بن احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن موسی بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن حماد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن موسی بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن حماد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن موسی وشاء بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ میں خراسان میں علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے ساتھ ایک نشست میں تھا اور زید بن موسی حاضر تھا جو نشست میں موجود ایک گروہ کے اوپر اپنے فخر کا اظہار کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ہم (یہ ہیں) اور ہم (وہ ہیں)، ابوالحسن علیہ السلام (اسی نشست میں) ایک گروہ کے ساتھ محو گفتگو تھے، پس آپ علیہ السلام نے زید کی باتیں سنیں تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے زید! کیا تو اپنے آپ کو کوفے کے سبزی فروش کے قول: ''یقیناً فاطمہؑ پاکیزہ و پاکدامن ہیں کہ اللہ تعالی نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام قرار دیا ہے'' کی وجہ سے عزّت والا سمجھتا ہے؟ (کہ تو اولادِ فاطمہؑ میں سے ہے اور اس فضیلت کا حامل ہے، جبکہ) قسم بخدا! یہ (فضیلت) نہیں ہے سوائے حسنؑ کے لئے اور حسینؑ کے لئے اور آپؑ کے بطنِ مبارک کی مخصوص اولاد کے لئے ہیں۔ پس (کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ) موسی بن جعفر علیہما السلام کہ جو اللہ تعالی کی اطاعت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں اور تو جو کہ گناہوں میں مبتلا ہے، دونوں قیامت کے دن مساوی اور برابر ہوں گے، (یا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ) تیرے لئے اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک انؑ سے زیادہ عزّت ہوگی۔ بیشک علی بن الحسین علیہما السلام فرمایا کرتے تھے: ہماری (اولادِ زہراؑ کے) نیکی کرنے والے کے لئے دُگنا اجر ہے اور ہمارے (اولاد زہراؑ کے) گناہگار کے لئے دگنی سزا ہے۔''

حسن بن وشاء کہتے ہے کہ پھر امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے حسن! تم لوگ اس آیت کو کس انداز سے تلاوت کرتے ہو: ''قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح'' (ارشاد ہوا کہ نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عملِ غیر صالح ہے) (سورۂ ھود: آیت-۴۶) میں نے عرض کیا: بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں: انہ عَمِلَ غیرَ صالحٍ اور بعض لوگ اس کو یوں پڑھتے ہیں: ''انہ عَمَلُ غیرِ صالحٍ'' ﴿عمل کے عین اور میم کو زبر اور لام کو پیش اور غیر کے راء کو زیر۔ عمل کو مصدر لیتے ہوئے اضافہ کریں گے غیر کی طرف کہ جس کے معنی ہوں گے: یہ غیرِ صالح کا عمل ہے۔- مترجم۔﴾ تو جو لوگ ''انہ عَمَلُ غیرِ صالحٍ'' پڑھتے ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو نوحؑ کا بیٹا کہا گیا وہ حقیقت میں نوحؑ کا بیٹا نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، وہ ان کا بیٹا تھا، مگر جب اس نے اللہ عزّ وجلّ کی نافرمانی

کی تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے بیٹے ہونے کی نفی کر دی، اسی طرح جو بھی ہم سے تھا اور اس نے اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت نہیں کی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تم نے جب اللہ کی اطاعت کی (تو باوجود اس کے کہ تم اولاد فاطمہؑ سے نہیں ہو) تم ہم اہل بیتؑ میں سے ہو۔''

۲۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: یقیناً فاطمہؑ پاکیزہ و پاکدامن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، اس سے مراد حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ اور امّ کلثومؑ ہیں۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبّاس بن معروف نے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے حسن بن علی وشّاء سے، انہوں نے محمد بن قاسم بن فضیل سے، انہوں نے حمّاد بن عثمانؒ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان: ''یقیناً فاطمہؑ پاکیزہ و پاکدامن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریّت کو (جہنم کی) آگ پر حرام قرار دیا ہے؟'' کا کیا مطلب ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ افراد کہ جن کو (جہنم کی) آگ سے آزاد قرار دیا ہے وہ آپؑ کے بطنِ مبارک سے پیدا ہونے والے حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ اور امّ کلثومؑ ہیں۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے حسین ابن اسحاق تاجر سے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے حسن بن سعید سے، انہوں نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے ثمالی سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکے گا کہ: اے پروردگار! مجھے نہیں معلوم تھا کہ اولاد فاطمہؑ ہی ولاۃ و والیانِ برحق ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو خاص طور سے (اولاد زہراءؑ کے حق میں) نازل فرمایا ہے: ''یا عبادی الذین اسرافوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ انّ اللہ یغفر الذنوب جمیعا انّہ ھو الغفور الرحیم.'' (پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے) (سورۂ زمر: آیت-۵۳)

(۴۰) ☆ فاطمہ علیہا السلام کی شان میں روایت کیا گیا: آپؑ سیدۃ نساء العالمین ہیں۔ کا معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''آپؑ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے سلسلے میں فرمان: ''بیشک فاطمہؑ سیدۃ نساء العالمین ہیں'' کے بارے میں باخبر کیجئے کہ کیا آپؑ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ بات تو مریمؑ کے لئے ہے کہ وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں، اور فاطمہؑ اولین اور آخرین میں سے تمام زمانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔''

(۴۱) ☆ ان امانتوں کے معنی جن کو ان کے اہل تک پہنچانے کا اللہ عزّ وجلّ نے اپنے بندوں کو حکم کیا ہے۔ ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی ابن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ برقی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اپنے جد احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد محمد بن خالد سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے کہا کہ میں نے موسی بن جعفر علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''انّ اللہ یامرکم ان تؤدا الامانات الی اھلھا'' (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو) (سورۂ نساء: آیت-۵۸) کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس آیت میں صرف ہم کو مخاطب کیا جا رہا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ہم میں سے ہر امام کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے بعد آنے والے امام کے سپرد کر دیں اور اس کی جانب وصیت کر دیں (تو اصل مخاطب تو ہم تھے) پھر یہ آیت جاری ہوگئی تمام امانتوں کے سلسلے میں۔ یقیناً مجھ سے میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے بیان کیا اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ بیشک علی بن حسین علیہما السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''تم پر لازم ہے کہ امانتوں کو ادا کرو، پس اگر میرے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام کا قاتل میرے پاس اس تلوار کو امانت کے طور پر رکھوائے کہ جس سے اس نے میرے پدر بزرگوارؑ کو قتل کیا تھا تو یقیناً میں اس کو (واپس) سپرد کروں گا۔''

(۴۲) ☆اس امانت کے معنی کہ جس کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوف زدہ ہو گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالی نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار سال قبل خلق فرمایا، پس ان میں سب سے اعلیٰ و اشرف محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور [ان کے بعد کے] ائمہ صلوات اللہ علیہم کی ارواح کو قرار دیا، پس ان ارواح کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے اوپر رکھا تو ان ارواحِ (محمدؐ و آل محمدؐ) کے نور نے ان کو ڈھانپ لیا، پھر اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: یہ میرے اتقیاء اور اولیاء ہیں اور میری خلق پر میری حجّت اور میری مخلوق کے امام ہیں، میں نے کسی ایسی مخلوق کو خلق نہیں کیا کہ جو مجھے ان سے زیادہ محبوب ہو، ان سے دوستی کرنے والوں کے لئے میں نے جنّت کو خلق کیا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والوں اور ان سے دشمنی کرنے والوں کے لئے میں نے (جہنم کی) آگ کو خلق کیا ہے، پس جو شخص دعویٰ کرے گا اِن کی (اُس) منزلت کا (کہ جو) مجھ سے ہے اور ان کے میری عظمت سے (حاصل شدہ) محل و مقام کا تو میں اس پر ایسا عذاب کروں گا کہ جو عالمین میں سے کسی ایک پر بھی میں ایسا عذاب نہیں کروں گا اور میں اسے مشرکوں سے ساتھ میری (جہنم کی) آگ کے سب سے نچلے طبقے میں قرار دوں گا، اور جو شخص ان کی ولایت کا اقرار کرے گا اور ان کی جو مجھ سے منزلت ہے اور ان کو جو میری عظمت سے مقام ہے اس کا دعویٰ نہیں کرے گا تو میں اس کو ان کے ساتھ اپنی جنّتوں کے باغوں میں قرار دوں گا، اور ان کے لئے میرے پاس ان جنّتوں میں جو چاہیں گے وہ ہوگا، ان کے لئے اپنی کرامت کو مباح قرار دوں گا، ان کے لئے اپنے جوار کو حلال بنا دوں گا اور ان کو میرے بندوں اور کنیزوں میں سے گناہ گاروں کے سلسلے میں شفاعت کرنے والے بنا دوں گا، پس ان کی ولایت میری مخلوق کے نزدیک امانت ہے، تو کیا تم اس کے بوجھ کو اٹھاؤ گے اور کیا میرے اختیار کردہ کو چھوڑ کر اپنے نفس کے حق میں دعویٰ کرو گے؟ (کہ ہم اس امانت کو اٹھانے کے اہل ہیں)۔ پس آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور ان کی منزلت کا دعویٰ کرنے اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ان کے محل و مقام کی تمنا کرنے سے خوف زدہ ہو گئے، پس جب اللہ عزّ وجلّ نے آدمؑ اور ان کی زوجہ کو جنّت میں ٹھہرایا تو ان دونوں سے فرمایا: ''کلا منها رغدا حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة - یعنی شجرة الحنطة - فتکونا من الظالمین'' (جہاں چاہو آرام سے کھاؤ صرف اس درخت -یعنی اس گندم کے درخت- کے قریب نہ جانا کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے) (اشارہ ہے -سورۂ بقرۂ: آیت-۳۵) پس دونوں نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان کے بعد کے ائمہ صلوات اللہ علیہم کی منزلت کی طرف نگاہ کی تو ان دونوں نے پایا

کہ اہل جنت کی منزلتوں میں سب سے زیادہ بلند و عالی مقام رکھتے ہیں۔

تو دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! یہ کن لوگوں کے لئے منزلت ہے، اللہ جل جلالہ نے فرمایا: تم دونوں اپنے سر کو میرے گوشۂ عرش کی طرف بلند کرو، پس دونوں نے اپنے سروں کو بلند کیا تو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان کے بعد والے ائمہ صلوات اللہ علیہم کے نام کو پایا کہ جو گوشۂ عرش پر (پروردگار) جبار جل جلالہ کے نور سے نور کے ذریعے تحریر تھے، پس ان دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار ان لوگوں کی تیرے پاس کیا منزلت ہے؟ اور تو ان کو کتنا محبوب رکھتا ہے؟ اور تیرے پاس ان کا شرف و منزلت کیا ہے؟ پس اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم دونوں کو خلق نہ کرتا، یہ میرے علم کے خزانے ہیں، میرے راز کے امانت دار ہیں، تم دونوں ان کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھنے اور میرے نزدیک جو ان کی منزلت ہے اور میری کرامت سے جو اُن کا محل و مقام ہے اس کی تمنا کرنے سے بچو، ورنہ اس کی وجہ سے تم دونوں میری نافرمانی اور گناہ میں داخل ہو جاؤ گے کہ نتیجتاً ظالمین میں سے ہو جاؤ گے۔ ان دونوں نے کہا: ہمارے پروردگار! یہ ظالمین کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو بغیر حق کے ان کی منزلت کا دعویٰ کرتے ہیں، دونوں نے عرض کیا: ہمارے پروردگار! پس ہمیں ان پر ظلم کرنے والوں کے تیری (جہنم کی) آگ میں مقام اور جگہ کو دکھا دے تا کہ ہم نے جس طرح تیری جنت میں ان کی منزلت کو دیکھا ہے اسی طرح (ظالموں کے) ٹھکانوں کو بھی دیکھ لیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے (جہنم کی) آگ کو حکم فرمایا تو اس نے اپنے میں موجود تمام قسموں کی سخت سزائیں اور عذاب کو ظاہر کر دیا اور اللہ عزّ و جلّ نے فرمایا: ان کے لئے ظلم کرنے والے ان کی منزلت کے دعوے دار کا ٹھکانہ جہنم کے انتہائی نچلے طبقے میں ہے کہ جب بھی یہ لوگ اس سے نکلنا چاہیں گے ان کو دوبارہ اس میں دھکیل دیا جائے گا، اور جب ان کی کھال پگھل جائے گی تو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا تا کہ وہ عذاب کا مزا چکھیں، اے آدم اور اے حوّاء! تم دونوں میرے انوار اور میری جنّتوں کی طرف حسد کی آنکھ سے مت دیکھو، پس (اگر ایسا کیا تو) میں تم کو اپنے جوار (رحمت) سے ہٹا دوں گا اور تم دونوں کے لئے ذلّت و حقارت کو حلال کر دوں گا۔ پس شیطان نے دونوں کو وسوسے میں ڈالا تا کہ دونوں کے لئے پوشیدہ (شرم گاہ) کو ظاہر کر دے کہ جو اُن کے اپنے آپ سے بھی پوشیدہ تھی، شیطان نے کہا: تم دونوں کے پروردگار نے اس درخت سے تم کو اس لئے روکا ہے تا کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا اس لئے تا کہ تم دونوں ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور اس نے دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ بیشک میں تمہارے حق میں نصیحت کرنے والا ہوں، پس شیطان نے دونوں کو دھوکے اور فریب میں ڈال دیا اور دونوں کو ان (معصومینؑ) کی منزلت کی تمنا کرنے پر آمادہ کیا تو ان دونوں نے حسد بھری نظروں سے ان کی طرف نگاہ کی، پس (اس نگاہ حسد کی وجہ سے خدا کی) نصرت سے محروم ہو گئے اور دونوں نے گندم کے درخت سے کچھ کھا لیا تو جس حصّے سے دونوں نے کھایا تھا وہاں پر جو نکل آئی، گندم کی اصل تمام کی تمام وہ ہے کہ جس کو دونوں نے نہیں کھایا تھا اور جو کی اصل اس درخت کا وہ حصّہ ہے کہ جو گندم کی جگہ پر نکل آیا تھا۔ پس جب ان دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو دونوں کے جسموں سے لباس و زیورات بلند ہو گئے اور دونوں برہنہ ہو گئے اور دونوں مجبور ہو کر اپنے آپ کو درخت کے پتّوں سے ڈھانپنے لگے۔ دونوں کی تادیب کرتے ہوئے اُن کے پروردگار نے فرمایا: کیا میں نے تم کو اس درخت سے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے کہا نہیں تھا کہ: بیشک شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ پس دونوں نے کہا: ہمارے پروردگار!

ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے، پروردگار نے فرمایا: میرے جوار (رحمت) سے نیچے اتر جاؤ، میری جنت میں میری جوار (رحمت) میں وہ نہیں رہ سکتا کہ جو میری نافرمانی کرے، پس دونوں اس حالت میں نیچے اتر آئے کہ ان کے اوپر طلب معاش کی ذمہ داری آپڑی تھی۔ پھر جب اللہ عزّ وجلّ نے چاہا کہ دونوں کی توبہ کو قبول کرے تو ان کے پاس جبرئیلؑ تشریف فرما ہوئے اور کہا: تم دونوں نے اپنے آپ پر ان لوگوں کی منزلت کی تمنا کر کے ظلم کیا ہے کہ خدا نے جن کو تم پر فضیلت دی ہے، پس اس کا بدلہ یہ ہے کہ جس طرح تم کو اس (تمنا) کی وجہ سے سزا کے طور پر اللہ عزّ وجلّ کے جوار (رحمت) سے زمین کی طرف اُتار دیا گیا ہے (تو اسی طرح) تم دونوں انہی ناموں کا واسطہ دے کر اپنے ربّ سے سوال کرو کہ جن کے نام تم نے گوشۂ عرش پر دیکھے تھے تا کہ پروردگار تمہاری توبہ کو قبول کرے۔ پس دونوں نے عرض کیا: پروردگار! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ان لوگوں کے حق کے سبب کہ جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ کرامت والے ہیں (جو) محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ائمہ علیہم السلام (ہیں) کہ تو ہماری توبہ قبول کر لے اور ہم پر رحمت فرما، پس پروردگار نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ پس اس کے بعد اللہ کے انبیاء مسلسل اس امانت کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے اوصیاء اور اپنی امّت کے مخلص افراد کو اس امانت کے بارے میں خبر دیتے رہے۔ تا کہ وہ اس بار کو اٹھانے سے باز رہیں اور اس امانت کے دعوے دار بننے سے دور رہیں جبکہ وہ انسان کہ یقیناً جس کی پہچان ہو چکی ہے اس نے اس بار کو اٹھا لیا، پس قیامت کے دن تک ہر ظلم کی ابتداء اس سے ہے۔ اور یہ مراد ہے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "انّا عرضنا الامانة علی السموات و الارض والجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها و حملها الانسان انّه کان ظلوماً جهولا." (بیشک ہم نے امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا بس انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا کہ انسان اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے) (سورۂ احزاب: آیت-۷۲)۔

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "انّا عرضنا الامانة علی السموات و الارض والجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها و حملها الانسان انّه کان ظلوماً جهولا." کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "امانت سے مراد ولایت ہے، انسان سے مراد ابوالشرور (بہت زیادہ گناہ گار) منافق ہے۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے: "انّا عرضنا الامانة علی السموات و الارض والجبال فابین ان یحملنها ..... الآیة" کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "امانت سے مراد ولایت ہے، اور جو شخص اس امانت کا ناحق دعویٰ کرے گا وہ کافر ہوگا۔"

(۴۳) ☆ معطل کنویں اور مضبوط محل کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس لیثی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید الکوفی، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضّال نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابراہیم ابن زیاد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و بئر معطّلة و قصر مشيد" (معطل کنویں اور مضبوط محل) (سورۂ حج: آیت-۴۵) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بئر معطّلہ سے مراد امام صامت (خاموش امام) اور قصر مشید سے مراد امام ناطق ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، انہوں نے علی بن سندی سے، انہوں نے محمد بن عمرو سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے نصر بن قابوس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و بئر معطّلة و قصر مشيد" کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بئر معطّلہ سے مراد امام صامت ہے اور قصر مشید سے مراد امام ناطق ہے۔"

۳۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اسحاق بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی محمد بن حسن ابن شمّون نے، انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الاصمّ سے، انہوں نے عبداللہ بن قاسم البطل سے، انہوں نے صالح بن سہل سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہی قصر مشید (مضبوط محل) ہیں اور بئر معطّلہ (معطل کنویں) سے مراد فاطمہ سلام اللہ علیہا اور آپؑ کی اولاد ہیں کہ جن کو (حقِ) مملکت سے معطل و محروم کر دیا گیا۔"

محمد بن حسن بن ابی خالد اشعری- کہ جس کا لقب شنبولہ ہے- نے کہا ہے:

بِئر "مُعَطَّلَة" وَ قصر "مُشَرَّف" ☆ مَثَل "لِآلِ مُحَمَّدٍ مُستَطرَف"

(معطل کنواں اور مضبوط محل جیسی چیزیں آل محمدؐ کے لئے پسند کی گئی ہیں)

فَالنَاطِقُ القَصرُ المَشِيدُ مِنهُم ☆ وَالصَّامِتُ البِئرُ الَّتِي لَاتُنزَف

(پس ان میں جو ناطق ہے وہ مضبوط محل ہے اور جو صامت ہے وہ ایسا کنواں ہے کہ جس کو بالکل خالی نہیں کیا جا سکتا)

(۴۴) ☆طوبیٰ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، انہوں نے اپنے والد محمد بن مسعود عیاشی سے، انہوں نے جعفر بن احمد سے، انہوں نے العمر کی البوفکی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''طوبیٰ ہے ان کے لئے جو ہمارے قائم کی غیبت میں ہمارے امر سے متمسک رہیں کہ ان کا دل ہدایت پا جانے کے بعد منحرف نہ ہو جائے۔'' میں نے امامؑ سے عرض کیا: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں! یہ ''طوبیٰ'' کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے کہ جس کی جڑ علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے گھر میں ہے، اور کوئی مؤمن نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے گھر میں اس درخت کی شاخوں میں سے کوئی شاخ ہوگی، اور یہ بات اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ: ''طوبیٰ لھم و حسن مآب'' (ان کے لئے طوبیٰ ہے اور بہترین بازگشت ہے) ﴿سورۂ رعد: آیت-۲۹﴾

(۴۵) ☆اللہ عزّ وجلّ نے چار کو چار میں چھپایا ہے☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار کو چار میں چھپایا ہے: اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں تو تم لوگ اس کی طاعت میں سے کسی چیز کو ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ خدا کی رضا اسی میں ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو؛ اور اس نے اپنے غضب کو اپنی نافرمانی میں چھپایا ہے، تو تم اس کی نافرمانی میں سے کسی چیز کو بھی ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ اسی نافرمانی میں اس کا غضب ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو، اور اپنی قبولیت کو اپنی دعاؤں میں چھپا رکھا ہے تو اس کی دعا میں سے کسی کو بھی ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ وہی دعا قبولیت پانے والی ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو؛ اور اپنے ولی اور دوست کو اپنے بندوں میں چھپا رکھا ہے تو تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بھی بندے کو ہلکا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ وہی بندہ اس کا ولی اور دوست ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو۔''

(۴۶)☆اس ''ستون'' کے معنی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے [شب] معراج میں دیکھا جس کی بنیاد سفید چاندی کی، جس کا درمیانی حصّہ یاقوت وزبرجد کا اور جس کا اوپر والا حصّہ سرخ سونے کا ہے۔☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن حسن مؤدّب نے، انہوں نے احمد بن علی اصبہانی سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی حکم بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ بن یعلی اسلمی نے، انہوں نے حسین بن زید جزری سے، انہوں نے شدّاد بصری سے، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جب مجھے آسمان کی جانب معراج حاصل ہوئی، تو اس وقت میں ایک ستون کے پاس پہنچا جس کی بنیاد سفید چاندی کی، اس کا درمیانی حصّہ یاقوت وزبرجد کا اور جس کا اوپر والا حصّہ سرخ سونے کا تھا، تو میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ سب کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ آپؐ کا دین ہے جو سفید، واضح اور روشن کرنے والا ہے، میں نے کہا: یہ اس کا درمیانی حصّہ کیا ہے؟، جبرئیل نے کہا: جہاد، میں نے کہا: یہ سرخ سونا کیا ہے؟، انہوں نے کہا: ہجرت، اور اسی وجہ سے علی علیہ السلام کا ایمان ہر مؤمن کے ایمان سے بلند ہے۔'' (چونکہ آپؑ ان تمام اوصاف کے حامل ہیں)۔

(۴۷)☆نبوت کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عُبدُوس عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد ابن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے احمد بن فضلان سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن جعفر مروزی نے، انہوں نے ثابت بن ابی صفیہ سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا: السلام علیک یانبی ءاللہ، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''میں نبی ءاللہ نہیں ہوں بلکہ نبیّ اللہ ہوں۔''

(مصنّف فرماتے ہے:) نبوۃ کا لفظ ''النَّبوۃ'' سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں وہ چیز جو زمین سے بلند ہو، اس بنا پر نبوت کے معنی بلندی ہیں اور نبیّ کے معنی بلند ہیں؛ یہ بات میں نے مدینۃ السلام میں لغت دان ابی بشر سے سنی۔

(۴۸) ☆شمس، قمر، زہرہ، فرقدین کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمر[و] بن علی بن عبداللہ بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر عبداللہ بن علی کرخی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرزّاق صنعانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا معمر نے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز فجر کو ادا فرمایا، جب آپؐ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کریم چہرۂ مبارک کو اللہ عزّ وجل کی بارگاہ سے ہماری طرف کیا اور پھر ارشاد فرمایا: ''لوگوں! جو شمس کو نہ پا سکے اسے چاہئے کہ وہ قمر سے وابستہ ہو جائے، اور جو قمر کو نہ پا سکے اسے چاہئے کہ زہرہ سے وابستہ ہو جائے اور جو زہرہ کو نہ پا سکے اسے چاہئے کہ فرقدین سے وابستہ ہو جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں شمس ہوں، علیؑ قمر ہے، فاطمہؑ زہرہ ہے اور حسنؑ اور حسینؑ فرقدین ہیں (یہ) اور اللہ کی کتاب دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) کے کنارے میرے پاس وارد ہوں گے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمر[و] بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالقاسم نصر بن حسین صفار نہاوندی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالفرج احمد بن محمد بن خوزی سامری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر قاسم بن ابراہیم قنطری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن خالد حلوانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن خلف عسقلانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سری نے، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ شمس کی پیروی کرو، جب شمس غائب ہو جائے تو پھر تم لوگ قمر کی پیروی کرو، جب قمر غائب ہو جائے تو تم لوگ زہرہ کی پیروی کرو، پس جب زہرہ غائب ہو جائے تو تم لوگ فرقدین کی پیروی کرو۔'' پس لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! شمس کیا ہے؟ قمر کیا ہے؟ زہرہ کیا ہے؟ فرقدین کیا ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں شمس ہوں، علیؑ قمر ہے، زہرہ فاطمہؑ ہے، فرقدین حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔''

ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقرّی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن حسن بن بندار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن بن حیسون نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا قاسم بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن خالد واسطی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ ابن سری نے، انہوں نے محمد منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ شمس کی پیروی کرو.....'' - اور حدیث کو مندرجہ بالا ذکر کے بالکل مساوی طور پر ذکر کیا ہے۔

۳۔ ہم سے بیان کیا ابوعلی احمد بن ابی جعفر بیہقی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن جعفر مدینی نے، انہوں نے کہا کہ ہم

سے بیان کیا ابو جعفر محاربی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ظہیر بن صالح عمری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ بن تمیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی معتمر بن سلیمان نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے یزید رقاشی سے، انہوں نے انس بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز فجر کو ادا فرمایا، پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کریم چہرۂ مبارک کو ہماری جانب پھیرا اور فرمایا: ''لوگو! جو شمس کو نہ پا سکے پس اسے چاہیئے کہ وہ قمر سے وابستہ ہو جائے، اور جو قمر کو نہ پا سکے اسے چاہیئے کہ وہ زہرہ سے وابستہ ہو جائے اور جو زہرہ کو نہ پا سکے اس چاہیئے کہ وہ فرقدین سے وابستہ ہو جائے۔'' عرض کیا گیا: یا رسول اللہؐ! یہ شمس، قمر، زہرہ اور فرقدین کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''میں شمس ہوں، علیؑ قمر ہے، فاطمہؑ زہرہ ہے، حسنؑ اور حسینؑ فرقدین ہیں، (یہ) اور اللہ کی کتاب دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد نہ ہو جائیں۔''

(۴۹) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوات (بھیجنے) کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو بکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام ابو زید عیاش بن یزید بن حسن بن علی کحال نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد - یزید بن حسن - نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے فرمایا [کہ الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا:] ''جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوات بھیجتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: بیشک میں اس میثاق و وفاء پر قائم ہوں کہ جس کو میں نے (عالم ارواح اور اصلاب اجداد میں) پروردگار کے قول: ''الست بربکم قالوا بلی'' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا یقیناً) (سورۂ اعراف: آیت-۱۷۲) پر قبول کیا تھا۔''

(۵۰) ☆ وسیلہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد ابن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباس بن معروف نے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو حفص عبدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو ھارون عبدی نے، انہوں نے ابو سعید خدری سے، انہوں نے کہا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اللہ سے میرے حق میں سوال کرو تو اس سے وسیلے کا سوال کرو۔'' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ''وسیلہ'' کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ جنّت میں ایک درجہ ہے اور یہ ہزار مرقاۃ (سیڑھی کے پلّوں کی طرح نیچے سے اوپر کی طرف کے پلّوں) پر مشتمل ہے کہ ہر مرقاۃ کا دوسرے پلّے کے درمیان فاصلہ اچھی نسل کے گھوڑے کے ایک ماہ تک دوڑ کے برابر ہے، اور یہ جوہر کے مرقاۃ سے زبرجد کے مرقاۃ تک، یاقوت کے مرقاۃ تک، سونے کے مرقاۃ تک، چاندی کے مرقاۃ تک، پس قیامت کے دن اس کو حاضر کیا جائے گا یہاں تک کہ انبیاء کے درجات کے ساتھ نصب کر دیا جائے گا، پس وہ نبیوں کے درجات میں اسی طرح ہوگا جیسے چاند ستاروں کے درمیان، اس دن کوئی بھی نبی باقی نہیں رہے گا اور نہ کوئی صدیق اور نہ شہید مگر یہ کہ وہ کہے گا: سعادت مندی ہے اس شخص کے لئے کہ جس کے لئے یہ درجہ درجہ قرار پائے۔ پس اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے ندا آئے گی کہ جسے انبیاء اور تمام مخلوق سنے گی: یہ محمدؐ کا درجہ ہے۔ میں اس دن اس حالت میں آؤں گا کہ نور کے لباس کو زیب تن کیا ہوگا، تاج سلطنت اور تاج کرامت کے ساتھ ہوں گا اور علی ابن ابی طالب میرے آگے ہوں گے، ان کے ہاتھ میں میرا پرچم ہوگا اور یہ ''لواء الحمد'' (پرچم حمد) ہوگا جس پر ''لا الہ الاّ اللہ، المفلحون ھم الفائزون باللہ'' (کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، فلاح پانے والے ہی ہیں کہ جو اللہ کے نزدیک کامیاب ہونے والے ہیں)، پس جب ہم انبیاء کے پاس سے گزریں گے، تو وہ کہیں گے: یہ دونوں مقرب فرشتے ہیں کہ جن کو ہم نہیں پہچانتے تھے اور نہ ہم نے ان کو دیکھا تھا، اور جب ہم فرشتوں کے پاس سے گزریں گے تو وہ سب کہیں گے: یہ انبیاء اور مرسلین ہیں، یہاں تک کہ میں درجے پر بلند ہوں گا اور علی میری اتباع کریں گے، یہاں تک کہ جب میں ان درجات کے انتہائی درجہ پر پہنچ جاؤں گا اور علی مجھ سے ایک درجہ نیچے ہوں گے، تو اس دن کوئی نبی باقی نہیں رہے گا اور نہ کوئی صدیق اور نہ کوئی شہید مگر یہ کہیں گے: سعادت مندی ہے ان دونوں بندوں کے لئے! یہ دونوں اللہ تعالی کے نزدیک کتنے قابل اکرام وعزّت ہیں! پس اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے ندا آئے گی کہ جسے تمام انبیا، تمام صدیقین، تمام شہداء اور تمام مؤمنین سنیں گے: یہ میرا حبیب محمد ہے اور یہ میرا ولی علی ہے، سعادت مندی ہے اس کے لئے جو اس سے محبت کرتا تھا، اور ویل وافسوس ہے اس کے لئے جو اس سے بغض رکھتا تھا اور اس کو جھٹلاتا تھا۔ پس اے علی! اس دن کوئی بھی تم سے محبت کرنے والا باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ اس کلام سے سکون پائے گا، اس کا چہرہ سفید ہو جائے گا اور اس کا دل خوش ہو جائے گا، اور تم سے دشمنی رکھنے والوں میں سے یا تمہارے لئے جنگ کی آگ بھڑکانے والوں میں سے یا تمہارے حق کا انکار کرنے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اس کے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ پس اس دوران کہ میں اس عالم میں ہوں گا، دو فرشتے میرے سامنے آئیں گے، ان میں ایک رضوان ہوگا جو جنّت کا خازن ہے اور دوسرا مالک جو (جہنم کی) آگ کا خازن ہے، پس رضوان قریب آئے گا اور کہے گا: السلام علیک یا احمد۔ پس میں کہوں گا: السلام علیک! اے فرشتے، تو کون ہے؟ کتنا حسین ہے تیرا چہرا اور کتنی پاکیزہ ہے تیری خوشبو! پس وہ کہے گا: میں رضوان ہوں، جنّت کا خازن اور یہ جنّت کی چابیاں ہیں، ربّ العزّۃ نے انِ کے ساتھ آپؐ کی طرف بھیجا ہے، تو آپ انہیں لے لیجئے، اے احمد!، میں کہوں گا: یقیناً میں نے اپنے ربّ کی جانب سے عطا ہونے والی اس چیز کو قبول کیا، پس اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اس بات پر کہ جس کے ذریعے [میرے رب

نے] مجھے فضیلت بخشی، تم ان چابیوں کو میرے بھائی علی بن ابی طالب کے سپرد کردو [پس رضوان چابیاں علیؑ کے سپرد کردے گا]۔ پھر رضوان پلٹ جائے گا اور مالک قریب آئے گا اور کہے گا: السلام علیک یا احمد!۔ پس میں کہوں گا: علیک السلام اے فرشتے! کتنا قبیح ہے تیرا چہرا اور کتنی ناپسندیدہ ہے تیری بو [تو کون ہے؟] وہ کہے گا: میں مالک ہوں، (جہنم کی) آگ کا خازن، یہ (جہنم کی) آگ کی چابیاں ہیں، ربّ العزّۃ نے آپؐ کی جانب انِ کو بھیجا ہے، تو آپؐ انہیں لے لیں، اے احمدؐ!۔ میں کہوں گا: یقیناً میں نے قبول کیا اس کو کہ جو میرے ربّ کی جانب سے ہیں، پس اسی کے لئے حمد ہے اس بات پر کہ جس کے ذریعے اس نے مجھے فضیلت عطا کی، تم اس کو میرے بھائی علی بن ابی طالب کے حوالے کردو [پس مالک چابیاں علیؑ کو دے دیگا]، پھر مالک پلٹ جائے گا، علی آگے آئیں گے جبکہ ان کے پاس جنّت کی چابیاں اور (جہنم کی) آگ کی چابیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جہنم کے کنارے پر آکر ٹھہریں گے جبکہ جہنم کی برائیاں دراز ہو رہی ہوں گی، اس کی مصیبت بلند ہو رہی ہوگی، اس کی حرارت کی شدّت ہوگی اور علیؑ اس کی لگام کو پکڑیں گے، تو جہنم آپؑ سے کہے گی: اے علیؑ! مجھے چھوڑ دیجئے، آپؑ کا نور میرے شعلوں کو بجھا رہا ہے، علیؑ اس سے کہیں گے: صبر کر، اے جہنم! تو اس کو پکڑ لے اور تو اس کو چھوڑ دے، تو میرے دشمن کو پکڑ لے اور تو میرے دوست کو چھوڑ دے؛ پس جہنم کے لئے علیؑ کے حق میں اس دن کسی غلام کی اپنے آقاء کی اطاعت گزاری سے زیادہ اطاعت گزاری ہوگی، پس وہ چاہیں گے تو اسے داہنی طرف لے جائیں گے اور چاہیں گے بائیں طرف لے جائیں گے، اور تمام مخلوقات کے سلسلے میں جہنم کے لئے اس دن علیؑ کے حق میں فرمانبرداری ضروری ہوگی۔"

(۵۱) ☆"حرمات ثلاث" کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید یقطینی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا یونس بن عبدالرحمٰن نے، انہوں نے عبداللہ ابن سنان سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ عزّ وجلّ کے لئے "حرمات ثلاث" (تین محترم چیزیں) ہیں کہ ان کی مثل کوئی چیز نہیں ہے: اس کی کتاب جو کہ اس کی حکمت اور نور ہے، اس کا گھر کہ جس کو اس نے لوگوں کے لئے قبلہ قرار دیا ہے کہ کسی ایک سے بھی اس کے علاوہ کی طرف رُخ کرنے کو قبول نہیں کرے گا اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عترت۔"

(۵۲)☆دووالد کی نافرمانی کرنا، دومولا سے فرار اختیار کرنا اور دونگہبانوں کو کھودینا کے معانی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابومحمد عمار بن حسین۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن عصمہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد طبری نے مکہ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن فضل نے، انہوں نے محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب قرشی سے، انہوں نے ابن سلیمان سے، انہوں نے حمید الطویل سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس اس مہینے میں تھا کہ جس میں آپ علیہ السلام نے شہادت پائی اور وہ ماہ رمضان تھا، پس امام علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام کو بلایا اور پھر ارشاد فرمایا: ''اے ابامحمد! منبر پر جاؤ اور اللہ تعالی کی کثیر حمد بجالاؤ اور اس کی ثناء کرو اور اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین انداز سے ذکر کرو اور کہو: اللہ کی لعنت ہو ایسے بیٹے پر جو اپنے دووالد کی نافرمانی کرے، اللہ کی لعنت ہو ایسے بیٹے پر کہ جو اپنے دووالد کی نافرمانی کرے، اللہ کی لعنت ہو ایسے بیٹے پر جو اپنے دووالد کی نافرمانی کرے، اللہ کی لعنت ہو ایسے غلام پر جو اپنے دو آقاؤں سے فرار اختیار کرے، اللہ کی لعنت ہو اس گوسفند پر جو اپنے دونگہبانوں کو کھو بیٹھے، اور پھر نیچے اتر آؤ۔'' جب امام حسن علیہ السلام اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگ آپؑ کے نزدیک جمع ہو گئے اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین کے فرزند، اے ہمارے نبی رسول اللہؐ کی بیٹی کے بیٹے! [اس کا جواب کیا ہے؟]، پس آپؑ نے فرمایا: ''اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام دیں گے۔'' پس امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک نماز میں تھا کہ آپؐ نے نماز پڑھی اور پھر اپنے داہنے ہاتھ کو میرے داہنے ہاتھ کی طرف مارا، پھر اس ہاتھ کو کھینچا اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف انتہائی شدت کے ساتھ ملایا اور پھر مجھ سے فرمایا: یا علی، میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہؐ!، آپؐ نے فرمایا: میں اور تم اس امت کے دو باپ ہیں، پس اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو ہماری نافرمانی کرے، تم کہو: آمین، میں نے کہا: آمین، پھر آپؐ نے فرمایا: میں اور تم اس امت کے دو مولا ہیں، پس اللہ لعنت کرے اس شخص پر کہ جو ہم سے فرار اختیار کرے، تم کہو: آمین، میں نے کہا: آمین، پھر آپؐ نے فرمایا: میں اور تم اس امت کے دونگہبان ہیں، پس اللہ لعنت کرے اس شخص پر کہ جو ہم کو کھو دے، تم کہو: آمین، میں نے کہا: آمین۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے دو کہنے والوں کو سنا کہ جو میرے ساتھ آمین کہہ رہے تھے، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ساتھ آمین کہنے والے یہ کون ہیں؟، آپؐ نے فرمایا: جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام۔''

(۵۳)☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: میں جواں مرد ہوں، جواں مرد کا بیٹا ہوں اور جواں مرد کا بھائی ہوں۔ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حسن بن احمد بن ادریس۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے محمد ابن حسین بن ابی الخطاب، یعقوب بن یزید اور محمد بن ابی الصہبان سے، ان تمام نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے جد علیہ السلام سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ رداءِ مُمَشَّق (سرخ رنگ کے گلاب کے رنگ سے رنگین رداء) کے ساتھ باہر تشریف فرما ہوئے، تو اس نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ تو میری طرف اس طرح باہر آئے جیسے جواں مرد ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، اے اعرابی، میں جواں مرد ہوں، جواں مرد کا بیٹا ہوں، جواں مرد کا بھائی ہوں۔'' اس نے کہا: اے محمدؐ! جہاں تک آپؐ کے جواں مرد ہونے کا تعلق ہے وہ تو ہاں، مگر آپؐ جواں مرد کے بیٹے اور جواں مرد کے بھائی کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ عزّ وجلّ کا یہ فرمان سنا کہ: ''قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال له ابراھیم'' (ان لوگوں نے بتایا کہ ایک جواں مرد ہے جو ان کا ذکر کیا کرتا ہے اور اسے ابراہیم کہا جاتا ہے) (سورۂ انبیاء: آیت-۶۰) تو میں ابراہیمؑ کا بیٹا ہوں، اور جہاں تک تعلق جواں مرد کے بھائی کا ہے تو یقیناً منادی نے (جنگ) احد کے دن آسمان میں ندا دی تھی کہ: لا سیف الاّ ذوالفقار لا فتی الاّ علی (کوئی تلوار نہیں ہے سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جواں مرد نہیں ہیں سوائے علی کے) پس علی میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی ہوں۔''

(۵۴)☆ بزرگواری اور مروت کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے ابوقتادۃ قمّی سے کہ جنہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف، راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کے پاس ہم بزرگواری کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے، اس وقت آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ بزرگواری فسق اور فجور سے حاصل ہو سکتی ہے؟ بزرگواری فقط نام ہے کھانا رکھ دینے کا، بخشش کو عطا کرنے کا، نیک اور اچھے کاموں کو انجام دینے کا اور لوگوں کو اذیّت پہنچانے سے باز رہنے کا۔ جہاں تک تعلق فسق و فجور کا ہے (کہ جس کو لوگ بزرگواری و شرافت کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں) تو یہ تو فقط فریب اور عیّاشی ہے۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: ''مُرُوَّت کیا چیز ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ''ہم نہیں جانتے'' آپؑ نے فرمایا: ''مروت، قسم بخدا! مرد کا اپنے کھانے کو

دروازے کی چوکھٹ پر رکھ دینے کا نام ہے۔'' (تا کہ ہر گزرنے والا اس سے فائدہ اٹھا سکے)

(۵۵) ☆ابوتراب کے معنی☆

۱۔[میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے ابوقتادہ قمّی سے انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف اور] ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان العدل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعبّاس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو الحسن عبدی نے، انہوں نے سلیمان بن مہران سے، انہوں نے عبایۃ بن ربعی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کیوں رکھی؟ ابن عباس نے کہا: چونکہ علی علیہ السلام صاحب الارض ہیں اور پیغمبرؐ کے بعد اہل ارض کے اوپر اللہ کی حجّت ہیں، انہی کی وجہ سے زمین کی بقاء ہے اور انہی کی جانب اس کا سکون و برقرار رہنا (محتاج) ہے، اور یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا اور کافر دیکھے گا کہ اللہ تبارک وتعالی نے علیؑ کے شیعہ کے لئے کیا ثواب، مرتبہ اور کرامت آمادہ کی ہے تو وہ کہے گا: ''یا لیتنی کنت ترابا'' (اے کاش میں تراب ہوتا) یعنی اے کاش میں علیؑ کا شیعہ ہوتا (یعنی تراب کا معنی شیعہ اور ابوتراب کا معنی شیعوں کا سرپرست) اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے کہ ''ویقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا'' (اور کافر کہے گا اے کاش میں تراب ہوتا) (سورۂ نبا: آیت-۴۰)

(۵۶) ☆امیر المؤمنین علیہ السلام کے فرمان:
میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید بن کلاب ہوں- کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا علی بن عیسی مجاور- رضی اللہ عنہ- نے کوفہ کی ایک نشست میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن بندار نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن علی مقری سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مالک ابن عطیہ سے، انہوں نے ثویر بن سعید سے، انہوں نے اپنے والد سعید بن علاقہ سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام بصرہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے لوگوں! تم لوگ میرے نسب بیان کرو، پس تم میں سے جو جانتا ہے اسے چاہئے کہ بیان

کرے ورنہ میں خود اپنا نسب بیان کرتا ہوں۔ میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید بن کلاب ہوں۔'' اس موقع پر ابن کوّاء کھڑا ہوا اور امام علیہ السلام سے عرض کیا: اے علیؑ! میں تو آپؑ کے لئے اس کے علاوہ نسب نہیں جانتا ہوں کہ آپؑ علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے لکع (فرومایہ)! بیشک میرے پدر بزرگوار نے میرا نام زید رکھا اپنے جد ''قصی'' کے نام پر اور میرے پدر بزرگوار کا نام عبد مناف تھا مگر ان کی کنیت نے ان کے نام پر غلبہ حاصل کر لیا تھا (اور ابو طالب سے معروف ہو گئے)، اور بیشک عبد المطلب کا نام ''عامر'' تھا مگر لقب نے نام پر غلبہ حاصل کر لیا تھا (اور عبد المطلب کے نام سے معروف ہو گئے)، اور ھاشم کا نام ''عمرو'' تھا مگر لقب نام پر غالب آ گیا تھا اور عبد مناف کا نام ''المغیرہ'' تھا مگر (یہاں پر بھی) لقب نام پر غالب آ گیا تھا اور بیشک قصی کا نام زید تھا مگر عربوں نے ان کا نام قُصَیّ رکھ دیا چونکہ انہوں نے دور کے شہروں کے لوگوں کو مکّہ کی طرف بلایا (اور وہاں آباد کر دیا اور چونکہ دور کو عربی میں ''اقصیٰ'' کہتے ہیں تو اس سے لقب قصی پڑا) پھر لقب اسم پر غالب آ گیا۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا حاکم ابو حامد احمد بن حسین بن حسن بن علی نے بلخ میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد المؤمن بن خلف نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسن بن مہران اصبہانی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسن بن حمزہ بن حماد بن بہرام فارسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو القاسم بن ابان قزوینی نے، انہوں نے ابو بکر ہذلی سے، انہوں نے حسن بن ابی الحسن بصری سے، انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے لوگوں! تم لوگ میرا نسب بیان کرو، جو مجھے جانتا ہے اسے چاہئے کہ میرا نسب بیان کرے ورنہ میں خود نسب بیان کرتا ہوں، میں زید بن عبد مناف بن عامر بن عمرو بن المغیرہ بن زید ابن کلاب ہوں۔'' اس موقع پر ابن کوّاء کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے علیؑ! میں تو آپؑ کے لئے اس کے علاوہ نسب نہیں جانتا ہوں کہ آپ علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یا لکع! بیشک میرے پدر بزرگوار نے میرا نام ''زید'' رکھا ہے اپنے جد ''قصی'' کے نام پر، اور بیشک میرے پدر بزرگوار کا نام ''عبد مناف'' تھا مگر کنیت اسم پر غالب آ گئی (اور ابو طالب سے مشہور ہو گئے) اور بیشک عبد المطلب کا نام ''عامر'' تھا پس لقب نے اسم پر غلبہ حاصل کر لیا اور ھاشم کا نام ''عمرو'' تھا مگر لقب نے اسم پر غلبہ حاصل کر لیا، عبد مناف کا نام ''المغیرہ'' تھا پس لقب نے اسم پر غلبہ حاصل کر لیا، اور قصی کا نام ''زید'' تھا مگر عربوں نے ان کا نام قصی رکھ دیا چونکہ انہوں نے دور کے شہروں (کی آبادی) کو مکہ سے قریب کیا تھا، پس اسم نے لقب پر غلبہ حاصل کر لیا۔'' فرمایا: ''اور عبد المطلب کے لئے دس نام ہیں، جن میں سے: عبد المطلب، شیبہ اور عامر ہیں۔''

(۵۷)☆آل یاسین کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالباقی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن عبدالغنی [انہوں نے کہا:] المغانی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرزاق نے، انہوں نے مندل سے، انہوں نے کلبی سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''سلام علی آل یاسین'' کے سلسلے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے: سلام عالمین کے پروردگار کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اوران کی آل پر اور قیامت میں سلامتی ان کے لئے کہ جو محمدؐ وآل محمدؐ سے دوستی رکھتے ہیں۔''

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسی جلودی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سہل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا خضر بن ابی فاطمہ بلخی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا وھب بن نافع نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا کادح نے، انہوں نے الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، انہوں نے علی علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''سلام علی آل یاسین'' کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور ہم آل یاسین ہیں۔''

۳۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابواحمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسی جلودی بصری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حسین بن معاذ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلیمان بن داود نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حکم بن ظہیر نے، انہوں نے سندی سے، انہوں نے ابومالک سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''سلام علی آل یاسین'' کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ''یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور ہم آل یاسین ہیں۔'' ﴿ابومالک سے نقل یہ روایت بظاہر اہل بیت علیہم السلام کے کسی فرد سے نقل شدہ ہونی چاہیئے ورنہ ''ہم آل یاسین ہیں'' کا معنی غیر واضح ہو جائے گا۔﴾

۴۔ہم سے بیان کیا میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن حسن المؤدب نے، انہوں نے احمد بن علی اصبہانی نے، انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی احمد بن ابی عمر[ۃ] نہدی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے محمد بن السائب سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابن عباس سے، انہوں نے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''سلام علی آل یاسین'' کے سلسلے میں فرمایا: ''(علیٰ آل یاسین سے مراد) علیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔''

۵۔ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ

جلودی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سہل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابراہیم بن معمر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن داھر الاحمری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا اعمش نے، انہوں نے یحییٰ بن وثاب سے، انہوں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے کہ بیشک عمر بن الخطاب پڑھا کرتے تھے: سلام علی آل یاسین۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے کہا کہ: ''آل یاسین آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔''

(۵۸) ☆اس حدیث کے معنی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی گئی کہ: ''تم ایّام سے دشمنی مت کرو ورنہ وہ تم سے دشمنی کریں گے''☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے عبداللہ ابن احمد موصلی سے، انہوں نے صقر بن ابی دلف سے، انہوں نے کہا کہ جب متوکل نے ہمارے سید وسردار امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو (سامرہ) بلایا تھا تو اس وقت میں امام علیہ السلام کی خبر پرسی کے لئے روانہ ہوا۔ صقر کہتے ہیں کہ میری طرف زراقی کی نگاہ پڑی جو متوکل کا دربان تھا، اس نے داخل ہونے کا اشارہ کیا، میں اس کے پاس پہنچا تو وہ بولا: اے صقر! تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: خیر ہے، اے استاد!، اس نے کہا: بیٹھ جاؤ، پس میں (بیٹھ کر) گذشتہ اور آئندہ کے بارے میں سوچنے لگا اور (اپنے آپ سے) کہا: میں نے (یہاں) آنے میں خطا کی ہے۔ صقر کہتے ہیں: جب اس کے یہاں سے لوگ چلے گئے تو اس نے مجھے کہا: کیا حال ہے تیرا؟ اور کس لئے آئے ہو؟ میں نے کہا: مختصر کام سے۔ وہ بولا: شاید تم آئے ہو، تاکہ اپنے مولا کے متعلق دریافت کرو؟ میں نے اس سے کہا: کون ہے میرے مولا؟ میرے مولا تو امیر المؤمنین (حاکم وقت) ہے۔ اس نے کہا: خاموش ہو جا، تیرے مولا ہی حق ہیں، تو مجھ سے ڈر مت، یقیناً میں بھی تمہارے راستے پر ہی ہوں۔ میں نے کہا: الحمدللہ، اس نے کہا: کیا تو انؑ کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے کہا: بیٹھ، جب تک کہ ان کے پاس سے مامور شخص نکل آئے۔ صقر کہتے ہیں: میں بیٹھ گیا، جب وہ نکل گیا تو دربان نے اپنے لڑکے سے کہا: صقر کے ہاتھ کو پکڑ اور اس کو اس زندان کی جانب داخل کر دے کہ جس میں علوی قیدی موجود ہے اور دونوں کو تنہا چھوڑ دے۔ صقر کہتے ہیں: پس اس نے مجھے اس زندان میں داخل کر دیا اور ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا تو میں اس میں داخل ہو گیا۔

صقر کہتے ہیں: میں نے اچانک دیکھا کہ آپ علیہ السلام ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں جبکہ آپ علیہ السلام کے سامنے کھودی ہوئی تیار قبر (موجود) ہے۔ صقر کہتے ہیں: میں نے تسلیم عرض کی، آپؑ نے جواب تسلیم دیا، مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور پھر مجھ سے ارشاد فرمایا: اے صقر! کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے سید وسردار! اس لئے آیا ہوں تاکہ آپؑ کی خیریت معلوم کروں۔ صقر کہتے ہیں: پھر میں نے قبر کی

طرف نگاہ کی تو میں نے گریہ کیا، امام علیہ السلام نے میری طرف نگاہ فرمائی اور فرمایا: اے صقر! تم پر کوئی برائی نہیں ہے، وہ لوگ ہرگز ہم تک کوئی برائی نہیں پہنچا سکیں گے، میں نے عرض کیا: الحمد للہ، پھر میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! ایک حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے روایت کی گئی ہے۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کے معنی کیا ہیں؟، [پس] امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ: ''تم ایام سے دشمنی مت کرو ورنہ وہ تم سے دشمنی کریں گے۔'' اس کے کیا معنی ہیں؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، ایام (سے مراد) ہم ہیں جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں، پس ''سبت'' (سنیچر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موسوم ہے؛ اور ''احد'' (اتوار) امیر المؤمنین علیہ السلام سے، اور اثنین (سوموار) حسن و حسین علیہما السلام سے، اور ''ثلاثہ'' (منگل) علی بن حسین، محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام سے، اور ''اربعاء'' (بدھ) موسی بن جعفر، علی بن موسی اور محمد بن علی علیہم السلام اور مجھ سے، اور ''خمیس'' (جمعرات) میرے بیٹے حسن علیہ السلام سے اور جمعہ میرے بیٹے کے بیٹے سے اور اسی کی طرف حق (والوں) کی جماعت مجتمع ہوگی اور وہی ہے جو زمین کو انصاف اور عدل سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح سے وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی، اور یہ ایام کا مطلب ہے پس تم ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو تو وہ تم سے آخرت میں عداوت نہیں کریں گے۔'' پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جاؤ اور نکلو کہ تمہارے لئے یہ محفوظ جگہ نہیں ہے۔''

(۵۹) ☆اس درخت کے معنی جس سے آدمؑ اور حواء نے کھایا تھا☆

۱۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام الرضا علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! مجھے آپ اس درخت کے بارے میں آگاہ فرمایئے کہ جس سے آدمؑ اور حواءؑ نے کھایا تھا، وہ کونسا درخت تھا؟ لوگ یقیناً اس سلسلے میں اختلاف کا شکار ہیں، پس ان میں سے بعض روایت کرتے ہیں کہ یہ گندم کا تھا، اور بعض روایت کرتے ہیں کہ یہ انگور کا تھا، اور بعض روایت کرتے ہیں کہ یہ حسد کا تھا۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ تمام حق ہیں۔'' میں نے عرض کیا: تو ان مختلف معانی کی کیا وجہ ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے ابا صلت! بیشک جنّت کا درخت کئی اقسام کا حامل ہوتا ہے، تو وہ گندم کا درخت تھا اور اس میں انگور بھی تھے وہ دنیا کے درخت کی مانند نہیں تھا اور بیشک جب اللہ - کہ جس کا ذکر بلند ہے - نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروا کر اور جنّت میں داخل فرما کر عزّت و اکرام بخشا، تو انہوں نے اپنے آپ سے کہا: کیا اللہ نے مجھ سے افضل کسی بشر کو خلق کیا ہے؟، اللہ عزّ وجلّ کو معلوم تھا کہ جو ان کے نفس میں (خیال) واقع ہوا، پس پروردگار نے ندا دی: اے آدم! اپنے سر کو اوپر اٹھاؤ اور گوشۂ عرش کی طرف نگاہ کرو، پس آدمؑ نے اپنے سر کو بلند کیا اور گوشۂ عرش کی طرف نگاہ کی تو اس پر لکھا ہوا پایا: ''کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علی ابن ابی طالبؑ امیر المؤمنین ہیں،

آپؑ کی زوجہ فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؑ اور حسینؑ اہل جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ پس آدمؑ نے عرض کیا: اے پروردگار! یہ لوگ کون ہیں؟ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: اے آدم! یہ تیری ذریّت ہیں اور یہ تم سے اور میری تمام مخلوق سے زیادہ بہتر (وافضل) ہیں، اور اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں خلق کرتا نہ جنّت کو خلق کرتا نہ (جہنم کی) آگ کو، نہ آسمان کو اور نہ زمین کو، تم ان کی جانب حسد کی آنکھ سے دیکھنے سے بچو، پس (اگر تم نہ بچے تو) میں تمہیں اپنے جوار سے نکال دوں گا۔'' پس آدمؑ نے ان کی جانب حسد کی آنکھ سے نگاہ کی اور ان کی منزلت کی تمنّا کی تو شیطان ان پر مسلط ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے اس درخت میں سے کچھ کھا لیا جس سے پروردگار نے روکا تھا اور شیطان نے حوّاء پر تسلط حاصل کر لیا تو انہوں نے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی جانب حسد کی آنکھ سے دیکھا یہاں تک کہ انہوں نے (بھی) درخت سے کچھ کھا لیا جس طرح سے آدمؑ نے کھایا تھا تو اللہ نے ان دونوں کو اپنی جنّت سے نکال دیا اور اپنے جوار سے زمین کی جانب نیچے اتار دیا۔''

(۶۰) ☆ان کلمات کے معنی جو آدمؑ نے اپنے ربّ سے سیکھے جن پر انہوں نے توبہ کی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی بن فضل بن عبّاس بغدادی نے، انہوں نے کہا کہ میں نے پڑھا احمد بن محمد بن سلیمان بن حارث کے ساتھ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن خلف عطّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین الاشقر نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن ابی المقدام نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عبّاس سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا کہ جو آدم نے اپنے ربّ سے سیکھے جس پر انہوں نے توبہ کی۔ فرمایا: آدمؑ نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے سوال کیا کہ پروردگار تو میری توبہ قبول فرما پس اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے عبّاس بن معروف سے، انہوں نے بکر بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوسعید مدائنی نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فتلقّی آدم من ربّہ کلمات'' (پھر آدم نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی) (سورۂ بقرہ- آیت-۳۷) کے بارے میں فرمایا: آدمؑ نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے (توبہ کا) سوال کیا۔''

(۶۱)☆''کلمات التقوی'' کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عمر حافظ نے مدینۃ السلام میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن قاسم بن زکریا ابوعبداللہ اور حسین بن علی سلولی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن سلولی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا صالح بن ابی الاسود نے، انہوں نے ابوالمظفر مدینی سے، انہوں نے سلام الجعفی سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد الباقر علیہ السلام سے، آپ علیہ السلام نے ابو بردہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ عزّ وجلّ نے علیؑ کے سلسلے میں ایک عہد کا وعدہ لیا۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! اس (عہد) کو میرے لئے روشن فرما، پروردگار نے فرمایا: سن، میں نے عرض کیا: میں سن رہا ہوں، فرمایا: بیشک علی ہدایت کا پرچم ہے، میرے دوستوں کا امام ہے، میرے اطاعت گزاروں کا نور ہے، یہ وہ کلمہ ہے کہ جس کو میں نے متقیوں کے لئے لازم کر دیا ہے، جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔''

(۶۲)☆ان کلمات کے معنی جن کے ذریعے ابراہیمؑ کا ان کے ربّ نے امتحان لیا تو انہوں نے پورا کر دیا☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حمزہ بن قاسم علوی عباسی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مالک کوفی فزاری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن زید الرّیات نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زیاد الازدی نے، انہوں نے مفضّل بن عمر سے، انہوں نے الصادق امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''و اذ ابتلی ابراھیم ربّہ بکلمات'' (اور جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا) (سورۂ بقرہ: آیت-۱۲۴) یہ کلمات کیا ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہی کلمات ہیں جو آدمؑ نے اپنے ربّ سے سیکھے تھے جس پر انہوں نے توبہ کی اور آدمؑ نے عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے کہ تو میری توبہ قبول فرما، پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔'' میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! تو اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''اتمھنّ'' (انہوں نے پورا کر دیا) کے کیا معنی ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یعنی انہوں نے ان کو پورا کر دیا قائم علیہ السلام تک کے لئے بارہ اماموں کو نو اولاد حسین علیہ السلام سے ہیں۔'' مفضّل کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! آپؐ مجھے اللہ عزّ وجلّ کے قول: '' و جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ''

(اور انہوں نے اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دیا) (سورۂ زخرف-۴۳: آیت ۲۸) کے متعلق باخبر کیجئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یعنی یہ امامت ہے کہ اللہ نے جس کو حسینؑ کی اولاد میں قیامت کے دن تک کے لئے قرار دیا ہے۔'' راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! یہ کیسے ہوا کہ امامت حسینؑ کی اولاد میں منتقل ہوگئی حسنؑ کی اولاد میں نہ ہوئی جبکہ دونوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند اور آپؐ کے نواسے اور اہل جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک موسیٰؑ اور ھارونؑ دونوں نبی، رسول اور بھائی تھے، پس اللہ نے نبوت کو ھارون کی صلب میں قرار دیا موسیٰ کی صلب میں نہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ: اللہ نے ایسا کیوں کیا؟ بیشک امامت اللہ عزّ وجلّ کی خلافت ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ: کیوں اللہ نے حسینؑ کے صلب میں قرار دیا اور حسنؑ کے صلب میں نہیں قرار دیا چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اپنے کاموں میں حکیم ہے اس کے فعل کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا جبکہ لوگ (اس قابل ہیں کہ) ان سے سوال کیا جائے۔''

اللہ تعالیٰ کے قول: ''و اذ ابتلی ابراھیم ربّہ بکلمات فاتمھنّ'' کے لئے ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی جو ذکر کئے گئے وہ اس کے اصلی معنی ہیں۔ امتحان کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک اللہ- کہ جس کا ذکر بلند ہے- پر محال ہے اور دوسری قسم جائز ہے۔ جہاں تک تعلق اس قسم کا ہے جو محال ہے وہ یہ ہے کہ خدا بندے کی آزمائش کرے تاکہ اُس بات کو جان لے کہ جو ایام اس شخص کے متعلق ظاہر کرنے والے ہیں، یہ قسم (پروردگار کے امتحان کی قسم بننے کی) صلاحیت نہیں رکھتی چونکہ اللہ عزّ وجلّ پوشیدہ باتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے؛ اور امتحان کی دوسری قسم یہ ہے کہ پروردگار اس کو مبتلا کرے اور وہ اس بلا و امتحان پر صبر کرے، پس پروردگار اب اس کو جو نعمت بخشے گا وہ اس کے مستحق ہونے کی وجہ سے ہوگی اور یہ امتحان اس وجہ سے ہوگا تاکہ دیکھنے والا اس کی طرف نگاہ کرے اور اس صبر میں اسکی پیروی کرے۔ تو معلوم ہوگیا کہ اللہ عزّ وجلّ کی حکمت میں سے ہے کہ وہ اسباب امامت کو یکجا نہیں کرتا سوائے اس کی جانب کہ جو مختلف اوقات میں ظاہر ہونے والی آزمائشوں پر مضبوطی دکھانے والا اور مستقل مزاج ہو۔

(۱) جہاں تک ''کلمات'' کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

(۲) اور ان میں سے دوسرا یقین ہے اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول متوجہ کر رہا ہے کہ: و کذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین ''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے اختیارات دکھلاتے ہیں اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہوجائے۔'' (سورۂ انعام-آیت-۷۵)۔

(۳) اور ان میں سے تیسرا خدائے باری تعالیٰ کے قدیم ہونے کی، اس کی وحدانیت کی، اس کے تمام اقسام کی شباہتوں سے پاک ہونے کی معرفت ہے یہاں تک کہ جب ابراہیمؑ نے ستاروں، چاند اور سورج کی طرف نگاہ فرمائی تو آپؑ نے ان میں سے ہر ایک کے ڈھلنے اور غروب ہوجانے کے ذریعے ان کے حادث ہونے پر استدلال قائم کیا اور ان کے حادث ہونے کے ذریعے سے ان کو حدوث و وجود بخشنے والے محدث پروردگار کے وجود پر استدلال قائم کیا۔ پھر ابراہیمؑ نے (قوم کو سمجھانے کی خاطر) اپنے آپ کو (مخاطب کر کے) آگاہ کردیا کہ نجوم کے

لئے (خدا کا) حکم لگانا خطا و غلطی ہے جیسے کہ اس بات کی طرف اللہ عزّ وجلّ کا قول متوجہ کر رہا ہے: "فنظر نظرة فی النجوم ☆ فقال انی سقیم" (پھر ابراہیم نے ستاروں میں دقتِ نظر سے کام لیا اور کہا کہ میں بیمار ہوں) (سورۂ صافات - آیات - ۸۸،۸۹)۔ اور اللہ سبحانہ نے یہاں پر ایک نظر کی بات کہی چونکہ ایک نظر و نگاہ خطا کا سبب نہیں بنتی ہے بلکہ دوسری نگاہ کے بعد خطا کا موجب بنتی ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول دلالت کر رہا ہے کہ جب آپؐ نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا: "اے علی! پہلی نگاہ تمہارے فائدہ میں ہے اور دوسری نگاہ تمہارے نقصان میں ہے نہ کہ تمہارے فائدے میں۔"

(۴) ان میں سے ایک شجاعت ہے اور یقیناً زمانے کے حالات نے اس بات کو روشن کر دیا کہ جس پر اللہ عزّ وجلّ کے قول کی دلیل موجود ہے: اذقال لا بیه وقو مه ما هذه التما ثیل التی انتم لها عاکفون. قالوا وجدنا اٰبائونا لها عابدین. قال لقد کنتم انتم واٰبائو کم فی ضلال مبین. قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین. قال بل ربکم رب السمٰوت والارض الذی فطرهن واناعلیٰ ذٰلکم من الشا هدین. وتاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تو لوا مدبرین. وجعلهم جذاذاً الا کبیراً لهم لعلهم الیه یرجعون. "جب انہوں نے اپنے مربی باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے گرد تم حلقہ باندھے ہوئے ہو ☆ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو بھی انہی کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے ☆ ابراہیم نے کہا کہ یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہو ☆ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کوئی حق بات لے کر آئے ہیں یا خالی کھیل تماشہ ہی کرنے والے ہیں ☆ ابراہیم نے کہا کہ تمہارا حقیقت میں رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا ربّ ہے اور اسی نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور میں اسی بات کے گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں ☆ اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کے بارے میں تمہارے چلے جانے کے بعد کوئی تدبیر ضرور کروں گا ☆ پھر ابراہیمؑ نے ان کے بڑے کے علاوہ سب کو چور چور کر دیا کہ شاید یہ لوگ پلٹ کر ان کے پاس آئیں ☆" (سورۂ انبیاء - آیات - ۵۲ تا ۵۸)۔ صرف ایک اکیلے مرد کا اللہ عزّ وجلّ کے ہزاروں بندوں کے سامنے مضبوطی دکھانا شجاعت کا کمال ہے۔

(۵) پھر حلم اس کے معنی کو شامل کر لیتا ہے جیسے کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: ان ابراهیم لحلیم اوّاه منیب. "بیشک ابراہیم بہت ہی دردمند اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے" (سورۂ ہود - آیت - ۷۵)

(۶) پھر سخاوت ہے کہ جس کو بیان کیا گیا ہے: هل اتک حدیث ضیف ابراهیم المکرمین. "کیا تمہارے پاس ابراہیم کے محترم مہمانوں کا ذکر پہنچا ہے" (سورۂ ذاریات - آیت - ۲۴)

(۷) پھر گھر والوں اور رشتہ داروں سے دوری جیسا کہ یہ معنی اس آیت میں شامل ہیں: فلما اعتزلهم وما یعبدون من دون اللہ "پھر جب ابراہیمؑ نے انہیں اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا" (سورۂ مریم - آیت ۴۹)

(۸) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا. یا ابت انی قدجآء نی من العلم مالم یا تک فاتبعنی اهدک صراطً سویا. یا ابت لا تعبد الشیطٰن.

ان الشیطن کان الرّحمٰن عصیا، یا ابت انی اخاف ان یمسک عذ اب من الرحمٰن فتکون للشیطٰن ولیاً. ''اے میرے مربی باپ! ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کے کام آنے والا ہے☆ میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے لہذا آپ میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردوں گا☆ بابا شیطان کی اطاعت نہ کیجئے کہ شیطان رحمان کی نافرمانی کرنے والا ہے☆ بابا مجھے یہ خوف ہے کہ آپ کو رحمان کی طرف سے کوئی عذاب اپنی گرفت میں نہ لے لے اور آپ شیطان کے دوست قرار پائیں☆'' (سورۂ مریم: آیات-۴۲ تا ۴۵)

(۹) برائی کا اچھائی سے بدلہ دینا اور یہ اس وقت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سے ان کے مربی باپ نے کہا: اراغب انت عن الھتی یآبر اھیم لئن لم تنتہ لا رجمنک واھجرنی ملیا. ''کیا تم میرے خداؤں سے کنارہ کشی کرنے والے ہو تو یاد رکھو کہ اگر تم اس روش سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔'' (سورۂ مریم: آیت-۴۶) تو اپنے مربی باپ کو جواب میں آپؑ نے فرمایا: سَلٰم علیک سا ستغفر لک ربی. انہ کان بی حفیاً۔ ''سلامتی ہو آپ پر، میں عنقریب اپنے ربّ سے آپ کے لئے مغفرت طلب کروں گا کہ وہ میرے حال پر بہت مہربان ہے۔'' (سورۂ مریم: آیت-۴۷)

(۱۰) توکّل کہ جس کا بیان (قران میں) ابراہیمؑ کی زبانی ہے: الذی خلقتنی فھو یھدین. والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین. والذی یمیتنی ثم یحیین. والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین ''جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور پھر وہی ہدایت بھی دیتا ہے☆ وہی کھانا دیتا ہے اور وہی پانی پلاتا ہے☆ اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے☆ وہی موت دیتا ہے اور پھر وہی زندہ کرتا ہے☆ اور اسی سے یہ امید ہے کہ روز حساب میری خطاؤں کو معاف کردے☆'' (سورۂ شعرا: آیات: ۷۸ تا ۸۲)

(۱۱) پھر حکمت اور صالحین سے منسوب ہونا جیسا کہ (قران میں) ابراہیمؑ کا جملہ ہے: رب ھب لی حکماً والحقنی با لصالحین ''خدایا مجھے علم و حکمت عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کردے۔'' (سورۂ شعرا: آیت-۸۳) یعنی ایسے صالحین کے ساتھ کہ جو فیصلہ نہیں کرتے مگر اللہ عزّ وجلّ کے حکم کے مطابق اور جو اپنی آراء اور اپنی قیاس کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے حق میں ان کے سچّے ہونے کی بعد آنے والی حجتیں بھی گواہی دیتی ہیں کہ جس کا بیان (قران میں) ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے کہ: واجعل لسان صدق فی الآخرین ''اور میرے لئے آئندہ نسلوں میں سچی زبان اور ذکر خیر قرار دے۔'' (سورۂ شعرا: آیت-۸۴) اور انہوں نے اپنی دعا میں اس امّت فاضلہ میں سچی زبان کا ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالی نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کے لئے اور ان کے علاوہ اپنے دیگر انبیاء کے لئے آنے والی نسلوں میں سچی زبان کو قرار دیا اور وہ علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں کہ جو اللہ تعالی کے اس قول کے مطابق ہے: ''و جعلنا لھم لسان صدق علیا'' (اور ہم نے ان کے لئے صداقت کی بلند ترین زبان قرار دے دی) (سورۂ مریم: آیت-۵۰)

(۱۲) پھر اپنی جان کے سلسلے میں آزمائش کہ جب آپؑ کو منجنیق میں رکھا گیا اور اس کے ذریعے سے آگ میں پھینکا گیا۔

(۱۳) پھر بیٹے کے سلسلے میں آزمائش کہ جب ان کے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۱۴) پھر اپنی اہلیہ کے مسئلہ میں آزمائش کے جب اللہ نے ان کی حرمت واحترام کو عزارۃ القبطی کے ہاتھ سے چھڑا دیا اس روایت کی بنیاد پر کہ جو اس قصے کے سلسلے میں نقل کی گئی ہے۔

(۱۵) پھر سارہ کی بداخلاقی پر صبر۔

(۱۶) پھر اطاعت میں انکساری کا اظہار جیسا کہ (قران میں) آپؑ کا جملہ ہے: ولا تخزنی یوم یبعثون ''اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جب سب قبروں سے اٹھائے جائیں گے'' (سورۂ شعرا: آیت-۸۷)

(۱۷) پھر برائیوں سے دور ہونا جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کے قول میں ہے: ما کان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً وما کان من المشرکین ''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی، وہ مسلمان حق پرست اور باطل سے کنارہ کش تھے اور وہ مشرکین میں سے ہرگز نہیں تھے۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۶۷)

(۱۸) پھر کلمات کی تمام شرائط کا اجتماع اس قول میں کہ: ان الصلاتی و نسکی و محیایٰ و مماتی للہ رب العالمین۔ ''میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی، میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔'' (سورۂ انعام: آیت-۱۶۲) تو یقیناً اس قول میں کہ ''میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے'' میں اطاعت کی تمام کی تمام شرائط جمع ہوگئی ہیں یہاں تک کہ کلمات کے متعلق دور رہنے والی کوئی چیز نہ دور رہی اور ان کے معانی کے متعلق غائب رہنے والی کوئی چیز نہ غائب رہی، پھر اللہ عزّ وجلّ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا کہ جب انہوں نے عرض کیا: رب ارنی کیف تحیِ الموتیٰ ''پروردگار مجھے یہ دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۲۶۰)

یہ آیت متشابہ ہے، اس کا مطلب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیفیت کے متعلق سوال کیا، اور کیفیت اللہ عزّ وجلّ کے افعال میں سے ہے کہ جب کوئی صاحب علم اس (کیفیت کی حقیقت) کو نہ جانتا ہو تو کوئی عیب اس سے ملحق نہیں قرار پاتا اور نہ (ہی اس کے نہ جاننے سے) پروردگار کی توحید میں کوئی نقص عارض ہوتا ہے۔

پس اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: اولم تو من قال بلیٰ ''کیا تمہارا ایمان نہیں ہے۔ عرض کیا ایمان تو ہے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۲۶۰) یہ ہر اس شخص کے لئے کہ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے عمومی شرط ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک سے سوال کیا جائے کہ ''کیا تمہارا ایمان نہیں ہے؟'' تو واجب ہے کہ کہے: ''ایمان تو ہے'' جیسا کہ ابراہیمؑ نے کہا۔

اور جب اللہ عزّ وجلّ نے بنی آدم کی تمام روحوں سے کہا کہ: الست بربکم قالوا بلیٰ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا بیشک'' (سورۂ اعراف: آیت-۱۷۲) سب سے پہلے جنہوں نے ''بیشک ہے'' کہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تھے، تو اس ''بیشک ہے'' کہنے میں سبقت کی وجہ سے آپؐ اولین وآخرین کے سید وسردار اور تمام انبیاء ومرسلین سے افضل ہوگئے۔

پس جو اس مسئلہ میں ابراہیمؑ والا جواب (کہ بیشک ایمان ہے) کو اپنا جواب نہیں قرار دیتا اس نے یقیناً ابراہیمؑ کی ملّت سے

اعراض کیا، اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه ''اور کون ہے جو ملّت ابراہیم سے اعراض کرے مگر یہ کہ اپنے ہی کو بیوقوف بنائے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۰)

(۱۹) پھر اللہ عزّ وجلّ نے ان کو دنیا میں منتخب فرمالیا اور پھر آخرت کے سلسلے میں ان کے حق میں گواہی دی کہ بیشک وہ صالحین میں سے ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: لقد اصطفینٰه فی الدنیا وانه فی الآخرة لمن الصالحین ''اور ہم نے انہیں دنیا میں منتخب قرار دیا ہے اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۰) صالحین وہ انبیاء اور ائمہ صلوات اللہ علیہم ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے اوامر و نواہی کو حاصل کرتے ہیں اور اس کی جانب سے لوگوں میں اصلاح کے لئے کوشاں ہیں۔

(۲۰) وہ دین خدا کے سلسلے میں رائے اور قیاس سے اجتناب فرماتے تھے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کا قول ہے: اذقال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین ''جب ان سے ان کے پروردگار نے کہا کہ اپنے کو میرے حوالے کر دو تو انہوں نے کہا کہ میں ربّ العالمین کے لئے سراپا تسلیم ہوں۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۱)

(۲۱) پھر ان کے بعد والے انبیاء علیہم السلام کا پیروی و اقتداء کرنا جیسا کہ پروردگار کا قول ہے: وصی بها ابراهیم بنیه و یعقوب یبنیّ ان الله اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون ''اور اسی بات کی ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اے میرے فرزندو! اللہ نے تمہارے لئے دین کو منتخب کر دیا ہے اب اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک واقعی مسلمان نہ ہو جاؤ۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۲)، اور اللہ عزّ وجلّ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے قول کہ: ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا. و ما کان من المشرکین. ''اس کے بعد ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کے طریقہ کا اتباع کریں کہ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔'' (سورۂ نحل: آیت-۱۲۳) اور اللہ عزّ وجلّ کا یہ قول: ملة ابیکم ابراهیم هو سمکم المسلمین ''یہ تمہارے بابا ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی مسلمان رکھا ہے۔'' (سورۂ حج: آیت-۷۸)۔

وہ کلمات جو امام کے لئے بطور شرط قرار پائے ہیں حاصل ہو گئے کہ جس امام کی جانب امّت دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کے لئے محتاج ہوتی ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا قول: ''و من ذریّتی'' (اور میری ذریّت؟) میں ''من'' حرف تبعیض (بعض یا کچھ کے معنی دینے والا) ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جملہ مسلمان ذریّت میں سے بعض افراد امامت کے مستحق ہیں اور بعض اس کے مستحق نہیں ہیں اور یہ معنی اس لئے حاصل ہو رہے ہیں کہ یہ محال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام امامت کی دعا کافر کے حق میں یا اس مسلمان کے حق میں کریں جو معصوم نہیں ہے، اس وجہ سے یہ بات صحیح ہو جائے گی کہ بابِ تبعیض (کہ جس کی طرف من اشارہ کر رہا ہے) خاص مؤمنین کے لئے واقع ہوا ہے، اور خاص، خاص بنے ہیں کفر سے دوری کی وجہ سے، پھر کبیرہ گناہوں سے اجتناب کے ذریعے سے وہ خاص میں بھی خاص ترین ہو گئے ہیں، پھر معصوم تو خاص ترین میں بھی خاص ہے۔ اور اگر تخصیص کے لئے اس سے بلند کوئی اور صورت ہوتی تو یقیناً وہ بھی اوصافِ امام میں سے قرار پاتی۔

اور یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی ذریّت میں سے قرار دیا ہے جبکہ وہ ان کے بعد اس (نسل میں آنے والی) بیٹی کے بیٹے تھے، تو جب بیٹی کے بیٹے کو ذریّت میں سے قرار دینا صحیح ہے اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریّت کے حق میں امامت کی دعا کی ہے تو ضروری ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی امامت کو اپنی ذریّت میں سے معصومین میں قرار دینے کے سلسلے میں ان کی قدم بقدم پیروی کریں، بعد اس کے کہ اللہ عزّ وجلّ اس بات کی جانب وحی فرما چکا ہے اور اس بات پر حکم دے چکا ہے اپنے اس قول سے کہ: ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا۔ ''اس کے بعد ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کے طریقہ کا اتباع کریں کہ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔'' (سورۂ نحل: آیت-۱۲۳)۔ اور اگر پیغمبر اسلامؐ اس کی مخالفت کرتے تو اس آیت کے حکم میں داخل ہو جاتے کہ: ومن یرغب عن ملة ابراهیم الامن سفه نفسه ''اور کون ہے جو ملّت ابراہیم سے اعراض کرے مگر یہ کہ اپنے ہی کو بیوقوف بنائے۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۳۰) اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس بات سے بہت بلند و بالا ہیں (کہ حکم خدا کی مخالفت کریں)۔ پس اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین امنوا ''یقیناً ابراہیم سے قریب تر ان کے پیروکار ہیں اور پھر یہ پیغمبر اور صاحبان ایمان ہیں۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۶۸)۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذریّت کے والد ہیں کہ امامت کو ان میں قرار دیا گیا ہے اور ان کے بعد ان کی معصوم ذریّت میں قرار دیا گیا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے: لاینال عهدی الظالمین ''یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔'' (سورۂ بقرہ: آیت-۱۲۴) یعنی اس کی وجہ سے امامت کی صلاحیت وہ شخص نہیں رکھتا کہ جس نے پلک جھپکنے تک ہی کسی معبود ناحق یا بت کی پرستش کی ہو یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا ہو، اگرچہ اس کے بعد وُہ اسلام لے آیا ہو۔

ظلم کسی چیز کو اپنی جگہ کے بجائے دوسری جگہ رکھ دینے کا نام ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ان الشرک لظلم عظیم ''بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔'' (سورۂ لقمان: آیت-۱۳)۔

اور اسی طرح وہ شخص امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ جو کسی حرام کام کا مرتکب ہوا ہو چاہے وہ حرام کام چھوٹا ہو یا بڑا اور اگرچہ بعد میں وہ اس پر توبہ کر لے اور اسی طرح سے وہ شخص کہ جس کی خود کی گردن پر حد ہو وہ دوسروں پر حد جاری نہیں کر سکتا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام نہیں ہو سکتا سوائے معصوم کے اور عصمت معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے زبانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس پر نص و تصریح نہ ہو جائے چونکہ عصمت خلقت ظاہر میں نہیں ہوتی کہ آپ اس کو سیاہی، سفیدی اور اس طرح کی چیزوں کی طرح دیکھ سکیں، پس یہ تو غائب و مخفی چیز ہے کہ جس کی غیب کے عالم اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے معرفت کروائے بغیر معرفت حاصل نہیں کی جا سکتی۔

(۶۳)☆"الکلمۃ الباقیۃ فی عقب ابراہیم" کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسی بن عمران نخعی نے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول :"و جعلها كلمة باقية في عقبه" (اور انہوں نے اس پیغام کو اپنی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا) (سورۂ زخرف: آیت-۲۸) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ امامت ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے اس کو نسلِ حسین علیہ السلام میں قیامت کے دن تک باقی قرار دیا۔"

(۶۴)☆عصمتِ امام کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد ابن عاصم طریفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زید بن علی کے غلام عباس بن یزید بن حسن کحال نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسی بن جعفر علیہما السلام نے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "امام ہم میں سے نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ معصوم، اور عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہوتی کہ اس کے ذریعے سے پہچانی جا سکے اور اس وجہ سے معصوم نہیں ہوتا ہے مگر جس کے بارے میں نص آ گئی ہو۔" پس عرض کیا گیا: یا ابن رسول اللہؐ! معصوم کے کیا معنی ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "یہ وہ ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہو، اور اللہ کی رسّی قران ہے کہ یہ دونوں قیامت کے دن تک جدا نہیں ہوں گے، اور امام قران کی طرف ہدایت کرتا ہے اور قران امام کی طرف ہدایت کرتا ہے اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول کے مطابق ہے: "انّ هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم." (بیشک یہ قران اس راستہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے) (سورۂ اسرا: آیت-۹)۔

۲۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن حنوطی کے نام سے معروف علی بن فضل بن عباس بغدادی نے (شہرِ) ری میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن [احمد بن] سلیمان بن حارث نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن خلف عطار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین الاشقر نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ھشام بن حکم سے کہا کہ تمہارے قول: "یقیناً امام نہیں ہوتا ہے مگر معصوم" کے کیا معنی

ہیں؟، ھشام بن حکم نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''معصوم اللہ کی مدد سے اللہ کی حرام کردہ تمام چیزوں سے بچنے والا ہوتا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط المستقیم ''اور جو خدا سے وابستہ ہو جائے سمجھو کہ اسے سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی گئی۔'' (سورۂ آل عمران: آیت-۱۰۰)۔

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے کہا کہ: میں نے ھشام بن حکم کے ساتھ طویل میل ملاپ کے درمیان امام کی عصمت کے متعلق اس کلام سے زیادہ بہتر کسی چیز کو نہیں سنا اور نہ ہی اس سے اچھی کسی چیز سے استفادہ کیا، یقیناً میں نے ایک دن امام کے متعلق سوال کیا کہ کیا وہ معصوم ہوتا ہے؟ تو ھشام بن حکم نے کہا: ہاں، میں نے کہا: ان میں عصمت کی کیا صفات ہیں؟ اور کس چیز کے ذریعے عصمت کو پہچانا جاتا ہے؟ پس ھشام بن حکم نے کہا: ''بیشک تمام گناہوں کے لئے چار بنیادیں ہیں اور پانچویں کوئی بنیاد نہیں ہے: (۱) حرص، (۲) حسد (۳) غضب (۴) شہوت۔ یہ چیزیں امام میں نہیں ہوتیں یہ ممکن نہیں ہے کہ امام دنیا کا حریص ہو جبکہ دنیا تو اس کی انگشتری و مُہر کے تحت (اس کے تسلط میں) ہوتی ہے چونکہ امام مسلمانوں کا محافظ وخازن ہوتا ہے تو پھر وہ کس چیز کی حرص ولالچ کرے گا؟ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ امام حسد کرنے والا ہو چونکہ انسان ہمیشہ اپنے اوپر والے سے حسد کرتا ہے اور امام سے اوپر کوئی ہے ہی نہیں، تو وہ اس سے کیسے حسد کرے گا کہ جو اس سے کمتر ہے؟ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دنیا کے امور میں سے کسی چیز کے لئے غضب اور غصّے کا شکار ہو مگر یہ کہ اس کا غضب اللہ عزّ وجلّ کے لئے ہوتا ہے یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے اس پر حدود کو قائم کرنا فرض کر دیا ہے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے متاثر نہیں ہوتا اور اس کے دین کے سلسلے میں (سزا دیتے وقت) کسی قسم کی مہربانی نہیں دکھاتا یہاں تک کہ اللہ عزّ وجلّ کی حدود کو قائم کر دیتا ہے۔

اور اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شہوات وخواہشات کی پیروی کرے اور دنیا کو آخرت پر اثر انداز ہونے دے چونکہ اللہ عزّ وجلّ نے آخرت کو اس کی جانب اتنا ہی محبوب بنا دیا ہے جتنا دنیا کو ہماری طرف محبوب بنا دیا ہے کہ وہ آخرت کی طرف اسی انداز سے نگاہ کرتا ہے جس طرح ہم دنیا کی طرف نگاہ کرتے ہیں، تو کیا تم نے کسی ایک کو بھی دیکھا ہے کہ جو قبیح چہرے کی خاطر خوبصورت چہرے کو، کڑوے کھانے کی خاطر (مزیدار) پاکیزہ کھانے کو، سخت اور کھردرے لباس کی خاطر نرم وملائم لباس کو اور زوال پذیر اور فنا ہونے والی دنیا کی خاطر دائمی اور باقی رہنے والی نعمت کو ترک کر دے؟

اس کتاب کے مصنف ابوجعفرؒ فرماتے ہیں: امام کی عصمت پر دلیل یہ ہے کہ جب ہر کلام اس کے کہنے والے کی جانب سے نقل کیا جائے تو اس میں کئی قسم کی تاویلات کا احتمال ہوتا ہے۔ اور قران وسنت کے اکثر حصّے میں تمام فرقوں کا اجماع ہے کہ وہ صحیح ہے اور اس میں نہ تغیّر واقع ہوا ہے، نہ تبدیلی واقع ہوئی ہے، نہ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی کمی ہوئی ہے جب کہ اس میں کئی قسم کی تاویلات کا احتمال ہے اور اس بنا پر لازم وضروری ہے کہ کوئی ایسا سچی خبر دینے والا ہو جو عمداً جھوٹ اور غلطی سے معصوم ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے قران وسنت میں جو معنی

مراد لئے ہیں اس کی حقیقت وسچائی کے ساتھ خبر دینے والا ہو، چونکہ مخلوقات اپنی الگ الگ تاویل رکھتے ہیں اور ہر فرقہ قران اور سنت کا ہی اپنے مذہب میں رغبت رکھنے میں سہارا لیتا ہے، پس اگر اللہ تبارک وتعالی مخلوق کو اسی حالت میں بغیر کسی قران وسنت کے سلسلے میں سچی خبر دینے والے کے چھوڑ دیتا تو (گویا) اس نے خود اپنے دین میں اس اختلاف کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے خود لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دی ہے کہ اپنی مرضی سے تاویلات کریں چونکہ اس نے ایک ایسی کتاب کو نازل فرمایا ہے جس میں تاویلات کا احتمال ہے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک ایسی سنت کو جاری کیا ہے کہ جس میں بھی تاویلات کا احتمال ہے جبکہ پروردگار نے ان دونوں - کتاب وسنت - کے مطابق عمل کرنے کا امر فرمایا ہے۔ تو گویا پروردگار نے فرمایا: ''تم لوگ تاویل کرو اور عمل کرو'' اور (اگر ایسا ہو جائے تو) اس میں متضاد باتوں اور حق اور خلاف حق دونوں پر عمل کرنے کو جائز قرار دینا ہے۔

مگر جب اللہ عزّ وجلّ کے سلسلے میں یہ بات محال ہے تو لازم ہے کہ وہ قران اور سنت کے ساتھ ہر زمانہ میں ایسے شخص کو معین فرمائے کہ جو ان تاویلات کو چھوڑ کر جس کا احتمال قران کے (ظاہری) الفاظ دے رہے ہیں اللہ عزّ وجلّ نے قرآن میں اپنے کلام سے جن معانی کو مراد لیا ہے ان کو واضح وروشن کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی سنّت سے اور اپنی روایتوں سے جو معانی مراد لئے ہیں اس کو بیان وواضح کرے ان تاویلات کو چھوڑ کر کہ جس کا احتمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ان روایتوں - کہ جن کے صحتِ نقل پر اجماع ہے - کے (ظاہری) الفاظ سے پیدا ہو رہا ہے۔

اور جب پروردگار کے لئے لازم قرار پایا کہ ایک مخبرِ صادق کو قرار دے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخبر صادق اللہ عزّ وجلّ کی کتاب کے سلسلے میں مرادِ پروردگار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی روایتوں اور سنت کے سلسلے میں مرادِ رسولؐ کی خبر دینے میں نہ تو عمداً جھوٹ بولتا ہو اور نہ ہی غلطی کا مرتکب ہوتا ہو۔

ان باتوں میں سے جو اس دلیل کو مضبوط بناتی ہیں یہ بات بھی ہے کہ ہمارے مخالفین کے نزدیک بھی یہ (عقیدہ) جائز نہیں ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے قران کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کے لئے نازل کیا ہو مگر نبیؐ اس میں موجود نہ ہو اور خدا نے ان لوگوں پر جو کچھ قران میں ہے اس پر حق وصداقت کے ساتھ عمل کرتے ہوئے بندگی بجالانے کی ذمہ داری عائد کی ہو۔ (یعنی فقط قران آجائے اور پیغمبرؐ نہ آئے اور لوگوں سے کہا جائے کہ عمل کرو) تو جس طرح یہ جائز نہیں ہے کہ پروردگار کسی قوم پر قران نازل کرے جبکہ نہ کوئی ناطقِ قران ہو، نہ کوئی قران کو ظاہر کرنے والا ہو، نہ اس میں موجود وہ باتیں کہ جن کو سمجھنے سے لوگ عاجز ہیں کی تفسیر کرنے والا ہو اور نہ اس کی مختلف معانی بتانے والا ہو۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ پروردگار ہم پر قران پر عمل کرنے کی ذمہ داری لگا دے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا نہ ہو جو ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قائم مقام اپنی قوم اور اپنے اہل زمان کے درمیان بنے کہ جو ناسخ ومنسوخ، خاص وعام اور ان معانی کو بیان کرنے والا ہو جو اللہ عزّ وجلّ نے اپنے کلام سے مراد لئے ہیں جو ان معانی سے ہٹ کر ہیں کہ تاویلات جن کا احتمال دے رہی ہے، (یہ ویسا ہی ہو) جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان تمام باتوں کو اپنے اہل زمان کے لئے بیان فرماتے رہے، اور یہ بات قانون عقل وقانون دین کے تحت لازم ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے: بیشک وہ جو ہماری ان باتوں میں رہنمائی کر سکتی ہے کہ جس میں ہم قران کے متشابہ کے علم اور ان معانی کے علم کی طرف محتاج ہوتے ہیں جو اللہ نے کتاب کے ظاہری معنی سے ہٹ کر مراد لیا ہیں وہ امّت ہے۔

(جواب) امّت کا اختلاف اور بذات خود پوری امّت کی اپنے برخلاف اس بات پر گواہی کہ قران کی آیتوں میں سے کثیر آیتوں کے ان معانی سے وہ ناواقف ہیں جو اللہ عزّ وجلّ نے اس سے مراد لیا ہے (آپ کی) اس بات کی تکذیب کرتا ہے۔ اور یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ امّت اس قابل نہیں ہے کہ قران کے بیان میں اللہ عزّ وجلّ کے بارے میں کسی مراد تک پہنچائے اور امّت اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قائم مقام نہیں بن سکتی۔

اگر کوئی دلیری دکھانے والا دلیری دکھائے اور کہے: یقیناً یہ ممکن ہے کہ قران نبیؐ کے زمانہ میں نازل ہوا اور قران کے ساتھ نبی موجود نہ ہو اور پروردگار لوگوں پر قران میں موجود باتوں پر اس بات کے باوجود کہ اس میں احتمال تاویل ہے عمل انجام دینے کا حکم دے دے۔ تو اس سے کہا جائے گا: چلیں اس کو مان لیتے ہیں! اب اگر قران کے معانی کے سلسلے میں اختلاف واقع ہو جائے جیسا کہ اس زمانہ میں واقع ہوا ہے تو پھر اس وقت وہ لوگ کیا کریں گے؟ پس اگر وہ کہے: (وہی کریں گے) جو آج لوگ کرتے ہیں۔ تو اس سے کہا جائے گا: وہ بات جس کو آج لوگ انجام دیتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ امّت میں سے ہر فرقے نے تاویل کو اپنی طرح پکڑا ہوا ہے اور اس پر عمل پیرا ہے اور اسی کی بنیاد پر مخالف فرقے کو گمراہ قرار دیا جاتا ہے اور ان کے برخلاف گواہی دی جاتی ہے کہ وہ حق پر نہیں ہے۔

پس اگر وہ کہے: یقیناً یہ ممکن ہے کہ اول اسلام میں بھی اسی طرح سے ہو اور بیشک یہ اللہ کی حکمت میں سے ہے اور اس کا لوگوں کے درمیان یہ عدل ہے!! تو وہ عظیم خطا و اشتباہ کا شکار ہو گیا ہے اور میں مخلوقات میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتا جو اس کی بات کو مانے۔ (پھر بھی جواب دیتے ہوئے) اس سے اس موقع پر کہا جائے گا: وہ ہمیں بتائے کہ جب اہل زبان عرب فصحاء کے لئے تو گنجائش ہے کہ وہ قران کی تاویل کریں اور ان میں سے ہر کوئی عربی زبان کے اعتبار سے اپنی تاویل پر عمل کرے مگر لوگوں میں سے وہ افراد کیا کریں جو عربی زبان کو نہیں جانتے؟ ترک اور فارس کے عجمی کیا کریں؟ اور اس بات کے علم کی طرف جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کر دیا ہے کس کی طرف رجوع کریں؟ اور وہ کس فرقے کو قبول کریں جب کہ تاویل میں فرقوں کے درمیان اختلاف ہے، اور جب آپ نے ہر فرقے کے لئے مباح قرار دے دیا کہ وہ اپنی تاویل کے مطابق عمل کرے تو پھر آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ عجمی کو اور عربی نہ سمجھنے والے کو یہ حق دیں کہ وہ جس فرقے کی چاہے پیروی کرے اور [ورنہ] اگر آپ نے عربی نہ سمجھنے والے کے لئے لازمی کر دیا کہ وہ بعض فرقوں کی پیروی کر سکتا ہے اور بعض کی نہیں تو پھر آپ پر لازم آئے گا کہ آپ ان بعض فرقوں کو حق پر سمجھتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں، پس اگر آپ نے حق کسی ایک فرقے میں قرار دیا اور دوسرے میں نہیں قرار دیا تو پھر آپ کی وہ بات ہی ٹوٹ گئی، جس پر آپ نے اپنے کلام کی بنیاد رکھی تھی اور آپ کی دلیل اس بات پر قرار پائے گی کہ اسی فرقے کے ساتھ حق کی نشانی اور حجّت ہے جو اس کو دوسروں سے جدا کر رہی ہے۔ اور یہ بات آپ کے نظریہ سے ہم آہنگ نہیں ہے چونکہ آپ نے تو تمام فرقوں کو باوجود اس کے کہ ان کی تاویلات آپس میں ٹکراؤ رکھتی ہیں حق کے سلسلے میں مساوی قرار دیا ہے۔

اور اس بنیاد پر آپ کے لئے یہ بھی لازم آئے گا کہ آپ عجمی اور فصیح عربی سے نافہم کے لئے یہ حق قرار دیں کہ وہ جس فرقے کی چاہے اتباع کرے۔ اور جب آپ یہ کام کریں تو پھر آپ پر لازم آئے گا کہ اس زمانے میں آپ اپنے مخالفین پر ذمہ داری کے اعتبار سے الزام تراشی نہ کریں چاہے وہ شیعہ ہو، خوارج سے ہو، تاویلات کرنے والا ہو اور آپ کے تمام مخالفین جو فرقہ رکھتے ہیں اور وہ بدعت ایجاد کرنے والے جو آپ کی مخالفت میں فرقہ نہیں رکھتے (بلکہ آپ کے ہم فرقہ ہیں)۔ اور یہ بات (کہ تمام فرقوں کو حق پرست قرار دینا) تو اسلام کو ناقص بنانا اور اجماع سے خارج ہونا ہے۔ اور آپ سے کہا جائے گا: آپ کی اس عطا کردہ بات پر (اس نتیجے کو نکالنے پر) انکار نہیں کیا جائے گا (گویا) اللہ عزّ وجلّ نے مخلوق پر ان باتوں کی بندگی کی ذمہ داری ڈالی ہے جو ایک ایسی مطلق کتاب میں ہے کہ کسی ایک کے لئے بھی اس میں موجود باتوں کو (سمجھ کر) پڑھنا ممکن نہیں ہے اور اس نے (گویا کہ) لوگوں کو حکم کیا ہے کہ خود ہی بحث کریں اور نتیجہ نکالیں اور ہر فرقہ جو کچھ قران میں دیکھے اس پر عمل کرے۔ اگر آپ نے اس بات کو جائز و ممکن قرار دیا تو پھر آپ نے اللہ عزّ وجلّ پر عبث کام کو ممکن قرار دیا چونکہ ایسا کرنا تو عبث کام کرنے والے کی صفت ہے۔ اور آپ پر لازم آئے گا کہ آپ جائز قرار دیں ہر اس شخص پر جو اپنی عقل سے کسی چیز میں نظریہ رکھتا ہے اور دین کے امور میں خود ہی سے اچھائی نکالتا ہے وہ اس عقیدہ کو اپنائے رکھے چونکہ یہ سب مساوی ہیں اور سب کے لئے مباح قرار پایا ہے کہ وہ حلال اور حرام کے اصول اور فروع میں اپنی آراء کے مطابق عمل پیرا ہوں، اور ان کے لئے مباح قرار پایا ہے کہ وہ اپنی عقلوں کے ذریعے سے توحید وغیرہ جیسے تمام اصول دین اور فروع دین میں اپنا نظریہ قائم کریں اور یہ بھی کہ وہ جن چیزوں کو اچھا سمجھیں اور جو چیز ان کے نزدیک حق قرار پائے اس کے مطابق عمل کریں۔ پس اگر آپ نے اس چیز کو جائز و ممکن قرار دیا تو (گویا کہ) آپ نے اللہ عزّ وجلّ پر یہ جائز و ممکن قرار دیا کہ وہ مخلوق کے لئے مباح قرار دے کہ وہ اسے دو کا دوسرا مانے (دو خداؤں کا قائل ہو جائے)، ناپسندیدہ باتوں کا معتقد ہو جائے اور جلالت و عزّت والے باری تعالی کا انکار کر دے۔ اور یہ اس گفتگو کا نتیجہ نکلے گا۔ جو شخص اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کتاب (قران) پر احتمالِ تاویل کے باوجود اور اپنے معانی کو سمجھانے کے لئے ہمارے لئے کسی مخبر صادق کے بغیر ہم پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ڈالے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو بھی اس کی اجازت دے، اور جب وہ اس طرح کی چیز کی اجازت دے دے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ عزّ وجلّ ہر فرقے کے لئے مباح قرار دے گا کہ جس بات کو وہ اپنی نگاہ اور تاویل کے مطابق سمجھے عمل کرے چونکہ لوگوں کے لئے اس کے علاوہ چارہ نہیں ہے چونکہ جب ان کے پاس اس بات پر کہ یہ تاویل اس تاویل سے افضل ہے اور اس تاویل سے زیادہ صحیح ہے کوئی حجّت موجود نہیں ہے۔ اور جب یہ چیز مباح ہو جائے گی تو ان کی پیروی کرنا ان لوگوں کے لئے مباح قرار پائے گا جو عربی زبان کی معرفت نہیں رکھتے اور جب (اُس زمانہ کے) ان لوگوں کے لئے یہ جائز ہو گیا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ پروردگار اس زمانہ میں ہمارے لئے بھی جائز قرار دے۔ اور جب یہ بات قران کے سلسلے میں جائز ہو گئی تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ بات حلال اور حرام کے اصول اور عقلی قیاس آرائیوں میں بھی مباح قرار پائے، اور یہ بات (بالآخر) مکمل طور سے دین سے خارج کر دے گی۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس کی بنیاد پر واجب و ضروری قرار پاتا ہے کہ قران اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث کی ترجمانی کرنے

والا کوئی ہو اور یہ بھی واجب ہے کہ وہ معصوم ہو، تا کہ اس کے قول کو قبول کرنا ضروری قرار پائے اور جب اس کا معصوم ہونا ضروری ہے تو پھر یہ بات باطل قرار پائے گی کہ اس سے امّت مراد ہو چونکہ ہم نے بیان کر دیا کہ امّت قران واحادیث کی تاویلات میں اختلاف رکھتی ہے اور اس سلسلے میں آپس میں تنازع کا شکار ہے اور بعض بعض کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ضروری ہے کہ یقیناً وہ معصوم وہی ایک ہو کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور وہ امام ہے۔ اور یقیناً ہم نے اس بات پر دلیل قائم کر دی کہ بیشک امام نہیں ہوتا ہے مگر معصوم اور ہم نے یہ بھی دکھا دیا کہ جب عصمت امام میں ہونا لازم ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس امام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے نص قائم ہو جائے چونکہ عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہوتی کہ مخلوق اس کو مشاہدے سے پہچان لے تو ضروری ہے کہ اس عصمت پر غیب کا علم رکھنے والا اللہ تبارک وتعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان سے نص قائم کر دے اور یہ اس لئے کہ امام نہیں ہوگا مگر یہ کہ جس پر نصِ صریح قائم ہو چکی ہو۔ اور ہمارے حق میں نص صحیح قرار پا گئی ان دلیلوں کی بنیاد پر کہ جن کو ہم نے بیان کیا اور ان صحیح روایتوں کی بنیاد پر جن کو ہم نے روایت کیا۔

(۶۵) ☆ نبیؐ جس صلب کے توسط سے نازل ہوئے، جس بطن نے آپؐ کو اٹھایا اور جس دامن نے آپؐ کی کفایت کی اس پر (جہنم کی) آگ حرام ہے۔ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے علی بن حسّان واسطی سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن کثیر ہاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! بیشک اللہ جلّ جلالہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: یقیناً میں نے (جہنم کی) آگ کو اس صلب و پشت پر حرام قرار دیا ہے کہ جس کے توسط سے تجھے نازل کیا اور اس بطن وشکم پر جس نے تجھے اٹھایا اور اس دامن پر کہ جس نے تیری کفالت کی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے جبرئیل! اس کو میرے لئے بیان کرو، جبرئیلؑ نے عرض کیا: جہاں تک اس صلب کا تعلق ہے کہ جس کے توسط سے پروردگار نے آپؐ کو نازل فرمایا تو اس سے مراد عبداللہ ابن عبدالمطلبؑ ہیں، اور جہاں تک تعلق اس بطن وشکم کا ہے کہ جس نے آپ کو اٹھایا تو اس سے مراد آمنہؑ بنت وھب ہیں، اور جہاں تک تعلق اس دامن کا ہے کہ جس نے آپؐ کی کفالت کی تو اس سے مراد ابو طالبؑ بن عبدالمطلبؑ اور فاطمہؑ بنتِ اسدؑ ہیں۔''

(۶۶)☆ان کلمات کے معنی کہ جس میں اللہ عزّ وجلّ نے آدم علیہ السلام کے لئے تمام خیر کو جمع کر دیا ہے☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن موسی بن جعفر بن ابی جعفر کمندانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی اشعری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد الرحمٰن بن ابی نجران نے، انہوں نے عاصم بن حمید سے، انہوں نے محمد بن قیس سے، انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالی نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے آدم! بیشک میں نے تمہارے لئے تمام خیر کو چار کلموں میں جمع کر دیا ہے: ایک میرے لئے، ایک تمہارے لئے، ایک اس میں جو میرے اور تیرے درمیان ہے اور ایک اس میں جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے۔ جو میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کر اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، اور وہ جو تیرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ میں تیرے عمل کا بدلہ اس چیز کو قرار دوں گا جس کی جانب تو سب سے زیادہ محتاج ہوگا، اور وہ جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تجھ پر لازم ہے کہ دعا کر اور مجھ پر لازم ہے کہ قبول کروں اور وہ جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو لوگوں کے حق میں اسی بات پر راضی ہو جس سے تو اپنے حق میں راضی ہوتا ہے۔

(۶۷)☆''ایسا کفر جو شرک کی حد تک نہیں پہنچتا'' کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رضی اللہ عنہما- نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نضر بن شعیب نے، انہوں نے عبد الغفار جازی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا انہوں نے جن سے میں نے سوال کیا-یعنی امام صادق علیہ السلام- کہ کیا کوئی کفر ایسا ہو سکتا ہے کہ جو شرک کی منزل تک نہ پہنچے؟، آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''کفر ہی شرک ہے۔'' پھر آپؑ کھڑے ہوئے، پس مسجد میں داخل ہوئے اور میرے طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: ''ہاں، کوئی شخص ایک بات کو اپنے ساتھی کی طرف پہنچائے، لیکن وہ اس کو پہچان (اور سمجھ) نہیں پاتا اور اس کو رد کر دیتا ہے، تو یہ وہ نعمت ہے کہ جس کا اس نے کفر کیا ہے اور یہ کفر شرک کی حد تک نہیں پہنچا۔''

(۶۸)☆رِجس کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔رضی اللہ عنہما۔نے،ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے،انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نضر بن شعیب نے،انہوں نے عبدالغفار جازی سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھّر کم تطھیراً" (سورۂ احزاب: آیت-۳۳) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''رِجس یعنی شک''۔

(۶۹)☆ابلیس کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی۔رضی اللہ عنہ۔نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود عیاشی نے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن حسن بن علی بن فضّال نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ولید نے،انہوں نے عباس بن ھلال سے،انہوں نے ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ذکر فرمایا: ''بیشک ابلیس کا نام ''حارث'' ہے،اللہ عزّ وجلّ کا قول: یا ابلیس کے معنی فقط اے نافرمان ہے،اور چونکہ اللہ عزّ وجلّ کی رحمت سے وہ مایوس ہو گیا اس وجہ سے اس کا نام ابلیس رکھا گیا۔''

(۷۰)☆ابلیس کا سرمہ،ابلیس کا معجون اور ابلیس کی خوشبو کے معنی☆

۱۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن محمد سے،انہوں نے ابن فضّال سے،انہوں نے سلسلے کو بلند کیا ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی جانب کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ابلیس کے لئے سرمہ،معجون اور خوشبو ہے،پس اس کا سرمہ جمائی (حواس کی سستی) ہے،اس کا معجون جھوٹ ہے اور اس کی خوشبو تکبر ہے۔''

(۷۱)☆رجیم کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن احمد شیبانی -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سہل بن زیاد نے، انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد عسکری علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''رجیم کے معنی ہیں کہ وہ (شیطان) لعنت کے ذریعے سنگسار کیا گیا ہے اور نیکی کے مقامات سے دور کیا گیا ہے اور مؤمن اس کا تذکرہ نہیں کرتا ہے مگر لعنت کے ساتھ اور بیشک اللہ کے علم میں پہلے سے ہے کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو آپؑ کے زمانے میں کوئی مؤمن باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ پتھروں سے اس (شیطان) کو سنگسار کرے گا، جس طرح سے اس سے پہلے اسے لعنت کے ذریعے سنگسار کیا گیا تھا۔''

(۷۲)☆کنزالحدیث کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے سرخس میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابولبید محمد بن ادریس شامی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ھاشم بن عبدالعزیز مخزومی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعید بن ابی مریم نے، انہوں نے یحییٰ بن ایوب سے، انہوں نے خالد بن یزید سے، انہوں نے عبداللہ بن مشروح سے، انہوں نے ربیعہ بن یوراء سے، انہوں نے فضالہ بن عبید سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو کنزالحدیث (اپنی باتوں کو قابل قدر بنانا) چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ ''لاحول و لاقوۃ الاّ باللہ'' (کوئی طاقت نہیں ہے اور نہ کوئی قوت ہے سوائے اللہ کی مدد کے) کہے۔''

(۷۳)☆حفاظت کرنے والی چیزوں کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم اور احمد بن محمد بن عیسی سے، ان تمام نے علی بن حکم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعد ابن طریف اسکاف سے، انہوں نے اصبغ سے، انہوں نے امیرالمؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب دنیا سے جائے تو گناہوں سے اسی طرح سے پاک وخالص ہو کر جائے جس طرح سے خالص سونا کہ جس میں کوئی کھوٹ نہ ہو، اور (اس عالم میں دنیا سے جائے کہ) کوئی اس سے کسی قسم کے حق (کی کوتاہی کے سلسلے میں حق) کا تقاضا کرنے والا نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز کے

بعد" نسبتہ اللہ عزوجلّ" (سورۂ توحید): "قل ھو اللہ احد" بارہ دفعہ پڑھے، پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلائے اور کہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاسْمِکَ الْمَکْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ الطَّاھِرِ الطُّھْرِ الْمُبَارَکِ وَ اَسْاَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ وَ سُلْطَانِکَ الْقَدِیْمِ یا وَاھِبَ الْعَطَایَا یَا مُطْلِقَ الاُسَارٰی یَا فَکَّاکَ الرِّقَابِ مِنَ النَّارِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَخْرِجْنِیْ مِنَ الدُّنْیَا آمِناً وَ اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ سَالِماً وَ اجْعَلْ دُعَائِیْ اَوَّلَہٗ فَلَاحاً وَ اَوْسَطَہٗ نَجَاحاً وَ آخِرَہٗ صَلَاحاً اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ" (پروردگار میں سوال کرتا ہوں تیرے پوشیدہ، مخزون، پاکیزہ، پاک کرنے والے، مبارک نام کے واسطے سے اور میں سوال کرتا ہوں تیرے عظیم نام اور قدیم وازلی بادشاہت کے واسطے سے، اے انعامات بخشنے والے، اے اسیروں کو آزاد کرنے والے، اے (جہنم کی) آگ سے (غلاموں کی) گردنوں کو رہائی دینے والے، رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور میری گردن کو (جہنم کی) آگ سے رہائی بخش دے، اور مجھے دنیا سے امن کی حالت میں نکال اور مجھے جنّت میں سلامتی کی حالت میں داخل فرما اور قرار دے میری دعاء کے آغاز کو فلاح، درمیان کو کامیابی اور آخر کو صلاح واصلاح، بیشک تو پوشیدہ باتوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے۔) پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ ان مخبیات (حفاظت کرنے والی چیزوں) میں سے ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے سکھائی تھیں اور حکم دیا تھا کہ میں یہ حسنؑ اور حسینؑ کو سکھاؤں۔"

(۷۴) ☆ سید الاستغفار کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حاکم عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن حسن نیشاپوری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو یزید ہروی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سلمہ بن شبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن منیب عدنی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سری بن یحییٰ نے، انہوں نے ھشام سے، انہوں نے ابوزبیر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سید الاستغفار (طلب مغفرت کا سردار) کو سیکھو (جو یہ ہے): "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اَنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ." (پروردگار تو میرا ربّ ہے، کوئی معبود نہیں ہے سوائے تیرے، تو نے مجھے خلق کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد سے منسلک ہوں، تیری نعمتیں مجھ تک پہنچ رہی ہیں اور میرے گناہ تجھ تک پہنچ رہے ہیں، پس مغفرت فرما میرے حق میں کہ کوئی تمام گناہوں کی مغفرت نہیں کرتا سوائے تیرے۔)

(۷۵)☆امام صادق علیہ السلام کے قول: تم ''منّانین'' ہونے سے بچو'' کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے، انہوں نے علی بن میسرہ سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ ''منّانین'' ہونے سے بچو۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے، اس کی کیفیت کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی (کسی کام کی غرض سے) چلے پھر چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پیروں کو تکیے کہ اوپر اٹھا کر رکھے اور پھر کہے: پروردگار! میں فقط تیری خوشنودی کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

(۷۶)☆مکافاۃ اور شکر کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبیداللہ بن عبداللہ دھقان نے، انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے، انہوں نے عمر بن اذینہ سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ویسا ہی سلوک کرے کہ جیسا اس کے ساتھ کیا گیا ہے تو وہ فقط برابری کرنے والا ہے اور جو دو چند کرے وہ شکر کرنے والا ہے اور جو شکر کرتا ہے وہ کریم ہوتا ہے، اور جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ اپنے نفس کے (فائدہ کے) لئے ہے تو وہ لوگوں کے شکر کا منتظر نہیں رہتا اور نہ ان سے محبت میں اضافہ کا خواہش مند ہوتا ہے، جان لے کہ بیشک تیری طرف اپنی حاجت کو طلب کرنے والے نے اپنے چہرے کو تیرے چہرے کے سامنے عزت واحترام کے ساتھ پیش نہیں کیا ہے، تو (تجھے چاہئے کہ) اس کی حاجت روائی کر کے اس کی عزت واکرام کر۔''

(۷۷)☆اس علم کے معنی جس سے جاہل رہنے سے کوئی نقصان نہیں اور جس کو جاننے کا کوئی نفع نہیں ہے☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید نے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ دھقان سے، انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے، انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے، انہوں نے ابوالحسن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں

تشریف فرما ہوئے تو اس وقت ایک شخص کو کچھ لوگ گھیرے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا :علاّمہ، یارسول اللہؐ!، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''علاّمہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: عربوں کے نسب، ان کے واقعات، ایّام جاہلیت اور اشعار کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ ایسا علم ہے کہ جس کے لاعلم ہونے سے کوئی نقصان نہیں ہے اور جس کے جاننے سے کوئی نفع نہیں ہے۔''

(۷۸)☆منافق کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب [آپؑ سے] ان بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے عرض کیا: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں یا ابن رسول اللہؐ! میں اپنے بارے میں منافق ہونے پر خوف زدہ ہوں (کہ کہیں میں منافق تو نہیں ہوں) آپؑ نے اس سے فرمایا: ''جب تم دن میں یا رات میں اپنے گھر میں تنہا ہوتے ہو تب کیا نماز نہیں پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: یقیناً (پڑھتا ہوں)، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کس کے لئے پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: اللہ عزّ وجلّ کے لئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تو پھر تم کیسے منافق ہو سکتے ہو جبکہ تم اللہ عزّ وجلّ کے لئے نماز پڑھ رہے ہو نہ کہ اس کے غیر کے لئے؟۔''

(۷۹)☆مرض میں شکوئی کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے، انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''شکوئی فقط تمہارا کہنا - کہ: یقیناً مجھے ایسی بلا میں مبتلا کر دیا گیا کہ جس میں کوئی بھی مبتلا نہیں ہوا یا تمہارا کہنا: یقیناً مجھ تک ایسی چیز پہنچی جو کسی تک نہیں پہنچی ہے، لیکن تمہارا کہنا کہ گزشتہ رات میں جاگتا رہا، آج دن بھر بخار میں رہا اور اس جیسے جملے یہ شکوئی نہیں ہے۔''

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابومحمد انصاری -اور وہ خیر پر تھے-، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوالیقظان عمار الاسدی نے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر مؤمن اپنے رب عزّ وجلّ کو قسم دے کہ وہ اسے موت نہ دے تو خدا اسے کبھی بھی موت نہیں دے گا مگر جب اس کا موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ عزّ وجلّ اس کی جانب دو ریحوں (ہواؤں) کو بھیجتا ہے: ایک ریح کہ جس کو ''منسیہ'' کہا جاتا ہے اور دوسری ریح کہ جس کو ''مسخیہ'' کیا جاتا ہے، ریحِ منسیہ اس شخص کے لئے اس کے گھر والوں اور مال کو بھلا دیتی ہے اور روحِ مسخیہ اس کے نفس کو دنیا سے ہٹا دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو اختیار کر لیتا ہے جو اللہ تبارک وتعالی کے پاس ہیں۔''

(۸۱) ☆امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: لوگ دو قسم کے ہیں: ایک راحت پہنچانے والے اور دوسرے راحت پانے والے- کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ہمارے بعض اصحاب نے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''لوگ دو قسم کے ہیں: ایک راحت پہنچانے والے اور دوسرے راحت پانے والے، وہ لوگ جو راحت پانے والے ہیں وہ مؤمن ہیں کہ جب وہ مرجاتے ہیں تو دنیا اور اس کی برائی سے راحت پاتے ہیں اور وہ جو راحت پہنچانے والا ہے وہ کافر ہے کہ جب وہ مرجاتا ہے تو درخت، چوپائے اور لوگوں میں سے بہت سوں کو (مرکے) راحت پہنچاتا ہے۔''

(۸۲) ☆سرّ اور اخفی کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسی بن سعدان حنّاط نے، انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے، انہوں نے عبداللہ

بن مسکان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''یعلم السرّ واخفی'' (سورۂ طٰہٰ: آیت-۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''السرّ'' (سے مراد) وہ چیز ہے جس کو تم اپنے نفس میں چھپاتے ہو اور ''اخفی'' (سے مراد) وہ چیز ہے جسے تم اپنے ذہن سے گزارتے ہو اور پھر اسے فراموش کر دیتے ہو۔''

(۸۳)☆نبطی کے اعرابی بننے اور اعرابی کے نبطی بننے کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے عثمان بن عیسی سے، انہوں نے فرات بن احنف سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کرتے ہوئے کہا: بیشک ہمارے پاس کچھ ایسے افراد ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں شیطان کے شر سے، سلطان کے شر سے، نبطی کے شر سے کہ جب وہ اعرابی بن جائے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، کیا میں تمہیں اس میں اضافہ نہ کر دوں؟'' اس شخص نے کہا: یقیناً، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اور اعرابی سے جب وہ نبطی بن جائے''۔ پس میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جو شخص اسلام میں داخل ہو گیا اور پھر ہمارے غیر کے سرپرست ہونے کا دعویٰ کیا تو یقیناً یہ ہجرت کے بعد اعرابی بن گیا تو یہ نبطی ہے کہ جو اعرابی بن گیا۔ اور اعرابی اس وقت نبطی بن گیا جب اس نے اس کی ولایت کا اقرار کیا کہ جس کی وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہوا تھا پس اس نے ہمیں چھوڑ کر ان (کی ولایت) کا دعویٰ کیا تو یقیناً وہ نبطی بن گیا۔''(۱)

(۱) نبطی کا لفظ اصل میں تو ان غیر عربوں کے لئے استعمال ہوتا تھا کہ جو عراق کے سرحدی علاقوں کی وادی میں سکونت پذیر تھے اور اسی طرح سے اعرابی بدو عربوں کے لئے استعمال ہوتا تھا، پھر یہ دونوں لفظ حق سے انکار کرنے والوں کے لئے استعمال ہونے لگے اور اب اس سے مراد مخصوص کسی علاقے کے لوگ نہیں بلکہ منکرانِ حق ہیں۔-مترجم۔

(۸۴)☆اس روایت کے معنی جس میں کہا گیا کہ عورت کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی نہ تو نیک عورت کی اور نہ ہی بدعورت کی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے،انہوں نے محمد بن علی کوفی سے،انہوں نے عثمان بن عیسی سے،انہوں نے عبداللہ بن سنان سے،انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا:''عورت فقط گلے کا ہار ہے تو تم غور کرو کہ کس کو گلے میں ڈال رہے ہو،اور عورت کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں ہے نہ تو نیک عورتوں کے لئے اور نہ ہی بری عورتوں کے لئے (چونکہ) جو صالح و نیک عورتیں ہیں ان کی قیمت سونا اور چاندی نہیں ہیں چونکہ وہ سونا اور چاندی سے بہتر ہیں اور جو بری اور فسادی عورتیں ہیں ان کی قیمت خاک بھی نہیں ہے چونکہ خاک اس سے بہتر ہے۔''

(۸۵)☆اللہ عزّ وجلّ سے مشورے کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے،انہوں نے محمد بن علی کوفی سے،انہوں نے عثمان بن عیسی سے،انہوں نے ھارون بن خارجہ سے،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا:''جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ اس سلسلے میں لوگوں میں سے کسی سے بھی مشورہ نہ کرے جب تک کہ اللہ عزّ وجلّ سے مشورہ نہ کر لے۔''میں نے عرض کیا:اللہ عزّ وجلّ کا مشورہ کیا ہے؟امام علیہ السلام نے فرمایا:''وہ کام کی ابتداء کرے تو سب سے پہلے اس سلسلے میں اللہ سے طلب خیر کرے،پھر اس معاملے میں (لوگوں سے) مشورہ لے،جب وہ ابتداء اللہ عزّ وجلّ سے کرے گا تو اللہ تعالی اس کے حق میں خیر کو اپنی مخلوقات میں سے اس شخص کی زبان پر جاری کر دے گا جس کو وہ محبوب جانتا ہے۔''

(۸۶)☆حرج کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے،انہوں نے حسن بن علی بن فضّال سے،انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے،انہوں نے زرارہ سے،انہوں نے عبدالخالق بن عبدربّہ

سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "ومن یرد ان یضلّہ یجعل صدرہ ضیّقا حرجا" (اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے) (سورۂ انعام: آیت-۱۲۶) کے سلسلے میں روایت کیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: "سینہ کبھی کبھی تنگ ہوتا ہے پھر بھی اس کے لئے ایسا راستہ ہوتا ہے کہ جس سے سن اور دیکھ سکتا ہے جبکہ حرج ایسی تنگی اور دشوار گزاری ہوتی ہے کہ اس میں کوئی ایسا راستہ نہیں ہوتا کہ [جس سے] سن سکے اور نہ کوئی اس کے دیکھنے کی راہ ہوتی ہے۔"

۲۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطّار نے نیشاپور میں سن تین سو باون (۳۵۲) میں، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن موسی الرضا علیہما السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام" (پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے) (سورۂ انعام: آیت-۱۲۶) کے سلسلے میں روایت کیا ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "خدا جسے دنیا میں ایمان کے ذریعے سے جنّت کی طرف اور اپنے کرامت کے گھر آخرت میں ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے تاکہ اللہ کو تسلیم کرے، اس پر بھروسہ کرے اور سکون اور ٹھہراؤ دکھائے اس ثواب پر کہ جس کا پروردگار نے اس سے وعدہ کیا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی جانب مطمئن ہو جائے۔ اور خدا جس کو اپنی جنّت اور آخرت میں کرامت کے گھر سے گمراہ کر دیتا ہے تو وہ خدا کا کفر و انکار کرتا ہے اور دنیا میں اس کی نافرمانی کرتا ہے کہ (جس کے نتیجے میں) پروردگار اس کے سینے کو تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے کفر کے سلسلے میں (بھی) شک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے دل کے عقیدوں میں اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ یہ اس کے جیسا ہو جاتا ہے کہ جو آسمان میں چڑھ رہا ہو (کہ جتنا اوپر جانے کی کوشش کرے گا نیچے ہی آئے گا) اسی طرح اللہ نے رجس و پلیدگی کو ان لوگوں کے ساتھ قرار دیا ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے۔"

(۸۷) ☆ناموں میں سب سے سچّا اور اچھا نام- کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضّال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے معمر بن عمر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ناموں میں سب سے سچا نام وہ ہے جو عبودیت و بندگی کی طرف موسوم ہوتا ہو اور ناموں میں سب سے اچھے نام انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ہیں۔"

(۸۸)☆غیب اور شہادت کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "عالم الغیب و الشهادة" (سورۂ جمعہ:۸) کے سلسلے میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "غیب وہ چیز ہے جو نہیں تھی اور شہادت وہ چیز ہے جو یقیناً تھی۔"

(۸۹)☆"خائنۃ الاعین" کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد- رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن مسلمہ جریری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "یعلم خائنة الاعین" (سورۂ مؤمن:۱۹) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے ایسے شخص کی جانب نہیں دیکھا جو کسی چیز کی طرف اس طرح نگاہ کرتا ہے کہ گویا اس کی طرف نگاہ نہیں کر رہا پس یہ "خائنۃ الاعین" ہے۔"

(۹۰)☆قنطار کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسن بن علی سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جو شخص سو آیتوں کی تلاوت کے ساتھ رات میں نماز پڑھے تو اللہ اس کے حق میں پوری رات (عبادت کرتے ہوئے) جاگنا تحریر فرمائے گا۔اور جو شخص رات میں دو سو آیتیں نماز شب کے علاوہ تلاوت کرے گا تو اللہ تعالی اس کے حق میں لوحِ محفوظ میں نیکیوں میں سے قنطار تحریر فرمائے گا، اور قنطار بارہ سو (۱۲۰۰) اوقیہ کا ہوتا ہے اور اوقیہ احد کے پہاڑ سے بڑا ہے۔"

۲۔ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار

نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے یحییٰ حلبی سے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے سعد بن طریف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رات میں دس آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے غافلین میں سے نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص پچاس آیات کی تلاوت کرے تو اسے ذاکرین میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے قانتین (رات بھر عبادت کرنے والوں) میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص دو سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے خاشعین میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص تین سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے فائزین (کامیاب ہونے والوں) میں سے لکھا جائے گا اور جو شخص پانچ سو آیتوں کی تلاوت کرے تو اسے مجتہدین (کوشش کرنے والوں) میں سے لکھا جائے گا اور جو ہزار آیتوں کی تلاوت کرے تو اس کے حق میں قنطار لکھا جائے گا۔ اور قنطار پانچ ہزار مثقال سونے کا ہے اور مثقال چوبیس قیراط کا ہے اور ان میں سب سے چھوٹا قیراط احد کے پہاڑ کی مانند ہے اور ان میں سب سے بڑا جو کچھ آسمان و زمین میں اس کی مقدار میں ہے۔''

(۹۱) ☆''بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام'' کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری سے، انہوں نے العباس بن معروف سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ما جعل اللہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة ولا حام'' (سورۂ مائدہ: آیت-۱۰۳) کے سلسلے میں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک جاہلیت کے زمانے والے جب کوئی اونٹنی ایک پیٹ سے دو بچوں کو جنم دیتی تو کہتے: وصلت (کہ یہ اونٹنی وصیلہ ہے) تو اس کو ذبح کرنا حلال نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کھانا اور جب اونٹنی دس بچوں کو جنم دے دیتی تو اس کو ''سائبہ'' قرار دیتے اور اس کی پشت کو اور اس کے کھانے کو حلال نہیں جانتے تھے اور ''الحام'' (اونٹنیوں کے ساتھ وطی کے لئے استعمال ہونے والا) نر اونٹ ہے کہ جس کو وہ لوگ حلال نہیں جانتے تھے تو اللہ عزّ وجلّ نے نازل فرمایا کہ ان میں سے کسی چیز کو اس نے حرام نہیں قرار دیا ہے۔''

یقیناً روایت کیا گیا ہے کہ ''بحیرہ'' اس اونٹنی کو کہتے ہیں کہ جس نے پانچ دفعہ بچوں کو جنم دیا ہو اور اگر پانچواں بچہ مذکر ہو تو لوگ اسے نحر کر دیتے اور اس کا گوشت مرد اور عورت سب کھاتے اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہو تو وہ لوگ اس کے کان کو ''بحر'' کرتے تھے یعنی اس میں شگاف کرتے تھے اور اس اونٹنی کا گوشت اور دودھ عورتوں اور مردوں پر حرام ہوتا تھا اور جب وہ اونٹنی مر جاتی تو عورتوں کے لئے حلال ہو جاتی۔ اور سائبہ اس اونٹ کو کہا جاتا تھا کہ اس کی کسی شخص کے سلسلے میں نذر مانی جاتی تھی کہ اگر اللہ عزّ وجلّ نے اس کو مرض سے سلامتی عطا کر دی یا اللہ تعالی

نے اسے اپنے گھر پہنچا دیا تو وہ یہ کام انجام دیں گے (کہ اونٹ کو سائبہ بناتے ہوئے آزاد کر دیں گے کہ جہاں سے چاہے کھائے پیئے) اور وصیلہ کا تعلق بھیڑ بکریوں سے ہوتا کہ جب کوئی بکری سات دفعہ حاملہ ہو جاتی اور اگر ساتواں بچہ نر ہوتا ہے تو اسے ذبح کر دیتے اور اس کا گوشت مرد اور عورتیں سب کھاتے اور اگر وہ بچہ مادہ ہوتا ہے تو اسے بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر ایک نر اور ایک مادہ (جڑواں) ہوتا تو وہ لوگ کہتے کہ: اس مادہ نے اپنے بھائی کے ساتھ وصل کیا تو وہ اسے ذبح نہیں کرتے اور اس کا گوشت عورتوں پر حرام ہوتا مگر یہ کہ ان میں سے کوئی مر جائے تو پھر اس کا کھانا مردوں اور عورتوں دونوں پر حلال جانتے۔ اور حام اس فحل (اونٹنی سے وطی کے لئے مخصوص اونٹ) کو کہتے کہ جو اپنی اولاد کی اولاد پر سوار ہو چکا ہو اس وقت وہ لوگ کہتے کہ یقیناً اس کی پشت ممنوع ہو گئی ہے اور پھر اس پر سواری نہیں کی جاتی اور اس کو چراگاہ سے اور پانی سے روکا نہیں جاتا۔''

(۹۲) ☆عتل اور زنیم کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ''عتل بعد ذلک زنیم'' (سورۂ قلم: آیت۔۱۳)، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''العتل یعنی عظیم کفر اور زنیم یعنی اپنے کفر کا حریص و فریفتہ ہونا۔''

(۹۳) ☆شرب الھیم کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی القاسم نے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے اپنی اسناد سے سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپؑ سے کہا گیا کہ: ایک شخص ایک سانس میں پیتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کوئی برائی نہیں''، میں نے عرض کیا: بیشک ہم میں سے بعض ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ شرب الھیم (پیاسے اونٹ کی مانند پینا) ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''شرب الھیم فقط اس وقت ہے کہ جب اس پر اللہ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے، انہوں نے اہل مدینہ میں سے ایک بزرگ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام

جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو پیتا ہے تو منقطع نہیں کرتا یہاں تک سیراب ہو جائے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا لذت اس کے علاوہ میں ہے؟'' میں نے عرض کیا: بیشک وہ لوگ کہتے ہیں: اس نے تو ''شرب الھیم'' کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''انہوں نے جھوٹ کہا ''شرب الھیم'' فقط اس وقت ہے کہ جس پر اللہ عزّ وجلّ [کے نام] کا ذکر نہ کیا جائے۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے محمد بن عیسی کے دونوں فرزندوں احمد اور عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے حماد بن عثمان الناب سے، انہوں نے عبداللہ بن علی حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تین سانسوں میں پینا افضل ہے ایک سانس میں پینے سے؛ اور فرمایا: ''ھیم'' کے طریقے سے پینا مکروہ ہوتا ہے۔'' میں نے عرض کیا ''ھیم کیا ہے؟'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ریت'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ھیم سے مراد اونٹ ہے۔

اس کتاب کے مصنف ؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولید -رضی اللہ عنہ- سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے محمد بن حسن صفار کو فرماتے سنا کہ: جہاں پر بھی حلبی کی کتاب میں ''ایک دوسری حدیث میں'' کا جملہ ہو تو اس سے مراد محمد بن ابی عمیر -رحمہ اللہ- کا قول ہے۔

(۹۴) ☆دو چھوٹی چیزیں، دو بڑی چیزیں اور دو کیفیتوں کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن ابراہیم بن ولید سلمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالفضل محمد بن احمد الکاتب نیشاپوری نے اپنی اسناد کے ساتھ سلسلے کو بلند کرتے ہوئے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''مرد کا کمال چھ چیزوں میں ہے: اس کی دو چھوٹی چیزوں میں، اس کی دو بڑی چیزوں میں اور اس کی دو کیفیتوں میں، اس کی دو چھوٹی چیزیں اس کا دل اور اس کی زبان ہیں کہ اگر انسان جنگ کرتا ہے تو جنگ (بھی) دل (کی مضبوطی کی وجہ) سے کرتا ہے اور اگر کلام کرتا ہے تو کلام (بھی) بیان کی قوّت سے کرتا ہے۔ اور دو بڑی چیزیں اس کی عقل اور اس کی ہمّت ہیں اور اس کی دو کیفیتیں اس کا مال اور اس کا جمال ہیں۔''

(۹۵) ☆نعمت کا احترام- کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی صیرفی

سے، انہوں نے سعدان بن مسلم سے، انہوں نے حسین بن نعیم سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے (راوی سے مخاطب ہو کر) ارشاد فرمایا: ''اے حسین! نعمت کا احترام کرو۔'' میں نے عرض کیا: ''میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں، نعمت کا احترام کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اچھائیوں کو انجام دینا ان میں کہ جو تم پر باقی ہیں۔''

(۹۶) ☆ سیاء کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد ابن علی کوفی سے، انہوں نے عبیداللہ دھقان سے، انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے، انہوں نے ابراہیم ابن عبدالحمید سے، انہوں نے ابو الحسن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں نے اپنے اس بیٹے کو کتاب (لکھنا پڑھنا) سکھادی ہے، تو اب میں اس کو کس کام کے سپرد کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تم اسے (جس کام کے چاہو) سپرد کردو۔ جب کہ اللہ کی جانب سے تم باپ کی ذمہ داری پر فائز ہو۔ مگر پانچ چیزوں میں سپرد نہ کرو: تم اسے سیّاء کے سپرد نہ کرو، نہ صائغ کے، نہ قصاب کے، نہ حتاط کے اور نہ نخاس کے۔'' اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! سیّاء کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''وہ کہ جو کفن بیچتا ہے اور میری امّت کی موت کی تمنا کرتا ہے اور میری امّت میں سے ہر پیدا ہونے والا مجھے ان تمام چیزوں سے کہ جن پر سورج طلوع ہوتا ہے زیادہ محبوب ہے۔ صائغ (زرگر۔ سنار) وہ شخص ہے کہ جو میری امّت کو دھوکہ دینے کے طریقے نکالتا ہے۔ اور قصاب کہ جو ذبح کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل سے رحم چلا جاتا ہے اور حتاط (گندم فروش) کہ یہ میری امّت پر خوراک کو ذخیرہ کرتا ہے اور اگر کوئی بندہ چور ہونے کی حالت میں اللہ سے ملاقات کرے (مرجائے) تو وہ میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ محبوب ہے کہ جو اللہ سے ملاقات کرے (مرجائے) جب کہ اس نے چالیس دن تک خوراک کو ذخیرہ کیا ہو۔ اور نخاس (غلام فروش) کہ بیشک جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے کہا: اے محمدؐ! آپؐ کی امّت میں سب سے برے وہ لوگ ہیں کہ جو انسانوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔''

(۹۷) ☆ قلیل کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، انہوں نے موسی بن عمر سے، انہوں نے جعفر بن محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے غالب سے، انہوں نے ابو خالد سے، انہوں نے حمران سے، انہوں نے ابو جعفر امام

محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "و ما آمن معه الاّ قلیل" (ان کے ساتھ ایمان والے بہت ہی قلیل تھے) (سورۂ ھود: آیت-۴۰) کے سلسلے میں بیان کیا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "وہ آٹھ افراد تھے"۔

(۹۸) ☆قلیل کے دوسرے معنی☆

۱۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی ابن نعمان سے، انہوں نے ھارون بن خارجہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: "فلمّا کتب علیهم القتال تولّوا الاّ قلیلاً منهم" (اس کے بعد جب جہاد واجب کر دیا گیا تو قلیل افراد کے علاوہ سب منحرف ہو گئے) (سورۂ بقرہ: آیت: ۲۴۶) کہ سلسلے میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ قلیل ساٹھ ہزار تھے"۔

(۹۹) ☆اس روایت کے معنی کہ جس میں بیان کیا گیا کہ بدبختی تین چیزوں میں ہے: عورت، سواری اور گھر☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سہل بن زیاد نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عثمان بن عیسی نے، انہوں نے خالد بن نجیح سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ ہم لوگ امام علیہ السلام کے پاس بدبختی کا تذکرہ کر رہے تھے، امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بدبختی تین چیزوں میں ہے: عورت، سواری اور گھر، عورت کی بدبختی اس کے مہر کا کثیر ہونا اور شوہر کی نافرمانی ہے، سواری کی بدبختی اس کی سرکشی اور اپنی پشت پر سوار ہونے سے منع کرنا ہے اور گھر تو اس کے صحن کا تنگ ہونا، پڑوسیوں کا برا ہونا اور اس میں عیوب کا زیادہ ہونا ہے"۔

۲۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ ابن میمون سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "بدبختی تین چیزوں میں ہے: سواری، عورت اور گھر میں۔ عورت تو اس کی بدبختی اس کے مہر کا زیادہ ہونا اور وضع حمل کا تکلیف دہ ہونا ہے۔ اور جانور، تو اس کی بدبختی اس کی بیماری کا کثیر ہونا اور اس کا سرکش ہونا ہے، اور گھر تو اس کی بدبختی اس کا تنگ ہونا اور پڑوسیوں کا خبیث

ہونا ہے۔ اور فرمایا: عورت کی برکت میں اس کے خرچہ کا کم ہونا اور اس کے وضع حمل کا آسان ہونا ہے اور اس کی بدبختی اس کے خرچہ کا زیادہ ہونا اور اس کے وضع حمل کا مشکل ہونا ہے۔''

(۱۰۰)☆قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم: جو مرد (مرتے وقت) دو دینار چھوڑے تو یہ دونوں اس کی آنکھ کے درمیان داغ ہوں گے۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، انہوں نے علی بن اسماعیل سے، انہوں نے صفوان سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان کو سنایا۔ اور یقیناً انہوں نے ان کا نام بیان کیا ہے۔ انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے زکاۃ کے متعلق سوال کیا کہ کوئی شخص اس میں سے کیا لے سکتا ہے؟ اور میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ: یقیناً ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: جو مرد (مرتے وقت دنیا میں) دو دینار چھوڑ کر جائے تو وہ دونوں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان داغ ہوں گے۔ راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ اس گروہ کے لئے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے یہاں مہمان بنے ہوئے تھے، تو جب شام کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے فلاں! جا اور اس سے رات کے کھانے کا بندوبست کر، اور جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اے فلاں! جا اور صبح کے کھانے کا بندوبست کر۔ (اس طرح ان تمام لوگوں کے لئے پیغمبر اسلام کھانے کا بندوبست فرماتے تھے۔) پس ان لوگوں کو نہ صبح کو بغیر کھانے کے رہنے کا کوئی خوف تھا اور نہ رات کو بغیر کھانے کے رہنے کا کوئی خوف تھا (پھر بھی) ان میں سے ایک مرد نے دو دیناروں کو جمع کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سلسلے میں یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ بیشک لوگوں کو فقط سال سے سال تک کا عطا کیا جاتا ہے تو ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان میں سے اتنا جمع کر لے کہ جو اس کے اور اس کے عیال کے لئے (ایک) سال سے (دوسرے) سال تک کے لئے کافی ہو۔''

(۱۰۱)☆زکاۃِ ظاہرہ اور زکاۃِ باطنہ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ رازی نے، انہوں نے نصر بن صباح سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے،

انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت ایک شخص نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا: مال میں سے کتنی مقدار میں زکاۃ واجب ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا ارادہ زکاۃ ظاہرہ کا ہے یا باطنہ کا'' اس نے کہا: ''میں نے دونوں کا ارادہ کیا ہے؟'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جہاں تک ظاہرہ کا تعلق ہے تو ہر ہزار میں پچیس درہم ہے اور جہاں تک باطنہ کا تعلق ہے تو (زکاۃِ باطنہ یہ ہے کہ) اس چیز میں کہ جس میں تمہارا (مؤمن) بھائی تم سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اس کو اپنے لئے مخصوص نہ کردو۔''

(۱۰۲) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مرتے وقت دو دینار چھوڑ جانے والے شخص کے لئے فرمان کہ ''کثیر چھوڑ کر گیا'' کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے کہا کہ: بعض نے ابوالحسن امام موسی کاظم علیہ السلام کے پاس کسی بات کو یاد کیا اور پھر عرض کیا: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں ہلاک ہو گیا اور دو دیناروں کو چھوڑ گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: ''اس نے کثیر (مال) چھوڑا'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ شخص تھا کہ جو اہل صفہ (۱) کے پاس آتا رہتا تھا اور ان سے (اپنی ضرورت کا) سوال کرتا تھا، پس وہ مر گیا اور دو دینار چھوڑ گیا تھا۔''

(۱۰۳) ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے زکاۃ میں نو قسموں کے علاوہ میں معافی دی ہے۔ کا معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے موسی ابن عمر سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے ابوسعید قماط سے، انہوں نے ان سے جنہوں نے ان سے ذکر کیا، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام سے زکاۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نو چیزوں پر زکاۃ رکھی تھی اور ان کے علاوہ چیزوں پر معاف کر دی تھی: (وہ نو چیزیں) گندم، جو، کھجور، کشمش، سونا، چاندی، گائے، بھیڑ،

(۱) پیغمبرؐ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترہ بنا ہوا تھا کہ جہاں پر تازہ اسلام لانے والے وہ افراد رہا کرتے تھے کہ جن کے پاس رہنے کی کوئی جگہ نہیں تھی یا پھر اسلام لانے کی وجہ سے ان کے قبیلے والوں نے ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا۔ اس چبوترے کو صفہ کہا جاتا تھا اور یہاں رہنے والے صحابہ کرامؓ کو اہل صفہ کہا جاتا ہے۔ ۔مترجم

بکریاں اور اونٹ ہیں۔'' سوال کرنے والے نے کہا: نمک پس، آپ علیہ السلام جلال میں آئے اور پھر فرمایا: ''قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے زمانہ میں تل، نمک، باجرہ اور یہ تمام چیزیں تھیں۔

اس نے کہا: ''وہ لوگ کہتے ہیں کہ: یقیناً یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں نہیں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نو چیزوں پر فقط اس لئے زکاۃ واجب کی کہ آپؐ کے روبرو ان (نو چیزوں) کے علاوہ چیزیں نہیں تھیں۔'' پس امام علیہ السلام جلال میں آئے اور فرمایا: ''انہوں نے جھوٹ کہا، کیا معافی ان چیزوں کے علاوہ میں ہوسکتی ہے جو یقینی طور پر موجود ہوں اور نہیں قسم بخدا! میں ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز پر زکاۃ کو نہیں پہچانتا، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔''

(۱۰۴) ☆ جماعت، فرقہ، سنّت اور بدعت کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالجہم ھارون بن الجہم سے، انہوں نے حفص بن عمر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آپؐ کی امّت کی جماعت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امّت کی جماعت اہل حق ہیں اگرچہ وہ کم ہوں۔''

۲۔ اور اسی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے ابویحییٰ واسطی سے، انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ بن عبداللہ علوی سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پوچھا گیا: آپؐ کی امّت کی جماعت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو حق پر ہیں اگرچہ وہ دس ہوں۔''

۳۔ اور اسی اسناد کے ساتھ، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے عبداللہ بن محمد حجّال سے، انہوں نے عاصم ابن حمید سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا: ایک شخص امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: آپؑ مجھے سنّت اور بدعت کے بارے میں اور جماعت کے بارے میں اور فرقہ کے بارے میں باخبر کیجئے؟ امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''سنّت وہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا طریقہ تھا؛ اور بدعت وہ چیزیں ہیں جو آپؐ کے بعد پیدا کی گئیں؛ اور جماعت اہل حق ہے اگرچہ وہ کم ہو؛ اور فرقہ اہل باطل ہے اگرچہ وہ کثیر ہو۔''

(۱۰۵)☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک شخص کے لئے کہنا کہ: تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد نے، انہوں نے محمد بن عیسی سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے حسین بن ابی العلاء سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مرد کے لئے اپنی اولاد کے مال سے کیا چیز حلال ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس کا خرچہ بغیر اسراف کئے جب وہ اس خرچہ کے لئے محتاج ہو۔'' راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول۔ کہ جو اس شخص کے لئے تھا کہ جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے؟ (سے کیا مراد ہے؟) امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ فقط اپنے والد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آیا تھا اور اس نے کہا تھا: یارسول اللہؐ! یہ میرا باپ ہے اور اس نے مجھ پر میری ماں کی میراث کے سلسلے میں ظلم کیا ہے، تو اس کے والد نے بیان کیا کہ میں نے اس مال کو اس بیٹے کے اوپر اور اپنے اوپر خرچ کیا ہے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے، اور اس شخص کے پاس کسی قسم کا کوئی مال نہیں تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیٹے کے لئے باپ کو قید کر دیتے؟!''

(۱۰۶)☆منقلین کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس نے، انہوں نے محمد بن حسن سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے علی بن یعقوب سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے محمد بن شریح سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دونوں عیدوں میں عورتوں کے باہر نکلنے کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''(درست) نہیں، مگر یہ کہ بوڑھی عورت پر اس کے منقلین۔ یعنی دونوں جوتے۔ بھاری ہو جائیں۔''

(۱۰۷)☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: عورتوں کے لئے سراۃ الطریق نہیں ہے ۔ کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم ابن ھاشم سے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے،انہوں نے ھشام بن سالم سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:''عورتوں کے لئے سراۃ الطریق (راستے کے درمیان چلنا) نہیں ہے بلکہ راستے کی دونوں طرف ہے-یعنی سراۃ سے مراد وسط ہے-

(۱۰۸)☆یوم التلاق، یوم التناد، یوم التغابن اور یوم الحسرۃ کے معنی☆

۱۔میرے والد-رحمہ اللہ-نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے،انہوں نے سلیمان بن داود سے،انہوں نے حفص بن غیاث سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا:''یوم التلاق وہ دن ہے کہ جب اہل آسمان اور اہل زمین ملاقات کریں گے؛اور یوم التناد وہ دن ہے کہ جب (جہنم کی) آگ والے جنّت والوں کو نداء دیں گے کہ تم ہم تک پانی یا جو اللہ نے تم کو رزق دیا ہے اس میں سے کچھ پہنچادو؛اور یوم التغابن وہ دن ہے کہ جب اہل جنّت (جہنم کی) آگ والوں کو نقصان میں دیکھیں گے،اور یوم الحسرۃ وہ دن ہے کہ جب موت کو سامنے لایا جائے گا تا کہ اسے ذبح کر دیا جائے۔''

(۱۰۹)☆نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول:
میرے اصحاب کی مثال تم میں ستاروں کی مانند ہے-کے معنی☆

۱۔مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید-رحمہ اللہ-نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے،انہوں نے حسن بن موسی خشّاب سے،انہوں نے غیاث بن کلّوب سے،انہوں نے اسحاق بن عمار سے،انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے،آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:''جو تم اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں پاؤ پس تمہارے لئے اس کے مطابق عمل کرنا ہے اور اسے ترک کرنے میں کوئی عذر (قابل قبول) نہیں ہے،اور جو اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں نہیں ہے اس سلسلے میں میری سنّت موجود ہے تو میری سنّت کو ترک کرنے کے سلسلے میں تمہارے لئے کوئی عذر (قابل قبول) نہیں ہے،اور وہ جو میری سنّت میں

موجود نہیں ہے تو جو میرے اصحاب کہیں پس تم (بھی) وہی کہو، تم میں میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی مانند ہے، ان میں سے جن کو بھی حاصل کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے اصحاب کے اقوال میں سے جس کو بھی تم لے لو گے وہ تمہیں ہدایت دے دیگا اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے حق میں رحمت ہے۔'' پس کہا گیا: یارسول اللہؐ! آپؐ کے اصحاب کون ہیں؟ فرمایا: ''میرے اہل بیتؑ''

اس کتاب کے مؤلف محمد بن علی فرماتے ہے: بیشک اہل بیت علیہم السلام میں اختلاف نہیں ہوتا ہے مگر وہ شیعوں کے لئے حق کے متعلق فتوے دیتے ہیں اور کبھی کبھار وہ شیعوں کو تقیہ کی بنیاد پر فتوی دیتے ہیں تو جو ان کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے وہ تقیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور تقیہ شیعوں کے حق میں رحمت ہے۔

(۱۱۰) ☆ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: میری امّت کا اختلاف رحمت ہے۔ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے ابوالخیر صالح بن ابی حماد سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن ھلال نے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے عبدالمؤمن انصاری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک ایک گروہ روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بیشک میری امّت کا اختلاف رحمت ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''انہوں نے سچ کہا۔'' میں نے عرض کیا: اگر امّت کا اختلاف رحمت ہے تو ان کا اجتماع عذاب ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہے جس (معنی کی) طرف تم گئے ہو اور وہ لوگ گئے ہیں، فقط پیغمبرؐ نے اس سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فلو لا نفر من کلّ فرقة طائفة لیتفقّهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلّهم یحذرون'' (تو ہر گروہ میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے کیوں نہیں نکلتی ہے کہ دین کا علم حاصل کرے اور پھر جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو اسے عذاب الٰہی سے ڈرائے کہ شاید وہ اسی طرح ڈرنے لگیں) (سورۂ توبہ: آیت-۱۲۲) کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس پروردگار نے لوگوں کو حکم کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف (حصول علم کے لئے) نکلیں اور آپؐ کی جانب مختلف علاقوں سے آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور پھر اپنی قوم کی طرف پلٹ کر انہیں تعلیم دیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اختلاف سے شہروں کا اختلاف (مختلف شہر) لیا ہے نہ کہ اللہ کے دین میں اختلاف، دین تو فقط ایک ہے۔''(۱)

(۱) گویا کہ حدیثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے معنی ہوئے: ''میری امّت کا مختلف شہروں سے حصول علم کے لئے نکلنا رحمت ہے''۔ مترجم۔

(۱۱۱)☆کذب مفترع کا معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد ابن علی سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ کذب مفترع سے بچو۔'' آپ سے پوچھا گیا: کذب مفترع کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کوئی شخص تم کو کوئی حدیث بیان کرے اور تم اس کو بتانے والے کے علاوہ کسی اور کے حوالے سے روایت کرو۔''

(۱۱۲)☆اللہ عزّ وجلّ کے قول: میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰی عطّار نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان'' (میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے) (سورۂ حجر: آیت-۴۲) کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس کو اس گروہ (امّت پیغمبرؐ) پر کوئی خصوصی اختیار نہیں ہے۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: یہ کیسے، مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے، جبکہ ان میں وہ کچھ ہے جو ان میں ہے (یعنی ان میں بہت سی برائیاں ہیں اور اگر شیطان کو اختیار نہیں ہے تو پھر امّت میں برائیاں کیوں ہیں)؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ مراد نہیں ہے جس کی طرف تم گئے ہو، اللہ تعالی کے (شیطان کے لئے) قول: ''تجھے ان پر کوئی اختیار نہیں ہے'' سے فقط مراد یہ ہے کہ شیطان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ امّت کی جانب کفر کو محبوب بنادے اور ایمان کو ناپسند بنادے۔''

(۱۱۳)☆معادن، اشراف، اہل بیوتات اور مولد طیّب کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے سلمہ بن خطّاب سے، انہوں نے علی ابن محمد الاشعث سے، انہوں نے دھقان سے، انہوں نے احمد بن [ی] زید سے، انہوں نے علیؑ بن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے برادر محترم موسی ابن جعفر الکاظم علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''فقط ہمارے شیعہ معادن، اشراف، اہل بیوتات اور وہ ہیں کہ جن کی ولادت پاکیزہ ہے۔'' علیؑ ابن جعفرؑ نے کہا: پس میں نے اس کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام فرمایا: ''معادن قریش میں سے ہیں، اشراف

عرب میں سے ہیں، اہل بیوتات ہمارے غلاموں اور موالیوں میں سے ہیں اور وہ جن کی ولادت پاکیزہ ہے وہ (شہر کی) اردگرد کی بستیوں میں بسنے والے ہیں۔''

(۱۱۴) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول: بنی اسرائیل کے متعلق بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے حسین ابن سیف سے، انہوں نے اپنے بھائی علی بن سیف سے، انہوں نے اپنے والد سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے محمد بن مارد سے، انہوں نے عبد الاعلیٰ ابن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے، ایک حدیث کی لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے متعلق بیان کرو اور (اس میں) کوئی حرج نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں'' میں نے عرض کیا: ''تو ہم بنی اسرائیل کے متعلق جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ سب بیان کریں اور ہم پر کوئی حرج نہیں ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم نے نہیں سنا کہ جو فرمایا: کسی مرد کے جھوٹ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے بیان کردے؟'' میں نے عرض کیا: ''یہ کیسے؟'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جو کچھ قران میں بنی اسرائیل کے سلسلے میں بیان ہوا ہے اسے بیان کرو کہ وہ اس امّت میں ہونے والا ہے اور (اس کو بیان کرنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔''

(۱۱۵) ☆ ''فقیہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا'' کی روایت کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن سعید کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی منذر بن محمد قرائتہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن سلیمان نے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا اس وقت ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے امام علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا جو نہیں جانتا کہ ایک رکعت نماز پڑھی یا دو رکعت، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ نماز کا اعادہ کرے۔'' اس نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: تو وہ روایت کہاں (جاری ہوئی) ہے کہ بیشک فقیہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ فقط تین اور چار (رکعتی نمازوں) میں ہے۔''

(۱۱۶)☆سُمَیط، سُعَیدہ، اُنثی اور ذکر کا معنی☆

۱۔ میرے والد -رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے ابراہیم بن ھاشم اور ایوب بن نوح سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن سنان نے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی مسجد کو ''سمیط'' کی مقدار تک بنایا، پھر مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہؐ! اگر مسجد کے بارے میں حکم فرمائیں تو اس میں اضافہ کیا جائے، تو آپ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا: ہاں، آپؐ نے اس کا حکم دیا تو اس میں اضافہ کیا گیا اور آپؐ نے سعیدہ کی مقدار تک بنایا، پھر مسلمانوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر آپؐ حکم فرمائیں تو اس میں اضافہ کیا جائے، آپؐ نے فرمایا: ہاں، پس اس میں اضافہ کیا گیا اور اس کی دیوار کی مقدار انثی اور ذکر تک کی بنائی۔ پھر لوگوں پر حرارت شدید ہوئی تو عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر آپؐ حکم کریں تو سایہ بنا دیا جائے۔ فرمایا: آپؐ نے اس کا حکم کیا تو اس پر کھجور کی شاخوں کی بلندی قائم کر دی گئی (تا کہ وہ ستون کا کام دیں) پھر اس پر کھجور کی شاخوں، پتوں اور اذخر کی گھاس کو بچھا دیا گیا اور لوگ اسی میں گذارہ کرنے لگے یہاں تک کہ بارش کا زمانہ آ پہنچا تو (بارش کی حالت میں) مسجد میں جانا ان کے لئے دشوار قرار پایا، تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر آپؐ حکم کریں تو اس چھت پر مٹی ڈال دی جائے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''نہیں، چھت موسیٰ کی چھت جیسی (ہی رہے گی)، پس پھر یہ اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وفات فرما گئے اور مسجد کی دیوار چھت ڈلنے سے پہلے انسان کے قد کے برابر تھی تو جب اس کا سایہ ایک ذراع (تقریباً ۱۸، انچ) تک کا ہو جاتا جو بکری کے بیٹھنے کی جگہ جتنا ہوتا ہے تو نماز ظہر پڑھی جاتی اور جب سایہ دو ذراع جتنا ہو جاتا اور وہ پہلے سے دوگنا ہوتا تو نماز عصر پڑھی جاتی۔ اور راوی کہتا ہے کہ فرمایا: سُمَیط یعنی سینے کے برابر مقدار، سعیدہ یعنی سینے جتنی مقدار اور اس کی آدھی مقدار (یعنی انسان کے پاؤں سے سینے تک کی مقدار اور پھر اس مقدار کی مزید نصف مقدار) اور انثی اور ذکر یعنی دو الگ الگ سینے جتنی مقدار۔''

(۱۱۷)☆جہادِ اکبر کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس -رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی محمد بن یحییٰ خزاز نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن اسماعیل نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے

آبائے طاہرین علیہم السلام سے، آپؑ نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک سریہ (۱) کے لئے بھیجا، جب وہ لوگ پلٹ کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''آنے والے گروہ کو مرحبا! جنہوں نے جہاد اصغر کو انجام دیا اور ان پر جہاد اکبر باقی ہے۔'' پوچھا گیا: یا رسول اللہؐ! جہاد اکبر کیا ہے؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''نفس کے خلاف جہاد۔'' اور امام علیہ السلام نے فرمایا: ''افضل ترین جہاد اس شخص کا ہے جو اپنے اس نفس کے برخلاف جہاد کرے جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔''

(۱۱۸) ☆اول النعم اور بادیء النعم کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن - رضی اللہ عنہما - نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالقاسم عبدالرحمٰن کوفی اور ابو یوسف یعقوب ابن یزید انباری الکاتب نے، انہوں نے ابو محمد عبداللہ بن محمد غفاری سے، انہوں نے حسین بن [ی] زید سے، انہوں نے الصادق ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہم اہل بیت سے محبت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ ''اول النعم'' پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔'' کہا گیا: اول النعم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ولادت کی پاکیزگی، ہم سے محبت نہیں رکھتا مگر وہ کہ جس کی ولادت پاکیزہ ہے اور ہم سے بغض نہیں رکھتا مگر وہ کہ جس کی ولادت خبیث ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن عبداللہ - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے اپنے جد ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے ابو محمد انصاری سے، انہوں نے ایک سے زیادہ سے، انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس عالم میں صبح کرے کہ اپنے دل میں ہماری محبت کی ٹھنڈک کو پائے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ''بادیء النعم'' پر حمد کرے۔'' کہا گیا: بادیء النعم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ولادت کی پاکیزگی۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا حسین بن ابراہیم بن تاتانہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے زیاد النہدی سے، انہوں نے عبداللہ بن صالح سے، انہوں نے زید ابن علی سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر

(۱) سریہ اس لڑائی کو کہا جاتا ہے کہ جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود شرکت نہ فرمائی ہو۔

بزرگوار امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''یا علی! جو مجھ سے محبت کرتا ہے، تم سے محبت کرتا ہے اور تمہاری اولاد میں جو ائمہ ہیں ان سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنی ولادت کی پاکیزگی پر اللہ کی حمد کرے، پس بیشک ہم سے محبت نہیں کرتا مگر وہ جس کی ولادت پاکیزہ ہے اور ہم سے بغض نہیں رکھتا مگر وہ جس کی ولادت خبیث ہے۔''

۴۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے دل میں ہماری محبت کی ٹھنڈک کو پائے اسے چاہئے کہ اپنی ماں کے حق میں بہت زیادہ دعا کرے کہ بیشک اس نے اس کے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی۔''

(۱۱۹) ☆''مردوں میں سے اولی الاربہ''۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے صفوان ابن یحییٰ سے، انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال'' سے آخرِ آیت تک (سورۂ نور: آیت۔۳۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: (اولی الاربہ کے معنی) ''وہ احمق شخص جو عورتوں سے ہم بستری نہ کر سکتا ہو۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال'' (سورۂ نور: آیت۔۳۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سرپرست کا محتاج وہ کم عقل جو عورتوں کے ساتھ ہم بستری نہیں کر سکتا۔'' (یعنی نامرد)

(۱۲۰) ☆اربعاء اور نطاف کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد بن علی بن محبوب سے، انہوں نے علی بن سندی سے، انہوں نے صفوان سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے، انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے

فرمایا: تم زمین کو کھجور، گندم، جو، ارباء اور نطاف کے عوض اجارے پر مت دو۔'' میں نے عرض کیا: ارباء کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''(پانی سے) سیراب ہونا اور نطاف پانی کا فاضل ہونا بلکہ تم زمین کا سونے، چاندی، نصف حصہ، ایک تہائی حصہ اور ایک چوتھائی حصہ سے تقابل کرو (اور ان چیزوں کے عوض اجارہ پر دو)۔''

(۱۲۱) ☆اس خب ء کے معنی کہ جس سے زیادہ اللہ کے نزدیک کوئی عبادت محبوب نہیں ہے☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے محمد بن عیسی سے، انہوں نے یونس ابن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ھشام بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''اللہ کی عبادت کسی چیز سے نہیں کی جاتی جو اس کی بارگاہ میں خب ء سے زیادہ محبوب ہو۔'' میں نے عرض کیا: ''خب ء کیا ہے؟'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تقیہ''۔

(۱۲۲) ☆مرد کا اپنے آپ کو سلام کرنے کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے ابوالصباح سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فاذا دخلتم بیوتا فسلّموا علی انفسکم۔ آیۃ۔'' (سورۂ نور: آیت۔۶۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ گھر میں داخل ہوتے وقت مرد کا اپنے گھر والوں کو سلام کرنا ہے پھر گھر والے اس کو سلام کریں گے تو یہ اس کا اپنے آپ کو سلام کرنا ہوا۔''

(۱۲۳) ☆استیناس کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے علی بن حکم اور محسن بن احمد سے، انہوں نے ابان بن احمر سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ جلّ کے قول: ''لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتّی تستانسوا و تسلّموا

علی اھلھا'' (سورۂ نور: آیت-۲۷) کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''استیناس (کہ جس کی طرف آیت کا لفظ ''تستانسوا'' اشارہ کر رہا ہے) یعنی جوتے اتارنا اور سلام کرنا۔''

(۱۲۴) ☆امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول: ''کرامت کو ناپسند نہیں کرتا مگر گدھا'' کے معنی☆

۱۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے احمد بن محمد بزنطی سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''کرامت کو ناپسند نہیں کرتا مگر گدھا'' میں نے عرض کیا: اس کے کیا معنی ہیں؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ اس خوشبو میں جو اس پر عارض ہو اور اس وسعت میں کہ جو اسے مجلس میں حاصل ہو، جو ان دونوں کا انکار کرے وہ اسی طرح ہو جائے گا جیسا کہ (امام علی علیہ السلام نے) فرمایا۔''

(۱۲۵) ☆طینۃ خبال کے معنی☆

۱۔ میرے والد-رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے مالک بن عطیہ سے، انہوں نے ابن ابی یعفور سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی مؤمن یا مؤمنہ پر ایسی تہمت لگائے جو ان میں نہیں ہے تو اللہ عزّ وجلّ قیامت کے دن اسے ''طینۃ خبال'' میں قید کر دے گا یہاں تک کہ اس نے جو کہا ہے اس سے نکل آئے۔'' میں نے عرض کیا: طینۃ خبال کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''خون ملی پیپ ہے کہ جو بدکار یعنی زنا کار عورتوں کی شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد-رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے مہران بن محمد سے، انہوں نے سعد الاسکاف سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شراب یا نشہ آور چیز کو پیئے تو چالیس صبح تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی، پس اگر وہ پھر استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی ''طینۃ خبال'' سے پیاس بجھائے گا۔'' میں نے عرض کیا: طینۃ خبال کیا چیز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''خون ملی پیپ ہے کہ جو زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے خارج ہوتی ہے۔''

(۱۲۶)☆عقدین کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔رحمہ اللہ۔نے،انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے،انہوں نے محمد ابن علی کوفی سے، انہوں نے عیسی بن عبداللہ عمری سے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے اپنے جد سے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے،آپؑ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:تم میں سے کوئی نماز نہ پڑھے جب کہ وہ عقدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو یعنی پیشاب اور پاخانہ (میں سے کسی ایک کی حاجت ہو)۔

(۱۲۷)☆دعابہ کے معنی☆

۱۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا شریف بن سابق ابومحمد تفلیسی نے،انہوں نے فضل بن ابی قرۃ سے،انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''کوئی بھی مؤمن نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس میں ''دعابہ'' ہوتا ہے۔''میں نے عرض کیا:دعابہ کیا ہے؟امام علیہ السلام نے فرمایا:''مزاح''۔

(۱۲۸)☆ابوذرؓ رحمۃ اللہ علیہ کے قول:تین چیزوں سے لوگ بغض رکھتے ہیں مگر میں ان سے محبت کرتا ہوں۔کے معنی☆

۱۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے احمد بن محمد سے،انہوں نے ابن فضال سے،انہوں نے یونس بن یعقوب سے،انہوں نے شعیب عقرقوفی سے،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:ابوذرؓ۔رحمۃ اللہ علیہ۔سے ایک روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:تین چیزوں سے لوگ بغض رکھتے ہیں جبکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں:میں موت سے محبت رکھتا ہوں،میں فقر سے محبت رکھتا ہوں اور میں بلا سے محبت رکھتا ہوں۔امام علیہ السلام نے فرمایا:''یہ ویسا نہیں ہے جیسا وہ لوگ روایت کرتے ہیں،فقط ان کی مراد یہ تھی کہ:ایسی موت کہ جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی میں (گذرنے والی) زندگی سے زیادہ محبوب ہے،وہ فقر محتاجی جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی (کی حالت) میں غنی ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور وہ

بیماری کی جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی میں (ملنے والی) صحت سے زیادہ محبوب ہے۔''

(۱۲۹) ☆امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: جھوٹ روزے کو توڑ دیتا ہے۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے منصور بن یونس سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''جھوٹ روزے کو توڑ دیتا ہے۔'' میں نے امامؑ سے عرض کیا: میں ہلاک ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں، میری مراد فقط وہ جھوٹ ہے کہ جو اللہ عزّ وجلّ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ائمہ علیہم السلام پر بولا جائے۔''

(۱۳۰) ☆پڑوسی اور پڑوس کی حد کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے معاویہ بن عمار سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی: میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں! پڑوسی کی حد کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہر جانب سے چالیس گھر۔''

(۱۳۱) ☆''جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ایسے مقام میں ہے کہ اس پر کوئی عیب نہیں لگائے گا پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خالص ہے۔'' اس روایت کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے، انہوں نے ابن بکیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ایسے مقام میں ہے کہ اس پر کوئی عیب نہیں لگائے گا پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خالص ہے۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے! وہ مقام کہ جس میں کوئی اس پر عیب نہ لگائے کونسا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی ولادت کے

سلسلے میں کوئی عیب نہیں لگائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ اس کو کوئی ولدِ زنا نہیں قرار دے گا۔''

(۱۳۲) ☆ اکراہ اور اجبار کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے موسیٰ بن سعدان سے، انہوں نے عبداللہ بن القاسم سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''غصہ میں کوئی قسم (اگر کھائی جائے تو قابل قبول) نہیں ہے اور نہ ہی اجبار میں اور نہ ہی اکراہ میں۔'' میں نے عرض کیا: ''اللہ آپؑ کو نیکی دے! اکراہ اور اجبار میں کیا فرق ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اجبار (مجبور کیا جانا) بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اکراہ (مجبور کیا جانا) زوجہ، ماں اور باپ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

(۱۳۳) ☆ نومہ کے معنی ☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی قرشی سے، انہوں نے حسین بن سفیان جریری سے، انہوں نے سلام بن ابی عمرۃ الازدی سے، انہوں نے معروف ابن خربوز سے، انہوں نے ابوطفیل سے کہ انہوں نے امیر المؤمنین علیہ الصلاۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''بیشک میرے بعد ایک ایسا نا انصافی، گمراہی اور شک میں ڈالنے والا فتنہ و آزمائش ہے کہ جس میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا سوائے ''نومہ'' کے۔'' کہا گیا: نومہ کیا ہے یا امیر المؤمنینؑ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ کہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ اس کے دل میں کیا ہے۔''

(۱۳۴) ☆ سبیل اللہ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے عمار بن مروان سے، انہوں نے منخل سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے اس آیت جو اللہ عزّ وجلّ کے قول میں ہے کہ: ''و لئن قتلتم فی سبیل اللہ او متّم'' (سورۂ آل

عمران: آیت-۱۵۶) کے متعلق سوال کیا۔ راوی کہتا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم کیا سمجھے کہ سبیل اللہ کیا ہے؟'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: نہیں قسم بخدا! سوائے اس کے کہ میں نے آپؑ سے سنا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''سبیل اللہ [وہ] علی علیہ السلام اور آپؑ کی ذریت ہیں، [اور سبیل اللہ] وہ شخص ہے جو آپؑ کی ولایت و دوستی میں قتل ہوگا وہ سبیل اللہ میں قتل ہوگا، اور جو شخص آپؑ کی ولایت میں (رہتے ہوئے) مرے گا وہ سبیل اللہ میں مرے گا۔''

۲۔ میرے والد-رحمہ اللہ-نے فرمایا: مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے عبیدی سے، انہوں نے محمد بن سلیمان بصری سے، انہوں نے حسین بن عمر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک ایک شخص نے میری طرف ''سبیل'' کے سلسلے میں وصیت کی۔ (تو میں کیا کروں؟)۔ راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ''تم اس (مال) کو خرچ کر و حج کے سلسلے میں'' میں نے عرض کیا: یقیناً اس نے میری جانب وصیت ''سبیل'' کے سلسلے میں کی تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تم اس کو حج کے سلسلے میں خرچ کرو، بیشک میں خدا کی طرف جانے والے راستوں میں سے کسی ایسی سبیل (راہ) کو نہیں جانتا کہ جو حج سے افضل ہو۔''

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد-رضی اللہ عنہ-نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد ابن ادریس نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے، انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید سے، انہوں نے حسن بن راشد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے مدینہ میں ابوالحسن العسکری علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا کہ جس نے اپنے مال کو سبیل اللہ میں خرچ کرنے کی وصیت کی تھی۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سبیل اللہ ہمارے شیعہ ہیں۔''

(۱۳۵) ☆ ''صلعاء'' میں مبتلا ہونے کے معنی ☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ-رحمہ اللہ-نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی قرشی سے، انہوں نے سفیان جریری سے، انہوں نے علی بن حَرَّاز سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام بصرہ تشریف لائے تو قوم کے بزرگ آپ علیہ السلام سے ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے آپؑ کو خوش آمدید کہا اور پھر ان لوگوں نے عرض کیا: ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ امر (خلافت) آپؑ میں رہے اور کوئی بھی اس سلسلے میں کبھی بھی آپؑ سے تنازع نہ کرے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''بہت بعید ہے-درمیان میں امامؑ کا کلام ہے (کہ جس کو حذف کیا گیا ہے)-اس مقام پر کیا ہوگا جب تمہیں ''صلعاء'' میں مبتلا کیا جائے گا۔'' لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنینؑ! صلعاء کیا ہے؟ مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارا مال تم سے زبردستی چھینا جائے گا اور تم منع بھی نہ کر پاؤ گے۔''

(۱۳۶)☆صلیعاء اور قریعاء کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مفضل نے، انہوں نے سعد سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بنو عامر میں سے ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے طویل حدیث کا تذکرہ کیا کہ جس کی آخر میں یہ تھا کہ۔ اعرابی نے صلیعاء، قریعا، زمین کے بہترین ٹکڑے اور زمین کے بدترین ٹکڑے کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کے آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''صلیعاء ایسی نمکین اور دلدلی زمین ہے کہ جو اس پر چرنے والے جانوروں کی نہ پیاس بجھاتی ہے اور نہ بھوک۔ قریعاء ایسی زمین ہے کہ جو برکت نہیں عطا کرتی اور نہ اس سے پھل نکلتے ہے اور نہ ہی اس پر کیا جانے والا خرچہ حاصل ہوتا ہے۔ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں کہ یہ شیطان کا مرکز ہے کہ جہاں پر صبح صبح اپنا پرچم لیکر پہنچ جاتا ہے، اپنی کرسی کو لگا دیتا ہے اور اپنی اولاد کو پھیلا دیتا ہے۔ پس پیمانہ میں کمی، میزان میں گڑبڑ کرنے، ذراع (انگلیوں کے سرے سے کہنی تک کا ہاتھ کہ جو کپڑے وغیرہ ناپنے میں استعمال ہوتا ہے) میں چوری کرنے اور مال تجارت میں جھوٹ بولنے کے کاموں کے درمیان (شیطان) پہنچتا ہے اور (اپنی اولاد سے) کہتا ہے: تم پر لازمی ہے (یہ حرکت) ایک ایسے مرد کے ساتھ کہ جس کا باپ مر چکا ہے جبکہ تمہارا باپ زندہ ہے، پس شیطان بازار میں داخل ہونے والے پہلے شخص سے لیکر بازار سے نکلنے والے آخری شخص تک برقرار رہتا ہے۔ اور بہترین زمین کا ٹکڑا مسجدیں ہیں اور خدا کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو مسجد میں داخل ہونے میں پہلا ہو اور نکلنے میں آخری۔ حدیث کافی طویل ہے ہم نے فقط موضوع کے مطابق جتنا ضروری تھا اتنے پر اختصار کیا ہے۔''

(۱۳۷)☆مردوں کے پیچھے سوار ہونے۔ کے معنی☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے حسین بن ایوب بن ابی عقیلہ صیرفی سے، انہوں نے کرام خثعمی سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم ریاست و سرداری سے بچو، اور تم مردوں کے پیچھے سوار ہونے سے بچو۔'' میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے، جہاں تک ریاست کا تعلق ہے تو اس کو تو میں جانتا ہوں اور جہاں تک مردوں کے پیچھے سوار ہونے کا تعلق ہے تو میرے ہاتھ میں موجود (عمر کا) دو تہائی حصہ نہیں ہے مگر یہ کہ میں (سواری میں) مردوں کے پیچھے سوار ہوا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ مراد نہیں ہے

جس طرح تم گئے ہو، تم بچو بغیر حجت و دلیل کے کسی مرد کو (رہنما) نصب کرنے سے کہ پھر تم اس کی ہر بات میں تصدیق کرتے پھرو۔''

(۱۳۸) ☆ وصمہ اور باردہ کے معنی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے حصین ابن مخارق ابی جنادۃ سلولی سے، انہوں نے ابوحمزہ سے، انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شعبان کا روزہ رکھے گا تو اس کے لئے ہر لغزش، وصمہ اور باردہ سے پاکیزگی حاصل ہوگی۔'' ابوحمزہ کہتے ہے: میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا: وصمہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''گناہ کے سلسلے میں کھائی ہوئی قسم، اور گناہ کے سلسلے میں نذر و منّت نہیں ہوتی۔'' میں نے عرض کیا: باردہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''غصّہ کے عالم میں قسم کھانا، اور اس کی توبہ یہ ہے کہ اس پر نادم ہوا جائے۔''

(۱۳۹) ☆ حج کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حمّاد بن عیسی سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے اس شخص سے کہ جنہوں نے ان کو خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: حج نام کیوں رکھا گیا؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''حج یعنی فلاح، کہا جاتا ہے فلاں نے حج کیا یعنی فلاں نے فلاح پائی۔''

(۱۴۰) ☆ امام صادق علیہ السلام کا اللہ عزّ وجلّ کے قول: انّہ شاء کے سلسلے میں قول: اس نے ارادہ کیا مگر پسند نہیں کیا اور راضی نہیں ہوا۔ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حمّاد بن عیسی سے، انہوں نے شعیب سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد

فرمایا: ''چاہا اور ارادہ کیا مگر پسند نہیں کیا اور راضی نہیں ہوا۔'' میں نے عرض کیا: کیسے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اس نے چاہا کہ کوئی چیز نہ ہو مگر اس کے علم سے، اور ارادہ بھی ایسا ہی کیا، اور پسند نہیں کیا کہ اس کے لئے کہا جائے کہ وہ تین کا تیسرا ہے اور اپنے بندوں کے حق میں کفر کو پسند نہیں کرتا۔''

(۱۴۱) ☆ اغلب اور مغلوب کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سلسلے کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اغلب وہ ہے کہ جو نیکی میں غلبہ حاصل کرے اور مغلوب وہ ہے کہ جو برائی میں غلبہ حاصل کرے اور مؤمن لگام میں مقید ہے۔'' (۱)

(۱۴۲) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اس اعرابی کے معاملہ میں قول کہ جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ اے علی اٹھو اور اس کی زبان قطع کرو۔ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے موسیٰ بن عمر سے، انہوں نے موسیٰ بن بکر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے کہا: تم ہم سے باپ اور ماں کے اعتبار سے بہتر نہیں ہو اور نہ ہی زمانہ جاہلیت اور اسلام میں تم ہمارے رئیس ہو۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلّم جلال میں آئے اور فرمایا: ''اے اعرابی! تیری زبان کے علاوہ کتنے پردے ہیں؟'' اس نے کہا: دو: ہونٹ اور دانت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ان دونوں میں سے کسی ایک میں کونسی ایسی بات ہے کہ جو مجھ سے تیری اس زبان درازی کی سزا سے بچا سکے؟ یاد رکھ کسی کو دنیا میں کوئی چیز ایسی عطا نہیں کی گئی ہے کہ جو آخرت میں زبان کے آزاد چھوڑ دینے سے زیادہ ضرر رساں ہو! اے علی اٹھو اور اس کی زبان کو قطع کرو، لوگوں نے گمان کیا کہ علی علیہ السلام اس کی زبان کو کاٹ دیں گے، پس مولائے کائنات علیہ السلام نے اس اعرابی کو کچھ درہم عطا کئے۔''

(۱) یعنی مومن اپنے آپ کو شریعت کے احکام سے آزاد تصور نہیں کرتا۔ مترجم۔

(۱۴۳)☆اپنے اہل اور مال کے موتور کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اگر کوئی چیز تمہیں دھوکہ دے بھی دے (تو یاد رکھو کہ نماز) عصر کے سلسلے میں کوئی چیز تم کو دھوکہ نہ دے دے، تم نمازِ عصر کو انجام دے دو جبکہ سورج سفید اور پاکیزہ ہو۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے اہل اور اپنے مال کا ''موتور'' وہ شخص ہے کہ جو نماز عصر کو ضائع کرتا ہے۔'' میں نے عرض کیا: اپنے اہل اور اپنے مال کا موتور کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے کہ جس کے لئے جنّت میں نہ تو گھر والے ہوں گے اور نہ مال ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: نماز عصر کو ضائع کرنا کیسا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ نمازِ عصر کو ترک کرے، قسم بخدا! یہاں تک کہ سورج زرد ہو جائے یا غروب ہو جائے۔''

(۱۴۴)☆مُحَدَّث کے معنی☆

۱۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے عبّاس ابن ھلال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو فرماتے سنا: ''یقیناً میں پسند کرتا ہوں کہ مؤمن محدث ہو۔'' راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: کونسی چیز محدث بناتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''فہم و فراست۔''

(۱۴۵)☆سوء کے معنی☆

۱۔میرے والد۔رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے خلف بن حماد سے، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ''جب تم حجامت کا ارادہ کرو اور خون تمہارے مقام حجامت سے نکلے اور حجامت سے فارغ ہونے سے پہلے خون جاری ہو تب کہو: ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَعُوذُ بِاللهِ الْكَرِيْمِ فِي حَجَامَتِي هٰذِهِ مِنَ الْعَيْنِ فِي الدَّمِ وَ مَنْ كُلِّ سُوءٍ'' (اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کریم سے اس حجامت میں آنکھ

کے خون آلود ہونے اور ہر برائی سے۔)'' پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اے فلاں! تم نہیں جانتے ہو، بیشک جب تم یہ کہو گے تو یقیناً تم نے تمام چیزوں کو جمع کر دیا، بیشک اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: ''و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسّنی السوء'' (اور اگر میں غیب سے باخبر ہوتا تو بہت زیادہ خیر انجام دیتا اور کوئی برائی مجھ تک نہ آسکتی۔) (سورۂ اعراف: آیت: ۱۸۸) (یہاں پر سوء) یعنی فقر و محتاجی، اور اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: ''کذلک لنصرف عنه السوء و الفحشآء'' (تو ہم نے اس طرح کا انتظام کیا کہ ان سے برائی اور بدکاری کا رخ موڑ دیں) (سورۂ یوسف: آیت: ۲۴) (یہاں پر سوء) یعنی ان کا زنا میں داخل ہونا، اور پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا: ''ادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء'' (اور اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالو تو دیکھو گے کہ بغیر کسی بیماری کے سفید چمکدار نکلتا ہے) (سورۂ نمل: آیت-۱۲) فرمایا: (یہاں پر بغیر سوء سے مراد ہے) بغیر برص کی بیماری کے۔''

(۱۴۶) ☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان: ''جو شخص اس (سانپ) کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو ضرر پہنچائے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' - کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے سانپ کو مارا تھا، اور سوال کرنے والے نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: بیشک ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو ضرر پہنچائے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا: ''جو شخص اس کو چھوڑ دے جب کہ خوف ہو کہ اس کے بعد کسی اور کو ضرر پہنچائے گا تو مجھ سے نہیں ہے۔'' جہاں تک اس سانپ کا تعلق ہے کہ جو تمہیں (ضرر پہنچانے کا) طالب نہیں ہے اس کو چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔''

(۱۴۷) ☆ سامّہ، ھامّہ، عامّہ اور لامّہ کے معنی ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ نے، انہوں نے محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے احمد بن محمد بن موسیٰ بن جعفر سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک سے زیادہ سے، انہوں نے سلیمان بن خالد سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول: ''میں (اے پروردگار) تجھ سے سامّہ، ھامّہ، عامّہ اور لامّہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں'' کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سامّہ یعنی قریب والے: ھامّہ یعنی زمین کے شیر (اور دیگر ضرر رساں جانور): لامّہ یعنی شیطانوں کا ساتھی بننا اور عامّہ یعنی عام انسان۔''

(۱۴۸) ☆رم کے معنی☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے ابوالجوزاء سے، انہوں نے حسین بن علوان سے، انہوں نے عمرو بن خالد سے، انہوں نے زید بن علی سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، آپؑ نے علی علیہ الصلاۃ والسلام سے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری امّت (کے لئے) رہبانیت نہیں ہے اور نہ سیاحت (آوارگی) ہے اور نہ رَم ہے (رم) یعنی خاموشی۔

(۱۴۹) ☆توبہ نصوح کے معنی☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے فرمایا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے احمد بن ھلال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن الاخیر امام علی النقی علیہ السلام سے توبہ نصوح کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا: ''باطن کا ظاہر جیسا ہونا اور اس سے افضل ہونا۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسی نے، انہوں نے موسی بن قاسم بجلی سے، انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا'' (سورۂ تحریم: ۸) کے سلسلے میں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ بدھ کے دن، جمعرات [کے دن] اور جمعہ [کے دن] کا روزہ ہے۔''

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہے: اس کے معنی ہیں کہ ان دنوں میں روزہ رکھے اور پھر توبہ کرے۔

۳۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل- رضی اللہ عنہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم ابن ھاشم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیسی بن عبید اللہ یقطینی نے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان اور دوسروں سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''توبہ نصوح یہ ہے کہ جس شخص کا باطن

اس کے ظاہر جیسا ہو اور افضل ہو۔'' یقیناً کہا کیا گیا ہے کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ سے توبہ کرے اور یہ نیّت کرے کہ کبھی بھی اس کی جانب نہیں پلٹے گا۔''

(۱۵۰)☆حسنۃ الدنیا اور حسنۃ الآخرہ کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن موسی بن متوکل -رحمہ اللہ- نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے جمیل بن صالح سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''ربّنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة'' (سورۂ بقرہ: ۲۰۰) کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ''اللہ کی رضا اور جنّت آخرت میں اور رزق اور معاش میں وسعت اور اچھے اخلاق دنیا میں۔''

(۱۵۱)☆دنیا کا قرضہ اور آخرت کا قرضہ- کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ ابن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ: بیشک مجھ پر بہت زیادہ قرضہ ہے جبکہ میں صاحب عیال (بھی) ہوں اور حج پر قدرت نہیں رکھتا، آپؑ مجھے کوئی دعا تعلیم فرمایئے کہ جس کے ذریعے میں طلب کروں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہر واجب نماز کے بعد کہو: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَاقْضِ عَنِّی دَیْنَ الدُّنْیَا وَ دَیْنَ الآخِرَۃِ'' (پروردگار رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور مجھ سے ادا فرما دنیا کے قرضہ کو اور آخرت کے قرضہ کو) میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: جہاں تک دنیا کے قرضہ کا تعلق ہے یقیناً میں اس کی پہچان رکھتا ہوں مگر یہ آخرت کا قرضہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''آخرت کا قرضہ حج ہے۔''

(۱۵۲)☆تشہد میں نمازی کا کہنا: ''اللہ کے لئے وہ چیز ہے جو پاکیزہ اور طاہر ہے اور جو خبیث ہے وہ اس کے غیر کے لئے ہے''۔ کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ ابن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: نمازی کا اپنے تشہد میں کہنا کہ: ''اللہ کے لئے وہ چیز ہے کہ جو پاکیزہ اور طاہر ہے اور جو خبیث ہے وہ اس کے غیر کے لئے ہے'' کے کیا معنی ہیں؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو پاکیزہ اور طاہر ہے وہ حلال روزی کا کمانا ہے اور جو خبیث ہے وہ سود ہے۔''

(۱۵۳)☆نماز میں سلام پڑھنے کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا تمیم بن بہلول نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل ھاشمی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز میں سلام پڑھنے کے معنی کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سلام امن اور نماز سے باہر آنے کی نشانی ہے۔'' میں نے عرض کیا: کیسے، مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دیا جائے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''گزشتہ زمانہ میں لوگوں کو جب کوئی آنے والا سلام کرتا تو اس کے شر سے وہ لوگ محفوظ ہو جاتے اور جب یہ لوگ اس کو جواب سلام دیتے تو وہ شخص ان لوگوں کے شر سے محفوظ ہو جاتا، پس اگر کوئی سلام نہ کرتا تو لوگ اس سے محفوظ نہیں ہوتے اور اگر لوگ مسلمان کو جواب سلام نہ دیں تو وہ لوگوں سے محفوظ نہیں ہوتا، اور یہ عربوں کا طریقہ تھا۔ بعد میں سلام کو نماز سے نکلنے کا اور (نماز پوری ہو جانے کی وجہ سے) بات چیت کے حلال و جائز ہونے کی نشانی اور نماز میں کسی ایسی چیز کے داخل ہونے سے امان قرار دیا گیا کہ جو نماز کو فاسد کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اور ''اَلسَّلَامُ'' اللہ عزّ وجلّ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور سلام نمازی کی جانب سے اللہ تعالی کے ان دو فرشتوں پر واقع ہوتا ہے کہ جو اس کے ساتھ معین کئے گئے ہیں۔''

(۱۵۴)☆دارالسلام (سلامتی کا گھر) کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صائغ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا موسیٰ بن اسحاق قاضی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر بن ابی شیبہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جریر بن عبدالمجید نے، انہوں نے عبدالعزیز بن رفیع سے، انہوں نے ابوظبیان سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے کہا: دارالسلام جنّت ہے اور اہل جنّت کے لئے تمام آفات، بلاؤں، بیماریوں اور تکلیفوں سے سلامتی ہے۔ان کے لئے بڑھاپے، موت اور حالتوں کی تبدیلی سے سلامتی ہے۔وہی وہ قابل عزّت واکرام ہیں جو کبھی بھی ذلّت ورسوائی میں مبتلا نہیں ہوں گے اور وہی وہ عزّت والے ہیں کہ جو کبھی ذلیل نہیں ہوں گے، وہی وہ غنی افراد ہیں کہ جو کبھی بھی محتاج نہیں ہوں گے، وہی وہ سعادت مند ہیں کہ جو کبھی بھی بدبختی میں مبتلا نہیں ہوں گے، وہی وہ خوشحال اور مسرور لوگ ہیں کہ جو کبھی بھی غم اور مصیبت زدہ نہیں ہوں گے، وہی وہ زندہ ہیں کہ جو کبھی بھی نہیں مریں گے، پس وہ دُرّ اور مرجان کے قصر ومحلات میں ہوں گے کہ جن کے دروازے رحمٰن پروردگار کے عرش کی جانب گزرگاہ ہوں گے'' والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار ''اور ملائکہ ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے (اور کہیں گے) تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا گھر کتنا اچھا ہے۔'' (سورۂ رعد: آیات: ۲۴۔۲۳)''

۲۔ہم سے بیان کیا علی بن عبداللہ وراق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عباس بن سعید الازرق۔کہ جن کا تعلق اہل سنّت سے تھا۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن صالح نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا شریک بن عبداللہ نے، انہوں نے علاء بن عبدالکریم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''واللہ یدعو الی دارالسلام'' (سورۂ یونس: آیت: ۲۵) کے متعلق فرماتے سنا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ''السلام'' وہ اللہ عزّ وجلّ (کی ذات) ہے اور اس کا گھر وہ جنّت ہے کہ جو اس نے اپنے دوستوں کے لئے خلق فرمایا ہے۔''

(۱۵۵)☆ان سات کلمات کے معنی جس کو حاصل کرنے کے لئے ایک شخص دوسرے کے پیچھے سات سو فرسخ تک گیا☆

۱۔ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ عطار۔رضی اللہ عنہ۔نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوعبداللہ رازی۔کہ جن کا نام عبداللہ بن احمد تھا۔نے، انہوں نے

سجادہ- کہ جن کا نام حسن بن علی بن ابی عثمان تھا- سے، انہوں نے محمد بن ابوحمزہ سے، انہوں نے محمد بن وھب سے، انہوں نے ابوعبداللہ الصادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ایک حکیم و دانا دوسرے حکیم کے پیچھے سات باتوں کو حاصل کرنے کے لئے سات سو فرسخ تک گیا۔ جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا: اے شخص! کونسی چیز آسمان سے زیادہ بلند، زمین سے زیادہ وسیع، سمند سے زیادہ بے نیاز، پتھر سے زیادہ سخت، آگ سے زیادہ حرارت میں شدید، سخت ٹھنڈ سے بھی ٹھنڈی ہونے میں شدید اور بلند و بالا پہاڑوں سے زیادہ بھاری ہے؟ اس نے (جواب میں) اس سے کہا: اے شخص! حق آسمان سے زیادہ بلند ہے، عدل زمین سے زیادہ وسیع ہے، نفس کا بے نیاز ہونا سمندر سے زیادہ بے نیازی ہے، کافر کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے، اللہ عزّ وجلّ کی روح (رحمت) سے مایوسی سخت ٹھنڈ سے بھی زیادہ ٹھنڈک ہے اور پاکدامن پر بہتان لگانا بلند و بالا پہاڑوں سے زیادہ بھاری ہے۔''

(۱۵۶) ☆اشراف الامّہ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد بن اسد الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عثمان بن عمر [ابن] ابی غیلان ثقفی اور عیسی بن سلیمان بن عبدالملک قرشی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوابراہیم ترجمانی نے [انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن سعید الجرجانی] نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا نہشل بن سعید نے، انہوں نے ضحاک سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امّت کے قابل شرف افراد حاملان قران اور اصحاب اللیل (راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے) ہیں۔''

۲۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد بن اسد الاسدی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن جریر، حسن بن عروہ اور عبداللہ بن محمد وھبی نے، ان سب نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حُمید نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا زافر بن سلیمان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عیینہ نے، انہوں نے ابوخازم سے، انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! آپؐ جیسے چاہیں زندگی گزاریں، بیشک آپؐ کو مرنا ہے، آپؐ جس سے چاہیں محبت کریں بیشک آپؐ کو اس سے جدا ہونا ہے، آپؐ جیسا چاہیں عمل انجام دیں بیشک آپؐ کو اس کا بدلہ دیا جائے گا، آپ جان لیجئے کہ مرد کی فضیلت اس کی رات کے (عبادت کے لئے) قیام اور اس کی عزّت لوگوں سے بے نیاز ہو جانے میں ہے۔''

(۱۵۷)☆قول نبیؐ: نہ ہی آسمان کسی پر سایہ فگن ہوا اور نہ ہی زمین پر کسی نے قدم رکھا ہے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی بصری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ عبدالسلام ابن محمد بن ھارون ھاشمی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن [محمد بن] عقبۃ الشیبانی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالقاسم خضر بن ابان نے، انہوں نے ابوہدیہ ابراہیم بن ہدیہ بصری سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے کہا: ایک روز ابوذرؓ مسجدِ رسول اللہؐ میں تشریف لا کر کہنے لگے: گذشتہ رات جو کچھ میں نے دیکھا وہ تم نے نہیں دیکھا، لوگوں نے کہا: گذشتہ رات آپ نے کیا دیکھا، آپ کہنے لگے: میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے دروازے پر کھڑے ہیں، پس آپؐ باہر تشریف لائے، حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں بقیع کی جانب روانہ ہوئے پس میں ان کے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ میں مکّہ کے قبرستان میں پہنچا اور پھر آپؐ نے اپنے پدر بزرگوار کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی تو اچانک قبر شق ہوئی اور اس میں حضرت عبداللہؑ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بیشک محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اے پدر بزرگوار! آپ کے ولی کون ہیں؟ تو وہ کہنے لگے: یہ ولی کیا ہوتا ہے، اے میرے بیٹے؟ تو آپؐ نے فرمایا: وہ ولی یہ علی ہیں، تو انہوں نے کہا: اور بیشک علی میرے ولی ہیں، آپؐ نے فرمایا: آپ اپنے باغ (قبر) کی جانب لوٹ جائیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنی والدہ ماجدہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر وہی کچھ کیا جو آپؐ نے اپنے پدر بزرگوار کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر کیا تھا۔ پس یکا یک قبر شق ہوئی اور آپؑ کہنے لگیں: گواہی دیتی ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بیشک آپ اللہ نبی اور اس کے رسول ہیں، تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اے مادرِ گرامی! آپ کے ولی کون ہیں؟ تو آپ کہنے لگیں: یہ ولایت کیا ہوتی ہے؟ اے میرے بیٹے! آپؐ نے فرمایا: وہ یہی علی ابن ابی طالب ہیں، تو آپ کہنے لگیں: بیشک علی ہی میرے ولی ہیں تو آپؐ نے فرمایا: آپ اپنی قبر اور باغ کی جانب لوٹ جائیں۔ لوگوں نے حضرت ابوذرؓ کی اس بات کو جھٹلایا اور ان سے دست و گریباں ہو کر کہنے لگے: یارسول اللہؐ! آج آپ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: وہ کیا؟ کہنے لگے: جندب نے آپؐ کے حوالے سے اس اس طرح ایک حکایت بیان کی ہے تو نبیؐ نے فرمایا: آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی روئے زمین پر کسی ایسے شخص نے قدم رکھا ہے جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔"

عبدالسلام ابن محمد کہتا ہے میں نے یہ خبر جہمی محمد ابن عبدالاعلیٰ کے سامنے پیش کی تو وہ کہنے لگے: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نبیؐ نے فرمایا: "میرے پاس جبرئیل آ کر کہنے لگے: اللہ عزّ وجلّ نے اس پیٹھ پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے جس پر آپؐ بیٹھے ہوں اور اس پیٹ کو کہ جس نے آپؐ کو اٹھایا ہو اور اس پستان کو کہ جس نے آپؐ کو دودھ پلایا ہو اور اس گود کو کہ جس نے آپؐ کی کفالت کی ہو۔

۲۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رضی اللہ عنہ۔نے،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد ابن یحییٰ عطار نے،انہوں نے محمد ابن احمد ابن یحیی ابن عمران اشعری سے،انہوں نے حمدان ابن سلیمان سے،انہوں نے ایوب ابن نوح سے،انہوں نے اسماعیل فزاء سے،انہوں نے ایک راوی سے،انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابوذر۔رحمۃ اللہ علیہ۔کے سلسلے میں نہیں فرمایا کہ: آسمان نے کسی ذی لہجہ پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی زمین پر کسی ایسے ذی لہجہ نے قدم رکھا ہے کہ جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو؟ آپؑ نے کہا: ''ہاں'' راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: پس رسول اللہؐ اور امیر المومنینؑ کہاں ہیں؟ اور کہاں ہیں حسنؑ اور حسینؑ؟ راوی کہتا ہے: آپؑ نے مجھ سے فرمایا: ''ایک سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟'' میں نے کہا: بارہ، امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں حرام مہینے کتنے ہیں؟، میں نے کہا: چار مہینے، آپؑ نے فرمایا: ''رمضان ان حرام مہینوں میں سے ہے؟'' میں نے کہا: نہیں، آپؑ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، ہم اہل بیت پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔''

(۱۵۸) ☆امام صادق علیہ السلام کا قول: جس نے ریاست طلب کی وہ ہلاک ہوا۔کے معنی☆

۱۔ہم سے بیان کیا میرے والد۔رضی اللہ عنہ۔نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے،انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین نے،انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوحفص محمد بن خالد نے،انہوں نے اپنے بھائی سفیان بن خالد سے،انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اے سفیان! تمہیں ریاست سے دور رہنا چاہئے کیونکہ اسے جس نے بھی طلب کیا وہ ہلاک ہو گیا۔'' تو میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی: بیشک ہم تو ہلاک ہو گئے چونکہ ہم میں سے تو ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اس سے رجوع کیا جائے اور اسی کی بات کو مانا جائے، تو آپؑ نے فرمایا: ''جو تم سمجھ رہے ہو ایسا نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم بغیر حجت کے کسی شخص کو کھڑا کر دو اور اس کی ہر بات کی تصدیق کرو اور لوگوں کو اس کے قول کی دعوت دو۔''

(۱۵۹) ☆امام صادق علیہ السلام کا قول: جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ وہ نادانوں سے جھگڑا کرے یا علماء کے مقابلے میں اپنے آپ پر فخر کرے یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں تو وہ جہنمی ہے۔ کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے، انہوں نے حمدان بن سلیمان سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابا الحسن امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ: ''خدا رحم کرے اس بندے پر جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا'' تو میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: بھلا آپؑ کے امر کو کیسے زندہ کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ''ہمارے علوم کو حاصل کرے گا اور ان علوم کو لوگوں کو سکھائے گا پس اگر لوگ ہمارے کلام کی اچھائیوں کو جان جاتے تو یقیناً ہماری پیروی کرتے''، راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! امام جعفر صادق علیہ السلام کے حوالے سے ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جس نے اس لئے علم حاصل کیا تا کہ وہ نادانوں سے جھگڑا کرے یا علماء کے مقابلے میں اپنے آپ پر فخر کرے یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں تو وہ جہنمی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میرے جد نے سچ فرمایا، کیا تم سمجھے نادان کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، یا ابن رسول اللہؐ! ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ ہمارے مخالفین سے قصّوں کو بیان کرنے والے ہیں، اور تم سمجھے کہ علماء کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا: نہیں، یا ابن رسول اللہؐ! ۔ راوی کہتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ علماءِ آل محمدؐ ہیں کہ جن کی اطاعت کو اللہ عزّ وجلّ نے فرض قرار دیا اور ان کی مودت کو واجب قرار دیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا تم سمجھے کہ صادق علیہ السلام کے قول: ''یا پھر اس لئے کہ لوگ اس کی جانب رجوع کریں'' کے کیا معنی ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''قسم بخدا! اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر حق کے دعویِ امامت کرنا اور جو بھی یہ کرے گا وہ (جہنم کی) آگ میں ہے۔''

(۱۶۰) ☆علم کو ذریعہ معاش بنانے کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن ہیثم عجلی۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطّان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عبداللہ بن حبیب نے، انہوں نے تمیم بن بہلول سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے حمزہ بن حمران سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ''جو علم کو کمانے کا ذریعہ بنائے گا وہ محتاج ہو جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: ''میں آپؑ کا فدیہ قرار پاؤں! بیشک آپؑ کے شیعوں اور دوستوں میں ایک گروہ ہے کہ

جوآپؑ کے علوم کو حاصل کرتے ہیں اور اسے آپؑ کے شیعوں میں پھیلاتے ہیں اور وہ اس کام میں شیعوں سے نیکی، عطیہ اور عزّت واحترام سے محروم نہیں رہتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ لوگ ذریعہ معاش بنانے والے نہیں ہیں، علم کو ذریعہ معاش بنانے والے فقط وہ لوگ ہیں کہ جو بغیر علم اور بغیر اللہ عزّ وجلّ کی جانب سے کسی ہدایت کے حقوق کو باطل کرنے کی غرض سے دنیا کے سامان کے لالچ میں فتوی دیتے ہیں۔''

(۱۶۱) ☆''جو تصویر بنائے گا یا کتّے کی ذمّہ داری اٹھائے گا وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جائے گا۔'' والی روایت کے معنی☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔ رحمہ اللہ۔ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے نہیکی سے، انہوں نے اپنے اسناد کے ساتھ سلسلے کو بلند کیا ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو تصویر بنائے گا یا کتّے کی ذمّہ داری اٹھائے گا وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جائے گا۔'' امام علیہ السلام سے کہا گیا: پھر تو بہت سارے لوگ ہلاک ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ مراد نہیں ہے کہ جس کی جانب تم گئے ہو، فقط میرے قول: جو تصویر بنائے گا: سے مراد ہے کہ جو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو معین کریگا اور لوگوں کو اس کی جانب بلائے گا۔ اور میرے قول: جو کتّے کی ذمّہ داری اٹھانے سے [میری مراد] وہ شخص ہے کہ جو ہم اہل بیتؑ سے بغض رکھنے والے کی ذمّہ داری اٹھائے کہ وہ اس کو کھانا کھلائے اور وہ اس کی پیاس بجھائے۔ جو شخص یہ کام انجام دے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔''

(۱۶۲) ☆ابوجعفر امام باقر علیہ السلام سے منقول: ''جب تم معرفت حاصل کرلو تو جو چاہو عمل کرو۔''۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن نعمان سے، انہوں نے فضیل بن عثمان سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا، پس کہا گیا: یہ خبیث لوگ آپؑ کے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: بیشک آپؑ کے پدر بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا: ''جب تم معرفت حاصل کرلو تو جو چاہو عمل کرو۔'' وہ لوگ (اس کی بنیاد پر) ہر حرام چیز کو حلال قرار دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ان کے حق میں کوئی صداقت نہیں ہے، اللہ لعنت کرے ان پر! میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے فقط یہ فرمایا تھا کہ جب تم حق کی

معرفت حاصل کرلوتو تم جو چاہو نیکی انجام دو وہ تم سے قبول کرلی جائے گی۔''

(۱۶۳)☆جزاک اللہ خیرا۔ کے معنی☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسین ابن یزید سے، انہوں نے مالک بن اعین کے بھائی حسین بن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کا دوسرے شخص کے حق میں کہنا: ''جزاک اللہ خیرا'' کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''بیشک خیر جنّت میں ایک نہر ہے جو کوثر سے نکلتی ہے۔ اور کوثر گوشۂ عرش سے نکلتی ہے، اور اس کے اوپر اوصیاء اور ان کے شیعوں کی منزلیں ہیں، اس نہر کے دونوں طرف قرب و جوار میں (بنے مکانات میں) نباتات (حوریں) موجود ہیں اگر ان میں سے ایک اپنی صلاحیت کھودے تو اس کی جگہ اس نہر کے نام کے ساتھ دوسری پیدا ہوجاتی ہے۔ اور یہ اللہ عزّ وجلّ کے قول: ''فیھن خیرات حسان'' (ان جنّتوں میں نیک سیرت اور خوب صورت عورتیں ہوں گی) (سورۂ رحمٰن: آیت-۷۰) کے مطابق ہے، تو جب کوئی شخص اپنے ساتھی کو ''جزاک اللہ خیرا'' کہتا ہے تو اس سے فقط مراد یہ منزلیں ہوتی ہیں کہ جو اللہ عزّ وجلّ نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے خالص اور نیک بندوں کے لئے آمادہ کی ہیں۔''

(۱۶۴)☆قولِ امیر المؤمنین علیہ السلام کے معنٰی کہ جب آپؑ سے کسی نے کہا تھا کہ میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ اپنے لئے جامۂ فقر تیار کرلو!☆

۱۔ میرے والد۔ رحمہ اللہ۔ نے فرمایا، ہم سے بیان کیا محمد ابن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے محمد ابن احمد سے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے منصور سے، انہوں نے احمد بن خالد سے، انہوں نے احمد بن مبارک سے، انہوں نے کہا: ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: حدیث نقل کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں تو آپؑ نے اس سے فرمایا: ''اب تم فقر و تنگدستی کو اپنانے کے لئے آمادہ ہوجاؤ'' تو آپؑ نے فرمایا: اس طرح نہیں ہے، (بلکہ) آپؑ نے فرمایا تھا: ''تم نے اپنے لئے جامۂ فقر تیار کرلیا ہے اور اُن کا مقصود روزِ قیامت تھا۔''

(۱۶۵)☆ارشاد امام صادق علیہ السلام: کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور پھر لوٹ آئے جبکہ اس نے اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا تھا تب (بھی) اُس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔- کے معنی☆

۱۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے اپنے چچا محمد بن قاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے، انہوں نے حکم بن مسکین سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور پھر لوٹ آئے جبکہ اس نے اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا تھا تب (بھی) اُس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔''۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا فدیہ قرار دیا جائے، یہ کیونکر ممکن ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ کسی ایسے گروہ کے پاس سے گزرتا ہے جو ہم اہلبیت علیہم السلام کا (برائیاں کرتے ہوئے) ذکر کر رہا ہوتا ہے تو (اس کو دیکھ کر) وہ لوگ کہتے ہیں: ٹھہر جاؤ کہ یہ شخص اُن کا محبّ ہے، تو فرشتہ اپنے صاحب سے کہتا ہے: لکھ دو کہ آلِ محمدؐ کا ہدیہ فلاں شخص کے شامل حال ہو چکا ہے۔'' (یعنی اس کے گزرنے کی وجہ سے اہل بیتؑ کی بدگوئی کرنے والے باز آ گئے، جس کی وجہ سے وہ اس ہدیہ کا مستحق بن گیا)۔

(۱۶۶)☆موجبتین کے معنٰی☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد ابن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے حماد سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے زرارہ سے، زرارہ نے کہا کہ ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''موجبتین کو فراموش مت کرنا! یا پھر فرمایا تھا: ہر نماز کے بعد تم پر موجبتین لازم ہیں۔'' تو میں نے عرض کی: یہ موجبتین کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور (جہنم کی) آگ سے اس کی پناہ مانگو۔''

(۱۶۷)☆اس روایت کے معنٰی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مرد کی سعادت مندی اس کی ڈاڑھی کے کم ہونے میں ہے☆

۱۔ میرے والد- رحمہ اللہ- نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری

نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم منقری نے - یا کسی اور نے - سلسلۂ سند کو بلند کرتے ہوئے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''مرد کی سعادت مندی اس کی ڈاڑھی کے بالوں کے کم ہونے میں ہے''۔ فرمایا: ''سعادت مندی یہ نہیں ہے، بلکہ سعادت مندی تو یہ ہے کہ اس کے جبڑے تسبیح خدا کرنے میں رواں دواں رہیں۔''

(۱۶۸) ☆ سنت خدا عزوجل اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنتِ ولی علیہ السلام کے معنٰی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے، انہوں نے سہل ابن زیاد آدمی سے، انہوں نے امام رضا علیہ السلام کے غلام مبارک سے اور انہوں نے امام رضا علی بن موسی علیہما السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جب تک تین خصوصیات کسی میں نہ پائی جائیں وہ مومن نہیں ہوسکتا، ایک اپنے پروردگار کی سنت، ایک اس کے نبیؐ کی سنت اور ایک اس کے ولی کی سنت۔ پس اس کے رب کی سنت یہ ہے کہ راز کو پوشیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا وہ غیب دان ہے اور کسی پر اپنے راز کو آشکار نہیں کرتا، سوائے اپنے برگزیدہ رسول کے۔ (سورۂ جن: آیت-۲۶) اور اس کے نبی کی سنت ہے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبیؐ کو لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک روا رکھنے کو کہا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: '' خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجٰھلین'' معاف کردینے کی صفت اپناؤ اور نیکی کا حکم دیتے رہو اور جاہل لوگوں سے روگردانی کرو۔ (سورۂ اعراف: آیت-۱۹۹) اور اس کے ولی کی سنت سختی اور تنگ دستی کے زمانہ میں صبر کرنا ہے، چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: والصابرین فی البا سآء والضرآ وحین الباس ؕ اولئک الذین صدقو ا ؕ و ا ولئک ھم المتقون۔ اور سختی اور تنگدستی اور لڑائی کے موقع پر صبر کرنے والے ہیں کہ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار! (سورۂ بقرہ: آیت-۱۷۷)''

(۱۶۹) ☆ غیبت اور بہتان کے معنٰی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ متوکل - رضی اللہ عنہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے احمد ابن محمد ابن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن سیابہ سے، انہوں نے امام جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تم اپنے دینی بھائی کے بارے میں وہ بات کہو جسے اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے اور بہتان یہ ہے کہ تم اپنے دینی بھائی کے بارے میں وہ بات کہو جو اس میں پائی ہی نہیں جاتی۔''

(۱۷۰) ☆دورخ اور دوزبانوں والا (دوغلا) ہونے کے معنٰی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ۔رضی اللہ عنہ۔نے،انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی خطاب نے،انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے،انہوں نے علی بن نعمان سے،انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے،انہوں نے داؤد بن فرقد سے،انہوں نے ابوشیبہ سے،انہوں نے زہری سے،انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا:''وہ کتنا ہی برا بندہ ہے جو دورخ اور دوزبانوں والا ہے کہ اپنے دینی بھائی کی موجودگی میں اس کی خوشامد کرتا ہے جبکہ پیٹھ پیچھے اُسے کھا جاتا ہے یعنی کہ اگر اسے کچھ ملتا ہے تو یہ حسد کرنے لگتا ہے اور اگر اس پر کوئی برائی آتی ہے تو یہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔''

۲۔ہم سے بیان کی محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد ابن ادریس نے،انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے،انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا موسیٰ ابن عمران بغدادی نے،انہوں نے ابن سنان سے،انہوں نے عون ابن معین سے جوٹوپیوں کا تاجر تھا،انہوں نے عبداللہ ابن ابی یعفور سے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام جعفر ابن محمد الصادق علیہما السلام کو یہ فرماتے سنا:''جو شخص لوگوں کے سامنے ایک انداز سے ملتا ہے لیکن پیٹھ پیچھے کسی اور انداز سے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔''

(۱۷۱) ☆نسبت اسلام کے معنٰی☆

۱۔ہم سے بیان کیا محمد ابن علی ماجیلویہ۔رضی اللہ عنہ۔نے،انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے،انہوں نے اپنے بھائی سے، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے محمد بن یحییٰ سے،انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے،انہوں نے امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے،آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے،آپؑ نے اپنے اجدادؑ سے کہ فرمایا: امیرالمومنینؑ نے فرمایا:''میں اسلام کو ایک ایسی نسبت سے منسوب کر رہا ہوں کہ مجھ سے پہلے کسی نے بھی اسلام کو ایسی نسبت نہیں دی اور نہ ہی میرے بعد کوئی ایسی نسبت قائم کر سکے گا: اسلام سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے،تسلیم کرنا تصدیق کرنے کا نام ہے اور تصدیق یقین کا دوسرا نام ہے جبکہ یقین ہی ادائیگی کا نام ہے اور ادائیگی یعنی عمل۔ بلاشبہ جب مومن اپنے پروردگار سے دین حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی قائم کردہ رائے سے اس کی تصویر نہیں کھینچتا۔اے لوگو! اپنے دین کی حفاظت کرو،اپنے دین کی حفاظت کرو! اسی سے متمسک رہو اور مبادا کوئی شخص تم سے یہ چھین لے یا تم کو اس سے مرتد بنا دے،کیونکہ دین سے متمسک رہتے ہوئے برائی کا ارتکاب کرنا لادینی کے عالم میں نیکی کرنے سے بہتر ہے،اس لئے کہ دین کے ہوتے ہوئے گناہ معاف کیا جا سکتا ہے لیکن دین کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔''

(۱۷۲) ☆ اسلام اور ایمان کے معنٰی ☆

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے عثمان بن عیسٰی سے، انہوں نے سماعہ بن مہران سے، انہوں نے کہا: میں نے ان سے ایمان اور اسلام کے بارے میں دریافت کیا، لہٰذا میں نے ان سے عرض کیا: ایمان اور اسلام کے درمیانی فرق کو واضح فرمائیں، تو فرمایا: ''کیا میں تم کو مثال دے کر سمجھا دوں؟'' میں نے کہا: میں بھی یہی چاہوں گا۔ فرمایا: ''ایمان اور اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے کعبۃ الحرام اور حرم کی کہ کبھی انسان حرم میں ہوتا ہے لیکن خانۂ کعبہ میں نہیں ہوتا لیکن جب تک حرم میں نہیں جائے گا خانۂ کعبہ میں نہیں جا سکتا۔ (اسی طرح) کبھی انسان مسلمان تو ہوتا ہے مگر مومن نہیں، لیکن مسلمان ہوئے بغیر مومن نہیں ہو سکتا۔'' راوی کہتا ہے تو میں نے عرض کی: کیا کوئی شے ایمان کے درجہ سے خارج کر دیتی ہے بھلا؟ مجھ سے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی: یہ چیز اسے کس حالت میں لے جاتی ہے؟ فرمایا: ''اسلام یا کفر کی جانب۔'' نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ میں داخل ہوا اور اس سے پیشاب سرزد ہو جائے تو اسے خانۂ کعبہ سے باہر نکال دیا جائے گا لیکن حرم سے نہیں نکالا جائے گا اور اگر وہ حرم سے باہر نکل جائے اور اپنے کپڑے کو دھو لے اور پاک ہو جائے تو اسے خانۂ کعبہ میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ میں داخل ہوا اور اس میں (کعبہ سے) عناد و دشمنی کے سبب پیشاب کر دے تو اُسے خانۂ کعبہ اور حرم دونوں سے باہر نکال کر اس کی گردن ماردی جائے گی۔

۲۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے بکر بن صالح رازی سے، انہوں نے ابوصلت ہروی خراسانی سے، انہوں نے کہا: میں نے امام رضا علیہ السلام سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''ایمان دل کی گرہ، زبان کی ادائیگی اور اعضاء و جوارح سے عمل کا نام ہے اور اس کے علاوہ ایمان کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔''

۳۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد ابن عبداللہ نے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے حفص ابن بختری سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان نہ ظاہر و نمود کا نام ہے اور نہ ہی صرف تمنا کرنے کا، بلکہ ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دل میں خالص طور پر گھر کر جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔''

۴۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا علی ابن ابراہیم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن میمون سے، اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے، آپؑ نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان قول و فعل کا نام ہے اور یہ دونوں (قول و عمل) ایک دوسرے کے شریک بھائی ہیں۔''

۵۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسٰی نے،

انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حارثہ ابن نعمان انصاری سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے حارثہ! تم نے کیسے صبح کی؟ وہ کہنے لگے: میں نے حقیقی مومن ہونے کے طور پر صبح کی۔ آپؐ نے فرمایا: ہر ایمان کی کوئی حقیقت ہوتی ہے تو بھلا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے دور کر دیا ہے، راتوں کو جاگتا ہوں، دن میں پیاسا رہتا ہوں تو گویا میں اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے عرش پر دیکھتا ہوں اور وقت حساب قریب آچکا ہے اور گویا میں اہل جنت میں سے ہوں کہ وہ لوگ اس میں آنا جانا کر رہے ہیں اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہے، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایک مومن ہو کہ اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کو منوّر کیا ہے، لہٰذا تم ثابت قدم رہنا کہ خدا تم کو ثابت قدم رکھے۔ اس کے بعد اس نے آپؐ سے عرض کی: یارسول اللہؐ! مجھے سب سے زیادہ اندیشہ اپنی آنکھوں کے بارے میں ہے کہ مبادا وہ میرے لئے باعث نقصان ہو تو رسول خداؐ نے اس کے لئے دعا کی تو اس کی بصارت زائل ہوگئی۔''

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن - رحمہ اللہ - نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے، انہوں نے محمد بن عذافر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: ''دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کچھ سواروں سے ہوئی تو ان لوگوں نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہؐ! تو آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگ کون ہو؟'' تو وہ کہنے لگے: ہم مومنین ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگوں کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟'' وہ کہنے لگے: قضائے الٰہی پر راضی رہنا، حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ''علماء اور حکماء قریب تھا کہ اپنی حکمت کی وجہ سے انبیاء ہو جاتے۔ پس اگر تم لوگ سچے ہو تو جس میں تم کو (ہمیشہ) رہنا نہیں ہے اسے تعمیر نہ کرو اور جو کھانا نہیں ہے اسے جمع نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کی طرف تم لوگوں کو پلٹ کر جانا ہے۔''

(۱۷۳) ☆صبغۃ اللہ کے معنیٰ☆

۱۔ میرے والد - رحمہ اللہ - نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے ابوجعفر امام جعفر صادقؑ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں: ''صبغة الله و من احسن من الله صبغة'' (سورۂ بقرہ: آیت - ۱۳۸) روایت کیا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''صبغۃ اللہ (سے مراد) اسلام ہے۔''